

دکنی نئیویوں کا انتخاب

ڈاکٹر اشرف رفیع

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ

اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء
کتابت : نعیم اللہ سرورق سید عبدالرحیم قادری
طباعت : دائرہ الکڑک پریس چھپتہ بازار
تعداد : ۵۰۰
قیمت : ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

- ڈاکٹر اشرف رفیع مکان نمبر 106-7-17 یاقوت پور حیدر آباد
- الیاس ٹریڈرس شاہ علی بندہ حیدر آباد، پی
- حسامیہ بک ڈپو پھلی کمان حیدر آباد
- انجمن ترقی اردو بک ڈپو اردو ہال حمایت نگر حیدر آباد
- دائرہ الکڑک پریس حیدر آباد

دکنی کی مایہ ناز محقق

پروفیسر سیدہ جعفر

کے نام

بصد خلوص

فہرست

صفحات

۱۔ مقدمہ

۵

- ۱۔ انتخاب مثنوی کدم را ویدم را و ۱
- ۲۔ ۱۲ یوسف زلیخا ۱۲
- ۳۔ ۳۱ قلب مشتری ۳۱
- ۴۔ ۴۹ سیف الملوک و بدیع الجمال ۴۹
- ۵۔ ۶۳ ماہ پیکر ۶۳
- ۶۔ ۸۷ پھولین ۸۷
- ۷۔ ۱۱۰ گلشن عشق ۱۱۰
- ۸۔ ۱۳۱ علی نامہ ۱۳۱
- ۹۔ ۱۴۵ فرہنگ ۱۴۵

مقدمہ

عربی میں ”مثنوی“ کا مادہ ثنیٰ ہے جس کے معنی ”دو“ کے ہیں۔ چونکہ مثنوی ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے اس لئے شعر کے دونوں مصرعوں کا خیال کر کے اس صنف کا نام مثنوی رکھا گیا۔ مثنوی کے لئے کچھ بحرین مختص ہیں مثلاً

۱۔ فعلن فعلن فعلن فعل بحر متقارب ضمن مخذوف الآخر

۲۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن فاعلان بحر رمل مسدس مخذوف

۳۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن بحر رمل مسدس مخیون

۴۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن بحر ہزج مسدس مخذوف الآخر

۵۔ مفعولن مفعولن فعلن مفعولن مفعولن بحر ہزج مسدس مقبوض

۶۔ فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن بحر خفيف مسدس مخذوف

۷۔ مفتعلن مفتعلن فاعلن فاعلات بحر سرلیج مسدس مخذوف

اُردو کی اکثر و بیشتر مثنویاں بحر متقارب ضمن مخذوف الآخر میں ہیں۔

دکن کی اکثر مثنویاں بھی اسی بحر میں ہیں۔

الطاف حسین حالی نے تمام اصناف سخن میں مثنوی کو ”کار آمد صنف بتلایا ہے یہ ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں تقریباً تمام اصناف سخن کا لطف آجاتا ہے۔ اس میں غزل رباعی قطعات قصائد بھی ملتے ہیں اور موضوعاتی شاعری کا ربط و تسلسل بھی ملتا ہے۔ مثنوی میں شاعر کو کئی باتوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ چونکہ مثنوی میں کسی واقعہ یا قصہ کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے مثنوی نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ قصہ گوئی کے اصول و شرائط کو پیش نظر رکھے قصہ گوئی کی اولین شرط واقعہ کا تسلسل ہے اس لئے مثنوی میں ارتباط خیال لازمی ہے۔ ربط اور تسلسل کے لئے پلاٹ کی ترتیب اہمیت رکھتی ہے پلاٹ اس طرح ترتیب دیا جائے جس سے قصہ فطری انداز میں آگے بڑھتا رہے اس کے لئے شاعر کو قصہ کے آغاز و درج اور انجام میں ڈرامائی تاثر پیدا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ڈرامائی تاثر حیرت، کشمکش اور انسانی تجربات اور خیالات اور جذبات کے اظہار سے پیدا ہوتا ہے۔ مثنوی کی زبان کا سادہ سلیس

اور پُر لطف ہونا فروری ہے ورنہ قصہ میں دلچسپی باقی نہیں رہ سکتی۔

اردو میں باضابطہ مثنوی نگار کا آغاز بہمنی دور سے ہوتا ہے اس سے پہلے شمالی ہند میں صوفیائے کرام کی لکھی ہوئی کچھ نظمیں مثنوی کے فارم میں ملتی ہیں مثنوی کے ان ابتدائی نمونوں میں کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہوتی تھی بلکہ مذہبی اور صوفیانہ خیالات یا پند و نصائح پیش کئے جاتے تھے۔ نویں صدی ہجری کے اواخر میں قطب الدین کی یہاں "برگوا دتی" کے نام سے ایک نظم ملتی ہے۔ جسے ہم شمالی ہند میں مثنوی کا پہلا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔

دکن کے شاعروں نے مثنوی کی صنف پر خصوصی توجہ کی۔ اپنے ابتدائی زمانے ہی سے اردو مثنویاں خیالات، موضوعات اور اسالیب کے لحاظ سے متنوع ملتی ہیں۔ ان میں مذہبی مثنویاں بھی پائی جاتی ہیں، رزمیہ اور برہمچاری، علامہ الدین خلجی، اور پھر محمد تغلق کے زمانہ میں علامہ اور صوفیا کی ایک بڑی تعداد شمالی ہند سے دکن آکر آباد ہو گئی تھی و رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی خاطر انہوں نے عربی اور فارسی کو ترک کر کے یہاں کی عوامی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا

۱۴۷۷ھ تا ۱۴۷۸ھ میں بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد بہمنی بادشاہوں نے سیاسی استحکام اور ملکی انتظامات کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے فروغ میں بھی دلچسپی لی۔ محمد شاہ بہمنی (۱۳۷۸ تا ۱۳۹۷) نے حافظ شیرازی کو دکن آنے کی دعوت دی تھی۔ فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲) کے عہد میں بہت سے علماء و صوفیا دکن آئے جن میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بھی شامل ہیں۔ احمد شاہ بہمنی (۱۴۲۲ تا ۱۴۳۵) کے دور حکومت میں شیخ آذری نے بہمنی نامہ تصنیف کیا۔ بہمنی دور ہی میں شمالی ہند سے آئی ہوئی زبان دکن کے لسانی اور تہذیبی ماحول میں نشوونما پا کر اپنی ایک الگ شناخت بنا رہی تھی جسے آگے چل کر دکن کا نام دیا گیا اس زبان میں سب سے پہلی جو مثنوی بہمنی ملتی ہے وہ قمر دین نظامی بیدری کی مثنوی "و کدم را و پدم را و" ہے یہ مثنوی احمد شاہ ولی بہمنی کے عہد (۸۲۵ھ - ۸۳۸ھ ۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵ء) میں لکھی گئی۔ احمد شاہ ولی بہمنی سلطنت کا نواں بادشاہ تھا۔ مثنوی کدیم را و پدم را و ایک محققانہ داستان ہے۔ دوسری مثنوی اشرف کی نوٹس (۵۹۹ھ) کی تصنیف ہے اور اس میں امام حسینؑ کی شہادت اور واقعہ کربلا کو غلط

گیاسے بہمنی سلطنت کے دور انتشار میں شاہ فیروز شمس العشق کی تیس

خوش نقر، اور مغز مغرب ملتی ہیں۔ ان نظموں میں شاہ مراد جی خدا نے شاعری انداز میں تصویق اور معرفت کے مسائل سمجھا گئے ہیں۔ مغز مغرب میں تصوف کے اعلیٰ منازل اور نکات کی تشریح کی گئی ہے۔ بہمنی دور کی ان مثنویوں کا اگر جائزہ لیں تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس دور میں مذہبی مثنویوں کا عام رواج رہا ہے

۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بیجاپور میں عادل شاہی، گولکنڈہ میں قطب شاہی، احمد نگر میں نظام شاہی، بیدر میں برید شاہی اور برار میں عماد شاہی سلطنتیں قائم ہوئیں۔ مغلوں کے مسلسل حملوں کے باعث آخری تین سلطنتیں زیادہ عرصہ پاسکیں۔

۸۹۵ھ ۱۴۹۰ء میں یوسف عادل شاہ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے عادل شاہی سلطنت قائم کی اور بیجاپور کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ اس حکومت کے سبب ہی بادشاہ علم و ادب کی سرپرستی کرتے تھے اور وہ خود بھی شاعر ادیب اور فن کار تھے۔ عادل شاہی دور میں بہت سے علمبردار، فضلہ مورخ اور شعرا سرب و ایران سے بیجاپور آئے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ - ۱۰۳۷ھ ۱۵۸۰ - ۱۶۲۷) کے دور حکومت میں دکنی زبان کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ بادشاہ کے دربار میں عالم دفاضل مصاحبین ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ ابراہیم خود بھی شاعری، خطاطی اور خصوصاً فنِ موسیقی میں بڑا کمال رکھتا تھا۔ اس کے چھوٹے مثنوی نگاری کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ دکنی کے بیجاپور اسکول میں عبدل، امین، مقیمی، صنعتی، ملک خوشنود، حسن شوقی، رسمی اور لفرتی جیسے شعرا نے اپنے بے نظیر شعری و ادبی کارنامے چھوڑے ہیں۔ عبدل کا ابراہیم نامہ، امین کی بہرام و حسن بالو، مقیمی کی چنڈر بدن، دیبا، صنعتی کی تھہ بے نظیر، ملک خوشنود کی جنت سنگھار، حسن شوقی کی مثنوی فتح نامہ، نظام شاہ رسمی کا خادر نامہ اور لفرتی کی گلشن عشق علی نامہ اور تاریخ اسکندری عادل شاہی دور کی مشہور و معروف مثنویاں ہیں۔ عبدل نے ”ابراہیم نامہ“ بادشاہ کی فرمائش پر منظوم کیا۔ جس میں ابراہیم عادل شاہ کو ایک جامع صفات، شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ مثنوی ایک لحاظ سے نیم تاریخی سوانح ہے جو اس دور کے تہذیبی سماجی اور ادبی مہفوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی سے اس مثنوی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شاعر کو اس مثنوی میں کئی بالوں کا لحاظ رکھنا فردری تھا سب سے پہلے تو بادشاہ کی خوشنودی، دوسرے بادشاہ خود اس مثنوی کا ہیرو ہے جس کی ذات و صفات کے

بیان میں زبان اور قلم کی جنبش نے بہار نہیں ہو سکتی۔ تیسرے اس دور کی تاریخ اور تہذیب طرز معاشرت، رقص و موسیقی فن تعمیر اور شاہی دربار اور مجلس آداب لباس و زین و سب کو اپنی گرفت میں لیتا تھا اور پھر فن شعر میں بھی اپنا کمال دکھاتا تھا۔ عبدل نے اس مثنوی میں ”اوٹوگ رتن“ سجا دیے ہیں۔ اس مثنوی میں شاعر نے ہندی اسلوب کی جگہ فارسی کو دیے کی کوشش کی ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اسے جس شخصیت کا اظہار کرنا تھا اور جس دور کی تاریخ اور تہذیب پیش کرنا تھا اس کے لئے ہندی اسلوب سبک پڑتا تھا شاعر نے اس مثنوی میں جگہ جگہ قصیدہ آرائی بھی کی ہے جس کے لئے فارسی آہنگ اور اسلوب کا سہارا ضروری تھا۔

کمال خاں رستمی کا خاور نامہ جو میں ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل مثنوی ہے یہ ایک فرضی داستان ہے جس میں ۲۲۲ ابواب آتے ہیں فارسی خاور نامہ ابن حمام نے (۸۷۵ھ - ۱۲۷۰) میں شاہنامہ فردوسی کے اتباع میں لکھا تھا اس کے تقریباً پونے دو سو سال بعد سنہ (۱۰۵۰ھ - ۱۶۴۰ء) میں رستمی نے فارسی خاور نامہ کو سامنے رکھ کر اس کا دکنی ترجمہ کیا ہے۔ یہ ادبی کام ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ہوا تھا رستمی نے بیڑھ سال کے عرصہ میں اس ترجمہ کو مکمل کیا جس کے صلہ میں ملکہ نے اسے انعام و اکرام عطا کیا یہ ترجمہ آزاد نہیں ہے بلکہ پابند ہے اس کا قصہ داستان امیر حمزہ سے ملتا جلتا ہے مگر اس مثنوی کا مرکزی کردار حضرت علیؑ ہیں۔

خاور نامہ داستانی انداز کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جس میں مذہبی رنگ کے ساتھ ساتھ مختلف کیفیات جذبات و احساسات ایقان اور ایمان کی عکاسی کی گئی ہے طویل مثنوی ہونے کے باوجود خاور نامہ (دکنی) کے زبان و بیان میں دلکشی اور دلقریبی ربط اور تسلسل ہے خاور نامہ دکنی ذخیرۃ الفاظ کا ایک خزانہ ہے۔

صنعتی محمد عادل شاہ کے دور (۱۰۳۷ھ - ۱۰۶۷ھ - ۱۶۲۸ - ۱۶۵۶) کا شاعر ہے قصہ بے نظیر میں اس نے محمد عادل شاہ کی مدح کی ہے خاور نامہ کی مقبولیت کی وجہ سے اس دور کے شاعروں میں مثنوی بڑی مقبول صنف سخن تھی صنعتی کو جب اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اسے ہرگز بزرگواری اور کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دیا اور نہ ہی اپنی کوئی یادگار چھوڑی ہے تو اس نے مثنوی

لکھنے کی ٹھکان لی۔ قصہ بے نظیر (۱۰۵۵ م ۱۶۲۵ء) میں حضرت تیمم انصاری کے حالات و واقعات لکھے ہیں یہ عجیب و غریب بلکہ ~~فحش~~ فرضی واقعات ہیں۔ جو مشنوی کی داستانوں کی فضا کو تو سنوارتے ہیں لیکن حضرت تیمم انصاری کے سوانح سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ صحتی کا کمال یہ ہے کہ اس نے بہت کچھ خیالی اور فرضی واقعات کو اپنے تحسن بیاں زور کلام اور اسلوب اور آہنگ سے صداقت کا رنگ دے دیا ہے۔

ملک خوشنود خدیجہ سلطان کے جہیز میں گو لکندہ سے بیجاپور آیا تھا اپنی ذاتی قابلیت سے اس نے سلطان بیجاپور کا تقرب حاصل کیا اور گو لکندہ میں بیجاپور کی سفارت بھی انجام دی۔ ساتھ ہی ساتھ ملک خوشنود اس دور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔ سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر اس نے امیر خسرو کی یوسف زلیخا اور بہشت بہشت کو دکن میں منتقل کیا ہے۔ جنت سنگھار امیر خسرو کی فارسی کی مشنوی بہشت بہشت کا دکن میں آزاد ترجمہ ہے۔ یہ مشنوی ۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰ء میں مکمل ہوئی۔ ملک خوشنود نے اپنے ایک شعر میں اس کا نام خود جنت سنگھار لکھ دیا ہے۔
امو لکے بدل جیوں در نگار ہے = جم اس کا ناؤں سو جنت سنگھار ہے

یہ مشنوی امیر خسرو کی بہشت بہشت کا شعر بہ شعر ترجمہ ہے جو آگے چل کر ~~بہشت~~ آزاد ترجمہ ہوتا جاتا ہے۔ جنت سنگھار ایک معرکہ الارا فارسی کا ترجمہ کا ترجمہ ہے مگر ملک خوشنود اس کے ساتھ انصاف نہ کر سکا شاید اس کی شاعرانہ طبیعت ترجمہ کی پابندی نہیں کر سکتی تھی اس لئے مشنوی کے آغاز میں لکھی حمد و نعت اور منقبت میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے اس مشنوی کا اہم کردار شاہ بہرام ہے۔ شاہ بہرام گولڈ کے بارے میں دکن میں دو مشنویاں لکھی گئی ہیں۔ دوسری مشنوی بہرام و حسن بانو کے عنوان سے امین نے نظم کی ہے جسے امین کی وفات کے بعد (۱۰۵۰ م ۱۶۳۹ء) میں ایک دوسرے شاعر دولت نے مکمل کیا۔ امین نے مقیمی کی چند ردین و مہیار سے متاثر ہو کر بہرام گور اور حسن بانو لکھی شروع کی تھی۔

یہ ایک میرے دل پر آیا خیال قصہ یک لکھوں میں مقیمی شاہ
یہ ایک عشقیہ مشنوی ہے جس میں رزم و بزم کی مختلف کیفیات قلمبند کی گئی ہیں۔ اسکا

قصہ دلچسپ اور رنگین ہے۔ اس مثنوی کی زبان فارسی اسلوب سے قریب تر ہے۔
 فتح نامہ نظام شاہ حسن شوقی کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جو جنگ تالیکوٹ
 کی فتح (۱۵۷۶ء ۱۵۷۷ء) کے موقع پر تصنیف ہوئی ہے اس مثنوی میں حسن نظام
 شاہ کو ایک فاتح کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ "فتح نامہ" میں فوجی جنگ کے بارے میں
 بہت سی معلومات اکٹھا کر دی گئی ہیں۔ یہ مثنوی ایک تاریخی مثنوی ہے جس میں اس زمانے
 کے سیاسی تہذیبی اور معاشرتی حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ
 سے شوقی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حسن شوقی کی دوسری مثنوی "میزبان
 نامہ" ہے جو سلطان محمد عادل شاہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں
 اس دور کے سماجی اور تہذیبی نقش و نگار ابھرتے ہیں۔

اس مثنوی میں حسن شوقی نے زبان و بیان کا بڑا کمال دکھایا ہے۔ سنہ
 ۱۰۳۷ھ۔ ۱۰۵۰ھ کے درمیان مہدی نے مثنوی چندر بدن و مہیار لکھی۔ اس کا قصہ
 اس زمانے میں بہت مشہور تھا اس قصہ کے متعلق شاہ بکلی نے تیرک محبوبہ میں لکھا
 ہے کہ سیسور کے راستہ میں انہوں نے ایک ایسی قبر دیکھی جس پر دو لعویزیں تمغیں
 دریافت کرنے پر لوگوں نے ایک ایسا قصہ سنایا جیسا کہ چندر بدن و مہیار کا ہے
 قصہ کی ندرت نے مثنوی میں بحسن اور شوق کو آگے بڑھایا ہے قصہ
 خالص عشقیہ ہے شاعر نے ساری توجہ قصہ پر صرف کی ہے اس کے باوجود
 مثنوی میں جذبات، احساسات اور شاعرانہ تخیل کی فراوانی ہے۔

اس قصہ کی دکن میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے
 کہ محمد باقر آگاہ کی مثنوی "غریب عشق" سید محمد والد کی مثنوی "طالب و مہوش"
 کا قصہ بھی چندر بدن و مہیار سے ملتا جلتا ہے۔ میر کی مثنوی "دریا کے عشق" اور
 مصحفی کی "بحر الحبیب" بھی کچھ اس سے ملتی جلتی مثنویاں ہیں۔ چندر بدن و مہیار میں
 دو تہذیبوں کی آمیزش ہے اسی لحاظ سے فارسی اور ہندی دو اسالیب کا امتزاج بھی
 ملتا ہے۔

عادل شاہی دور کے آخری زمانے میں نصر کی جیسا ماہر رزم و بزم شاعر پیدا
 ہوا جس نے ایک رزمیہ مثنوی گلشن عشق نظم کی اور ایک رزمیہ مثنوی علی نامہ لکھی جس کے

بعد ایک تاریخی مثنوی بعنوان تاریخ اسکندری منظوم کی
شیخ احمد گجراتی کے بیٹے محمد بن عاجز نے یوسف زلیخا (۱۰۴۶ھ - ۱۲۳۲ھ)
اور ملی مجنوں (۱۰۴۶ھ - ۱۲۳۶ھ) دو اہم مثنویاں لکھیں۔ یوسف زلیخا سلطان محمد عادل شاہ
کے ملاحظہ میں پیش کی گئی تھی۔ عاجز کی مثنوی یوسف زلیخا کی ترتیب وہی ہے جو شیخ
احمد گجراتی کی مثنوی کی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی قطب شاہی عہد کی پہلی مثنوی ہے عاجز
کی مثنوی اس سے تقریباً نصف صدی بعد کی ہے اس لئے اس میں زبان اور
اسلوب کی صفائی زیادہ ہے۔

عاجز کی دونوں مثنویاں مختصر رول اور فارسی اسلوب سے قریب تر ہیں۔ ان
دونوں مثنویوں کے کردار عربی ہیں لیکن عاجز نے انہیں ہندوستانی تہذیب اور ماحول
میں پیش کیا ہے۔ عاجز اور متقی کی مثنوی کے طرز نے بیجا پور کی مثنویوں کو اسلوب
کے اعتبار سے قطب شاہی مثنویوں سے قریب کر دیا۔ دراصل یہ تبدیلی خواہی کی مثنوی
سیف الملک و بدیع الجمال کے بعد ہی سے بیجا پور میں محسوس ہونے لگی ہے جبکہ خواہی
پر حیثیت سیر گوئلندہ سے بیجا پور گیا تھا۔

شاہ امین الدین علی اعلیٰ برہان الدین جامی کے فرزند اور خلیفہ تھے آپ نے
سلوک و معرفت کے موضوعات میں نثر اور نظم میں کئی رسائل لکھے۔ حضرت شاہ امین الدین
اعلیٰ سے کئی مثنویاں منسوب ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" نظم وجودیہ اور نظم "قریمہ"
شامل ہیں پیراں ہاشمی بیجا پور کے آخری زمانے کا ایک مشہور شاعر ہے۔ یہ بڑا پرہیزگار
شاعر تھا اس کی ایک مثنوی "یوسف زلیخا" مشہور ہے۔ اسی زمانہ کا ایک اور
شاعر ایاضی تھا جسے زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی ہیں اس کی ایک مثنوی "نبات
نامہ" ہے۔ سکندر عادل شاہ کے دور انتشار میں جو عادل شاہی عہد کا آخری حکمران
تھا دو اور مشہور شاعروں کے نام آتے ہیں ایک سیرا جس نے فارسی مثنوی
روضۃ الشہداء کو اردو میں نظم کیا اور دوسرا موسیٰ نے "مکش نامہ" میں حضرت
سید محمد جوہوری کے حالات لکھے ہیں۔

قطب شاہی عہد حکومت ۹۲۴ھ - ۱۵۱۸ء سے شروع ہوتا ہے قطب شاہی
بادشاہوں نے دکنی زبان و ادب کی دل کھول کر خدمت کی۔ گوئلندہ کے شاعروں

نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے خاص طور پر مثنویوں میں قطب شاہی شاعر
نے بڑے اہم کارنامے انجام دیے ہیں۔ یہ مثنویاں زیادہ تر مذہبی حقیقت پر مبنی
ہیں۔ اس دور کے آغاز میں محمود ملّا خانی اور فیروز کے نام ملتے ہیں لیکن مثنوی
کے میدان میں ان کے کوئی کارنامے دستیاب نہیں ہیں فیروز کا پرت نامہ "پرو فیض مسعود
خان نے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے پرت نامہ میں فیروز نے حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی کی صفہ منقبت اور اپنے مرشد شیخ ابراہیم مخدوم کی مدح کی ہے۔ پرو فیض مسعود
خان کی رائے میں پرت نامہ کوئی اہم کارنامہ نہیں ہے۔ قطب شاہی عہد کی سب
سے پہلی مثنوی جو اب تک دریافت ہوئی ہے وہ احمد گجراتی کی "یوسف زلیخا" ہے
اس مثنوی کو پرو فیض سیدہ جعفر نے مرتب کر کے ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے شیخ
احمد گجراتی کی دوسری مثنوی نیلی بھون ہے۔

شیخ احمد گجراتی محمد علی قطب شاہ کے زمانہ میں گجرات سے گوکنڈہ آیا تھا
اس کا ذکر تفصیل سے بعد میں آئے گا۔ نیلی بھون اور یوسف زلیخا کے بعد محمد علی قطب
شاہ کے عہد میں ہی بادشاہ کے انتقال سے دو سال قبل وجہی نے قطب مشتری لکھی
لکھی جو اپنے موضوع اور اسلوب کی وجہ سے دکن کی اہم مثنوی سمجھی جاتی ہے
۱۶۱۱ء میں محمد علی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب
شاہ تخت نشین ہوا۔ محمد قطب شاہ نے ہی محمد علی قطب شاہ کے کلیات مرتب کیا۔ یہ
بڑا متقی بادشاہ گزرا ہے ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء میں محمد قطب شاہ کے ترزند عبداللہ
قطب شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ عبداللہ قطب شاہ بڑا علم دوست بادشاہ
تھا اور خود بھی شاعر تھا دکنی نثر کا پہلا لازوالی نثری کارنامہ "سب رس" اسی کے
عہد میں وجہی نے انجام دیا ایران کے بڑے بڑے علماء عبداللہ قطب شاہ کے
دربار سے وابستہ تھے۔ اور دکن کے نامور شاعر وجہی خواص ابن شاطی
ہندہ طبعی حضرت شاہ راجہ جینی۔ اسی دور میں نکر سخن اور نظم نگاری میں مہر دھ
تھے۔ خواصی نے اسی عہد میں تین مثنویاں سیف الملکوک و بدیع الجمال غیاث ستی اور
طوطی نامہ لکھیں۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری نے گوکنڈہ میں اپنے مقام بنایا تھا تو
خواصی کی مثنوی سیف الملکوک و بدیع الجمال سنظمہ ۱۶۲۵ء نے شعرائے بجا پور

سے بھی اپنا لوہا منوالیا یہ مثنوی قصہ الف لمیلہ سے ماخوذ ہے خواص کی مثنوی
 مینا ستوتی ہے جو ایک فارسی داستان کا ترجمہ ہے اس مثنوی کی خصوصیت یہ
 ہے کہ اس کے کردار ہندو ہیں لیکن اپنے انداز فکر اور طرز معاشرت میں مسلمان ہیں
 اس میں خصوصیت سے عورتوں کی زبان ان کے محاورے اور ان کے مختلف کردار ملتے
 ہیں۔ خواص کی تیسری مثنوی طوطی نامہ خیار الدین غزنوی کی تصنیف فارسی طوطی نامہ
 سے ماخوذ ہے یہ مثنوی بھی محمد اللہ قطب شاہ کے عہد میں ۱۶۳۹ء میں لکھی گئی۔
 اس مثنوی کی زبان خواص کی پچھلی دونوں مثنویوں سے زیادہ سمجھی ہوئی ہے۔ اسی
 زمانے میں ابن نشا طمی نے اپنی مثنوی پھول بن منگھم کی جو بسا میں الانس سے ماخوذ ہے
 یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے اسی دور کے ایک اور شاعر احمد جلیلی نے ماہ سیکر (۱۶۵۳ء)
 کے نام سے ایک مثنوی تصنیف کی یہ بھی ایک عشقیہ داستان ہے جس میں اسلامی باول
 چھایا ہوا ہے۔ خواص کی مینا ستوتی کو اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل ہو گئی تھی
 مثنوی شاعروں نے اس قصہ کو نظم کیا ہے مہدوی نے مینا دلورنگ کے نام سے ایک مثنوی
 ۱۶۶۹ء میں فلیند کی اس مثنوی کی زبان خواص کی زبان سے زیادہ نکھر کر سہجی ہے
 قطب شاہی عہد کا آخری تاجدار ابوالحسن تانا شاہ ۱۶۷۲ء میں تخت نشین ہوا
 اس دور کی دستیاب مثنویاں عبد اللہ قطب شاہ محمد علی قطب شاہ کے عہد کی مثنویوں
 کے مقابل بہت کمزور ہیں۔ اس دور کا اہم شاعر طبعی ہے اس نے مثنوی
 ”بہرام دگل اندام“ ۱۶۷۰ء میں رقم کی یہ شاہ بہرام گور کو موضوع سخن بنانے
 والی تیسری مثنوی ہے۔ پہلی مثنوی امیر خسرو کھہشت بہشت کا دکنی ترجمہ ملک خوشنور
 کی جنت سنگھار اور دوسری امین کی ”بہرام و حسن بالو“ ہے۔ یہ دونوں مثنویاں
 عادل شاہی دور کی یادگار ہیں طبعی نے نظامی کی بیعت پیکر کا سہارا لیا ہے۔
 ”بہرام دگل اندام“ اس دور کی بہترین مثنوی کہی جا سکتی ہے جس کی فنی اور
 ادبی سطح بہت بلند ہے۔

اس دور کے ایک شاعر محب نے ”معجزہ فاطمہ“ ایک مثنوی لکھی۔
 محب کا ہم عصر ایک عالم شاعر شیخ داؤد ضیعفی بھی تھا اس نے زیادہ تر مذہبی
 کتابیں لکھی ہیں اس کی مثنوی ہدایات الہندی ایک مذہبی مثنوی ہے جس میں قرآن

۱۲
 اور حدیث کی روشنی میں تصوف کے مسائل سمجھائے گئے ہیں قطب شاہی عہد کے آخری
 زمانے میں سیوک نے جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ایک طویل مثنوی لکھی۔
 اسی کے آس پاس دو اور مذہبی مثنویاں لکھی گئیں ایک قدرتی کی طویل مثنوی
 قصص الانبیاء اور اولیاء کی قصہ ابو شحہ ہے۔ ابو الحسن آغا شاہ کے زمانے میں
 جو مثنویاں لکھی ہیں ان میں مذہبی مثنویاں زیادہ ہیں آخر میں ایک عشقیہ مثنوی فائز کی
 رضوان شاہ و روح افزار (۱۶۸۲ء) میں ملتی ہے جس کا قصہ قدیم عشقیہ داستانوں
 سے ملتا جلتا ہے۔ یہ قطب شاہی عہد کی آخری مثنوی ہے اور دکنی اردو کو رخنہ سے
 لانے والی پہلی مثنوی ہے۔ اس مثنوی سے قبل تمام مثنویوں کے عنوانات دکنی یا فارسی
 شعر میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن رضوان شاہ اور روح افزار میں فائز نے عنوانات اردو
 نثر میں دیے ہیں یہ اس کی جلد ہے۔ اس دور میں مذہبی مثنویوں کی کثرت سے اس
 ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ دور انتشار میں شاعر عام زندگی سے فرار چاہتا ہے اور اس میں
 مذہبی رجحانات بڑھ جاتے ہیں۔

دکن میں بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد جو باج ریاستیں قائم ہوئیں ان میں
 عادل شاہی اور قطب شاہی دو دکنی سلطنتوں کو لسانی اور ادبی اعتبار سے
 زبردست اہمیت حاصل ہے۔ ان حکومتوں کے بادشاہ ذی علم صاحب ذوق
 فنون لطیفہ کے شیدائی، علم موسیقی کے ماہر اور علم و فن اور شعر و ادب کے سرپرست
 تھے۔ کئی شاعر ان کے دربار سے وابستہ تھے۔ بیجاپور اور گولکنڈہ میں ہر
 صنف سخن میں ان شاعروں نے طبع آزمائی کی۔ بیجاپور میں نسبتاً زیادہ مثنویاں لکھی
 گئیں۔ مگر بیجاپور کی مثنویوں کو سمت و راہ دکھانے والی مثنویاں گولکنڈہ میں
 لکھی گئیں۔ مثلاً غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال نے مقیمی کو چند بدلتا و ہمایا
 لکھنے پر اکسایا۔ مقیمی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

تبتع خواصی کا بانڈیا ہوں میں سخن مختصر کیا کے ساندیا ہوں میں
 مقیمی کی اس مثنوی نے بیجاپور کی مثنویوں کے اسلوب و آہنگ کو بہت متاثر کیا یہاں
 سے فارسی کا اثر بیجاپور کی مثنویوں میں نمایاں نظر آتا ہے اس سے پہلے بیجاپور کا
 ادب ہندی بلکہ سنسکرت الفاظ اور ہندو صنمیات سے قریب تھا اس کی ایک وجہ

تو یہ تھی کہ بیجا پور کے شاعر شمالی ہند میں مروج فارسی لسان و ادب اور اس کے
اثرات سے محفوظ رہنا چاہتے تھے ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ تھے جو بہمنی
عہد میں شمال سے آئے تھے مگر آناً کی بجائے دکنی کہلانا پسند کرتے تھے
اس لئے بہمنی دور میں اور عادل شاہی دور میں وقتاً فوقتاً دکنی اردو سرکاری
زبان رہی جس پر مقامی اثرات زیادہ رہے۔ دوسری وجہ یہ کہ عادل شاہی
سلطنت کے بانی یوسف عادل شاہ نے بیجا پور کے ایک زمیندار کھنڈ رائے کی
لڑکی بولہ جی خاتون سے شادی کی تھی۔ اس طرح مشترکہ تہذیب اور زبان کو اس
عہد میں اپنے آغاز ہی سے فروغ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے بارے میں
تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ فارسی جانتا تھا مگر بولتا نہیں تھا اس کے برخلاف اسے
ہندی زبان، ہندو دیوالا اور ہندوستانی موسیقی سے بڑا لگاؤ تھا۔ اس نے
ہندوستانی اور ایرانی موسیقی کے امتزاج سے کئی راگیاں ترتیب دیں۔
اسے سرسوتی سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک دنیا اسے جگت گرو کہتی تھی۔
اس کے بیشتر گیتوں میں سرسوتی، اندر، شو، پاربتی، گنیش، رام کشن اور ملشن
کا بار بار ذکر آتا ہے۔ دوسری عظیم دکنی سلطنت گوکنڈہ کے بادشاہ
قراوینو قبیلہ کے ترکی النسل تھے۔ ان کے دربار میں ایران سے آئے ہوئے
مشہور و ممتاز عالم فاضل تسلیمیشوائے سلطنت میر محمد مومن استرآبادی اور
وزیر اعظم علامہ ابن خاتون آملی، مرزا محمد سعید میر حلیہ بھی تھے۔ ملا علی بن طلیوز اور
حسین آملی حکومت میں اہم عہدوں پر فائز تھے۔ یہاں کی تہذیب پر ایرانی
اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں دبستان گوکنڈہ کے ادب اور خاص طور
پر مشقویوں میں یراکرتی الفاظ کے ساتھ عربی اور فارسی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں
اسالیب آہنگ اور عروض بھی فارسی ہی ہے جبکہ عادل شاہی دور کے اداک میں
ہندی اسلوب اور عروض کی طرف زیادہ رجحان ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گوکنڈہ کی
مشقویاں آج بھی آسانی سے پڑھی جاتی اور سمجھی جاتی ہیں۔
شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا نظامی بخوی کی فارسی مشقوی یوسف زلیخا کا ترجمہ
ہے۔ دکنی کی اکثر مشقویاں طبعزاد یا تاریخی اور قرآنی قصص پر مبنی ہیں

غولامی نے گو لکندہ اسکول میں سب سے پہلے آزاد ترجموں کو رواج دیا اور فارسی عربی اور ہندی کے ادبی کارناموں سے مواد حاصل کیا۔ غوامی کی مثنوی مینا ستوتی کا پلاٹ داؤد کی اودھی نظم "چندانی" سے لیا گیا ہے۔ مثنوی "سیف الملوک" و بدیع الجہاں "مٹھری سی کمی و بیشی کے ساتھ الف لیلٰی سے ماخوذ ہے۔ اس کی تیسری مثنوی "طوطی نامہ" بخشی کے فارسی طوطی نامہ پر مبنی ہے۔ جس کی اصل سفسکت کی سیما شیکا ہے۔ عاجز کی لیلیٰ مجوں کی اصل "کی فارسی" مثنوی ہے۔ ملک خوشنوی جنت سنگار امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے۔ فارسی کی مشہور مثنویوں کی بنیاد پر ہی امین نے بہرام و حسن بانو اور طبعی نے بہرام و گل اندام لکھی۔ رستی نے اپنی مثنوی "خاور نامہ" ملک خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ابن حمام کے خاور نامہ کو سامنے رکھ کر نظم کیا۔ ہندی سے ماخوذ مثنویوں میں نصرتی کی مثنوی "گلشن عشق" کو اہم مقام حاصل ہے۔ دکنی مثنویوں میں رزمیہ اور ہزمیہ دونوں مثنویاں شامل ہیں۔ رزمیہ مثنویاں زیادہ تر تاریخی ہیں۔ ان مثنویوں میں تہذیبی عناصر کی بھی عکاسی ملتی ہے مثلاً حسن ستوتی کی فتح نامہ نظام شاہ فیروزی نامہ اور نصرتی کا علی نامہ اور عادل شاہی عہد کے ابتدائی دور کی مثنویاں ہذیبی زیادہ ہیں۔ اور گو لکندہ کے آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں مذہبی مثنویاں زیادہ ملتی ہیں۔ دکن میں عشق مثنویوں کی روایت بہت مضبوط ہے یہاں کی شعری ذخیرہ پر جذبہ عشق کی کار فرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔

دکنی مثنویوں میں دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی عکاسی کی گئی ہے۔ بیجا پور کی مثنویوں میں خاور نامہ (رستی) قصص الانبیاء (قدرتی) جنت سنگھار (ملک خوشنود) گلشن عشق (نصرتی) علی نامہ (نصرتی) یوسف زلیخا (باسمعی) اور دبستان گو لکندہ کی مثنویوں میں دجی کی تطیب مشتری غوامی کی سیف الملوک و بدیع الجہاں ابن نساہی کی بیوہاں طبعی کی بہرام و گل اندام ایسی مثنویاں ہیں جن میں دکن کی تہذیب اور طرز معاشرت کے ایک ایک پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔ دکنی مثنویوں میں شاہانہ طمطراق کے ساتھ ساتھ عوامی زندگی کو دکھ سکھ

کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں کے فنون لطیفہ اور یہاں کا ادب اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ دکنی تہذیب ہمیشہ سے قومی یکجہتی اور انسان دوستی کی منظر رہی ہے دکنی مشنویوں میں قدیم اساطیر اور ہندو دیو مالا کا ایرانی روایات اور اسلامی عناصر کے ساتھ تال میل نظر آتا ہے مثال کے طور پر مینا ستون کی کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

دہستان گوکنڈہ کے مقابلہ میں دہستان بجاپور کی مشنویاں زیادہ طویل ہیں اور یہاں قصوں پر زور دیا گیا ہے۔ گوکنڈہ کی مشنویاں نئی اعتبار سے زیادہ سلیبھی ہوئی اور صاف ہیں۔ یہاں جزئیات نگاری کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ دکن کی مشنویوں میں حقیقت نگاری کا سیلان ہے۔ قدرتی مناظر کی عکاسی جذبات نگاری، مشاہدات اور تجربات کے اظہار میں نقص اور تکلف نہیں جس کی وجہ سے یہ مشنویاں گراں اور بوجھل نہیں معلوم ہوتی۔ ان میں مقامی سادگی اور دلکشی آگئی ہے زبان اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں بھی دکنی شعراء آزاد ہیں فارسی عربی الفاظ عام زندگی میں جس طرح بولتے ہیں اسی طرح نظم بھی کرتے ہیں۔ یعنی عربی فارسی الفاظ کے صحیح تلفظ اور املا کی بجائے عام بول چال کی صوتی نظام اور اسی کے مطابق آسان املا دکنی شاعری میں رائج تھا۔ اس میں کچھ شاعرانہ مجبوریوں اور ردیف تافیہ کی پابندیوں کا بھی دخل تھا۔ دکنی مشنویوں میں ہندوستانی عورت کا تصور کھل کر سامنے آتا ہے یہ عورت اردو کی عام مشنویوں کی طرح مہجول شرم و حیا کی پیکر اور حسن و محبت کی دیوی ہی نہیں بلکہ مومنہ و محل کی مناسبت سے برے برے مردانہ کام بھی کر جاتی ہے جیسے گلشنِ عشق میں رانی، بادشاہ کے خیاب میں حکومت کا سارا کاروبار سنبھالتی ہے۔ ماں پیکر میں ماہِ سیہ لباسِ زیب تن کر کے پیکر کو دکھانے کے لئے رتن تنہا مردانہ دار نکلی پڑتی ہے۔ مشتری کو مصوری سے دلچسپی ہے اور فنون لطیفہ میں خواتین کی دلچسپی اور بہارت کی کمی اور مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ شاعروں نے دکنی مشنویوں میں اخلاق اور

پند و نصیحت کی بھی گنجائش نکال لی ہے۔ خدا کا خوف، موت کا ڈر اور اس دنیا کے فانی ہونے کا احساس دلاتے ہیں تاکہ انسانیت اور اخلاق کے حدود سے تجاوز نہ ہوئے پاسے ماحوق الفطرت کر دار اور مجر العقول حالاً بھی پیدا کرتے ہیں تاکہ تازی کی حیرت اور دلچسپی برقرار رہے۔ جو ان کے تخیل کی کار فرمائی کا نتیجہ ہے۔

دکنی مشنریوں کے ابواب اور ان کے عنوانات نارسی یا دکنی اشعار میں باندھے گئے ہیں تاہم نے غالباً سب سے پہلے ”رضوان شاہ اور روح انزاس میں ابواب کی سرخیاں دکنی نثر میں لکھی ہیں۔

دکنی مشنریوں میں واقعات اور روایات کی تکرار ملتی ہے جیسے ایک بادشاہ ہوتا ہے جسے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی ہے تو اولاد دینی۔ نجومیوں رسالوں اور جوتشیوں کی پیشین گوئی کے مطابق اولاد ہوتی ہے اور اس کو بارہ سال یا چودہ سال میں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یا پھر شہزادہ کسی دوشیزہ کو خواب میں دیکھ کر ایسا فریفتہ ہوتا ہے کہ سدھ بدھ گنوا بیٹھتا ہے۔ دھرم باکی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے راستے میں دیو پری، طوفان سمرا اور جادو کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کسی بزرگ کی دعا یا دوا کی بدولت مصیبت سے نجات ملتی ہے یا پریوں کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دکنی مشنریاں عام طور پر طریبیہ ہیں۔ وہ ایک ایسی ہیں جن کا انجام المیہ ہے جیسے چنڈن بدن و ہیار۔ سفنی خیر می اور مافوق الفطرت عوامل تصد کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ زندگی کی دشواریوں کے نمائندہ اظہار کا کام دیتے ہیں۔

ان مشنریوں کے سچ بیچ میں دیگر اصناف سخن جیسے غزل، قصیدہ، رباعی اور قطعات کا لطف بھی آتا ہے جس کی وجہ سے مشنری میں یکساں نسبت کا اکتاہٹ پیدا نہیں ہونے پاتی۔ دکنی زبان کے لسانی مطالعہ کے لئے دکنی مشنریاں بڑی عمدہ معاون ہیں۔ ان مشنریوں سے مشترکہ تہذیب کے اثرات انسان دوستی، اعلیٰ اقدار

عام انسانوں بادشاہوں درویشوں وغیرہ کی وسیع النظری اور زندگی کے دیگر مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اس انتخاب میں آٹھ دکنی مثنویوں سے ایسا انتخاب پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے دکنی مثنویوں کی خصوصیات کا صحیح اندازہ ہو سکے اور یہ انتخاب ان مثنویوں کے عمدہ حصوں پر مشتمل ہے۔

دکنی ادب کی پہلی مثنوی ہمیں بہمنی دور مثنوی کدم راؤ پدم راؤ : میں ملتی ہے۔ یہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے جسے خردین نظامی بیدری نے بہمنی خاندان کے نوین بادشاہ سلطان احمد شاہ دلی بہمنی (۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵ء) کے عہد حکومت میں لکھا ہے جس کی طرف مثنوی میں خود شاعر نے اشارہ کیا ہے۔

لقب شاہ علی آل بہمن دلی دلی تھی بہت مدد آگئی
اس مثنوی کا دنیا بھر میں صرف ایک ہی نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے مکتب خانہ خاص میں محفوظ تھا ہے اس کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کر کے ۱۹۷۳ء میں کراچی سے شائع کیا۔ یہ نسخہ ناقص الاوسط اور ناقص الآخر ہے مثنوی کا نام بھی قلمی نسخہ میں نہیں ملتا۔ اس مثنوی کے دو اہم کرداروں کے نام پراسکو کدم راؤ پدم راؤ نام دیا گیا۔ یہی نام نصیر الدین ہاشمی نے بھی اپنی کتاب "دکن میں اردو" میں لکھا ہے۔

مثنوی کے آغاز میں حمد اور نعت کے بعد مدح سلطان غلام الدین بہمنی ہے اس کے بعد مثنوی شروع ہوئی ہے شعراء عموماً وجہ تالیف کتاب کے سلسلہ میں بھی ایک باب قائم کرتے ہیں جس سے مصنف کے حالات اور مثنوی پر روشنی پڑتی ہے اس مثنوی میں چونکہ یہ حصہ نہیں اس لئے مصنف کے حالات اور وجہ تالیف کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے شاعر کے نام کا پتہ چلتا ہے عام طور پر ہر باب کے آخری شعر میں شاعر نے اپنا نام اور تخلص باندھا ہے مثلاً

کہ جسے خردین گیان ہے دیہہ مدد پدم مکھ باپنے کدم کوں بدھ

اس شتوی کے قصہ پر ہندوستانی اساطیر کی گہری چھاپ ہے۔ کدم راجہ پھر انگر کا ایک راجہ ہے اور پدم راجہ اس کا وزیر ہے۔ کدم راجہ نے ایک دن ایک اہم ذات کی ناگنی کو دیکھا جو ایک کم ذات کے کوڑیال کے ساتھ ہے تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے کوڑیال کو مار دیا ناگنی کو بھی مارنا چاہتا تھا لیکن وار اوچھا پڑا ناگنی کی دم ٹکٹ گئی اور وہ ایک جھاڑی میں چلی گئی۔ اس واقعہ سے کدم راجہ کا عورت ذات پر سے اعتبار اٹھ گیا وہ سوچنے لگا کہ عورت خواہ کتنی ہی اعلیٰ ذات کی کیوں نہ ہو قابل اعتبار نہیں۔ رانی اور وزیر پدم راجہ نے اسے بہت سمجھایا کہ دنیا میں سبھی یکساں نہیں ہوتے۔ لیکن کدم راجہ کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ اس نے جوگی لینے کی ٹھان لی تھی۔ لوگوں نے ایک بالکال جوگی انگھورنا تھ سے بادشاہ کو ملا یا۔ بادشاہ اس سے مل کر اتنا خوش ہوا کہ ایک بل بھی اس کے بغیر رہنا اسے گوارا نہ تھا۔ جوگی نے راجہ کو دھنور بھید اور امر بھید سکھا دیئے جس کی مدد سے بادشاہ اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں اپنی روح داخل کر سکتا تھا۔ تجربے کے طور پر جوگی ایک مرے ہوئے طوطے کے جسم میں اپنی روح داخل کر کے طوطا بن گیا اور پھر کچھ دیر بعد اپنے اصلی روپ میں آگیا کدم راجہ نے بھی آزمائش کی خاطر مرتے ہوئے طوطے میں اپنی روح داخل کی اور طوطا بن گیا۔ جوگی انگھورنا تھ فوراً اپنا جسم چھوڑ کر کدم راجہ کے جسم میں داخل ہو گیا۔ ایک دن طوطا اڑتے اڑتے اپنے محل میں آیا اور اپنے وفادار وزیر پدم راجہ سے مل کر اپنا حال سنایا۔ پدم راجہ کو جب طوطے کی اصلیت کا پتہ چلا اس نے انگھورنا تھ کو سوتے میں ڈس لیا وہ مر گیا۔ کدم راجہ منتر پڑھ کر پھر اپنے اصلی جسم میں آگیا اور مزے سے زندگی گزارنے لگا۔

دھنور بید اور امر بید دراصل کالا جادو ہے۔ نقل روح کا عمل اس کا ایک حصہ ہے۔ ایسے نقشے پرانے زمانے کے مشرقی اور مغربی لکے ادب میں کثرت سے ملتے ہیں۔ ہندو عقیدے کے مطابق کائنات کے تین طبقے (یعنی تریلوکی) ہیں۔

سورگ لوک برتیولک اور پاتال۔ گناہگار پاتال میں ڈال دیئے جاتے ہیں
اسی تریلک کا ذکر مشنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ
اسی مشنوی میں اسلانی روایات کی چھاپ بھی نظر آتی ہے اسلانی اساطیر اور ادبی
روایات کے تحت شاعر جبر کو ایوب کے اور سخاوت کو حاتم کے حوالے سے واضح
کرتا ہے ایک باب کے عنوان میں ”توبہ نصوح“ کا اشارہ ملتا ہے اس مشنوی کی
ساری فضا اساطیری ہے لیکن مشنوی کا ڈھانچہ فارسی مشنویوں کا ہے فارسی مشنویوں
کی طرح حمد لغت۔ اور لغت کے آخر میں منقبت خلفائے راشدین اور پھر مدح
سلطان ہے اس مشنوی کے تمام عنوانات فارسی میں ہیں اور یہ مشنوی بحر مسقارب
مشین مخزون (فعلی فعلی فعلی فعلی) میں ہے۔

کدم راؤ پدم راؤ کی زبان نہایت قدیم ہے۔ اس میں شمالی ہند کی
زبانوں مثلاً پنجابی، راجستھانی، گھڑی، اور بروج کے ساتھ علاقائی زبانوں
میں سے مرہٹی اور گجراتی کے اثرات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ اسکی لفظیات
پر پر اکرت اور سنسکرت عناصر کا غلبہ ہے اسکے باوجود عربی و فارسی الفاظ کی بھی کمی نہیں
جیسے نیت، فراش، سقا، فرشتے، جرم، گجر، شرع، دنیا، سلام وغیرہ۔ اسی طرح فارسی
ترکیب بھی بآسانی مل جاتے ہیں مثلاً لغز گفتار، کسریٰ و کئے، (اؤکلام)، سرکلاہ
سرگشتہ راہ، رو، نقش بار وغیرہ لیکن مجموعی طور پر دیکھا جائے سنسکرت تہ سم اور تہجو
الفاظ کی تعداد زیادہ ہے ان کا استعمال کہیں بڑے ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں ہندی
الفاظ کے استعمال سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اسلوب میں سادگی سلاست آجاتی
ہے۔ مثلاً دنیا جھوٹ ہے جیونا جھوٹ جان نہ کر جیو گدلانہ نیر آنکھ اس آن
گئی تھناس ناگن پراں آپ لے پراں آپ لے کر گئی پوچھ دے
سبھی کھیل اس کے کر لی ہار وہ کر نہا رجوگی نہ کرتا ر وہ
ایک ایسے زمانے میں جبکہ ابھی زبان مائع حالت میں تھی اور بحیثیت دکنی اس
کی شناخت بھی نہ ہونے پائی تھی، تھامی نے عربی الامثال محاورہ اور روزمرہ کا بھی
خوب استعمال کیا ہے۔

جنتر گھاں چھاس کھینچے جو کوئے نہ سیدھی کدھیں کوتری پونج ہوئے
 سنیاپے کہ کرتا جس دہہ جس کتے ودار بند ایک دے کھول دس
 گھر ابھی بہت جھوٹ نہ بولن جوڑ جنگل دھرت آکاس تارے نہ توڑ
 جہاں سولیں پرکھ کل کل نہ ہوئے تہاں ہوئے کل کل جہاں تار دوسے

مثنوی کدم راؤ دیم راؤ کے مطالعہ سے اردو اور پنجابی کے قدیم رشتے پر روشنی پڑتی ہے۔ خود نظامی کے نام غز دیں سے پنجابیت ٹپکتی ہے۔ اس مثنوی میں پنجابی لہجے اور الفاظ کا استعمال نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صرف ایک مصرع ملاحظہ ہو۔

ع۔ سنوے غز دیں تو بسر آ نکھیا

صیغہ مستقبل کی پنجابی علامت 'سی' بھی استعمال ہوا ہے مثلاً

ع۔ نہ رہی جو دیسے کچھ نقش نانو۔

ماضی مطلق بنانے کے لیے مصدر کا "نا" گر کر "یا" لگانے کا طریقہ پنجابی میں بھی رائج ہے۔ اور یہ طریقہ بعد کے دکنی ادب پاروں کی طرح قدیم اردو کی اس ابتدائی مثنوی میں بھی ملتا ہے۔

نر سنیا اولگ کر اس ورتمان سکھی آپنا جیو تو سب جہاں

نہ اس بھاؤ آکھور کیتا۔ بچار نہ سیرا رکھیا کھار اپنا نہ کھار

اس مثنوی میں زبان و بیان کے اڈلتے بدلتے کئی روپ ملتے ہیں جس سے

پتہ چلتا ہے کہ ابھی زبان پختہ نہیں بلکہ خام ہے اور ایسی حالت میں لسانی مطالعہ سے کچھ نتائج تو نکالے جاسکتے ہیں لیکن ان پر قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ پھر بھی مثنوی کدم راؤ دیم راؤ دکنی زبان ادب اور اسلوب و آہنگ کے مطالعہ میں اولین اہمیت رکھتی ہے

یوسف زلیخا

اب تک کی دریافت کے مطابق قطب شاہی دور کی سب سے پہلی مثنوی شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا ہے یہ وہی شیخ احمد ہے جس کی ایک اور مثنوی لیلیٰ مجنوں کا تعارف سب سے پہلے حافظ محمود شیرانی نے اور نیشنل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۲۵ء میں کر دیا ہے۔ اس مثنوی کے انہیں صرف (۴۹) اوراق ملے تھے۔ اس کا مکمل

نہ اب تک دستیاب نہ ہو سکا۔ یوسف زلیخا کا بھی ایک ہی نسخہ ہے جسے پروفیسر سیدہ جعفر نے ایک بیٹھ مقدس کے ساتھ مرتب کر کے ۱۹۸۳ء میں شائع کرایا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شیخ احمد گجراتی کے حالات زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ شیخ احمد نے اپنا نام مثنوی یوسف زلیخا میں کئی جگہ استعمال کیا ہے۔

بند احمد سو کیا ان کو سرا دے بھو دھاتوں خدا ان کو سرا دے
جو ہے احمد گمیدہ ایک بندا سونا ہے پاپا بن اس ہور دھندا
نہر اگلی فضولی بس کر احمد نہیں اس روپ کے سگار کو حد
ایک جگہ اس نے ”شیخ احمد“ بھی استعمال کیا ہے۔
جو شیخ احمد شریف اپنی زبان رکھ سر آیا سرا دن بج تا سک

ابن نشاہی نے پھولین میں اپنے جن پیشرو اساتذہ سخن کا ذکر کیا ہے اس میں مثنوی یوسف زلیخا کے شاعر کا نام بھی شامل ہے۔

نہیں اس وقت پر وہ شیخ احمد سخن کار کیجئے باندھیا سو میں سد

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے نام کے آگے شیخ بھی استعمال ہوتا تھا۔ نصیر خاں بن شیخ کمال قریشی خاں مصنف مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے حوالے سے پروفیسر سیدہ جعفر نے پورا نام ”شیخ احمد فضل اللہ“ بتلایا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

”راقبۃ المردن کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۲۶ء کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالات زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۱۹۲۶ء درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے مثنوی یوسف زلیخا کی تصنیف (۱۹۸۸ء-۱۹۸۰ء اور ۱۹۶۳ء-۱۹۵۸ء) کے وقت شاعر کا عمر بیالیس (۲۲) تا سیالیس (۷۷) سال قرار پاتی ہے۔“ (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۱۰)

جیل چاکی لکھتے ہیں کہ ”شیخ احمد گجراتی کا رہنما والا تھا جس کا ذکر اس نے اپنی ایک نزل کے مطلع میں بھی کیا ہے“

احمد دکن کے خیال ہوتیاں ہیں پر ملاحظہ
تو تو دکن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا

(تاریخ ادب اردو جلد اول صفحہ ۲۲۲)

اس مثنوی کے ایک باب ”شاعر تعریف بخت خود کر دند“ میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے
اسے خاص طور پر ”نوازش نامہ نامی“ لکھ کر بلوایا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے
میں احمد گجراتی کی شہرت گجرات سے گولکنڈہ تک پہنچ چکی تھی
کہ اس کا چاؤ شہر خاطر کوں لیا یا نوازش نامہ نامی بھیجایا

اس نوازش نامے میں ”فتح دولت“ ”منہ و حرمت“ ”امان پور امن“ ”کرم“ اور
”غنائت“ کے مضامین رقم تھے ”سودہ نامے کوں سرا ہے چڑا کر“ شاعر ”شاہ کی
خدمت کو دھمایا“۔ اسی باب میں شاعر نے گجرات میں اپنی فارغ البالی کا ذکر کیا ہے
اور اپنے علم و فضل اور کمائی غن کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ احمد گجراتی کو اہل علم کی صحبت
حاصل تھی شاعری سے قدرتی لگاؤ تھا حرف و نحو معنی و منطق علم کلام الہیات و حکمت
اصول فقہ سروض و قافیہ نجوم و طب سے اچھی واقفیت تھی۔ تلمذ اور سنسکرت کے
علاوہ فارسی اور عربی میں کمال حاصل تھا۔ وہ شاہ وجیبہ الدین علوی گجراتی کا مرید تھا
شیخ احمد نے دو مثنویوں کے علاوہ عید نامے، قصیدے، نثریں اور رباعیاں بھی لکھی ہیں
شیخ احمد کی تاریخ و نجات کا بیت نہیں چل سکا مگر ابراہیم زبیری مصنف ردقہ الملوکیہ
بیجاپور لکھتے ہیں کہ شیخ احمد گجراتی کا مزار بیجاپور میں ہے۔

پرونیسریہ جعفر کی تحقیق کے مطابق مثنوی یوسف زلیخا کا سند تصنیف ۹۸۸
م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ م ۱۵۸۵ء کے درمیان ہے (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۶۱)
اس مثنوی میں تین ہزار سات سو نو (۳۷۰۹) اشعار موجود ہیں۔

مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتی ایک رنگو اور تادرا الکلام شاعر تھا وہ لکھتا ہے

جتنے احسان ہوں گے شعر کرے کہیں مشکل نہیں نزدیک میرے

خیال و خاص طرز اں خاص لیاؤں غائب ہو بدایت لیا دیکھاؤں

بچن موتی بڑے ہو دھال دھالو جو اس میں دو جگت سمدرد دیکھاؤں

اگر تمثیل کے عالم میں آؤں مٹا اس عالم نوا عالم دیکھاؤں

شاعر نے اس مثنوی میں جزئیات نگاری پر بہت توجہ صرف کی ہے جس سے اس کے وسیع معلومات کا دور مشاہدات کا اندازہ ہوتا ہے اس کے بہترین نمونے زلیخا کی خانقاہ، عزیز مصر کے محل اور خانہ باغ کی تعمیر اور تزیین کے وقت نظر آتے ہیں۔ سراپا نگاری میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے محمد علی قطب شاہ کا سراپا بے مثال ہے۔ زلیخا کے سروپا اور پانگ سنگار کی جیتی جاگتی تصویریں کی ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں

بسیا لے تاگ سر کے بال کالے گھنگر والے کڈل آسان کھالے
پیشانی چاند آدھا لوزا دکھائے جو دیس اس تلس خدر نوے دوتے
آدھر دلال جوں مرجان جوتی دیس بتیں آتے ڈھال موتی
نیچے دو گال روشن آرمیاں دوتے جو ان کی چھان پر چند سورج ہوئے

احمد گجراتی نے خدری مناظر کی عکاسی سے زبان پر اپنی قدرت گہرے شاہد ہے اور باریک بینی کا ثبوت دیا۔ محل اور باغات کی تعمیر، زلیخا اور یوسف کی سراپا نگاری اور مناظر قدرت کی عکاسی میں شاعر نے نادر تشبیہات و استعارات سے مدد لی ہے۔

دیس وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال رہیں زنا ر جوں مل باہنہ کل گھال
جو پھولے پھولے شورنگ روپ سنگات کرے رنگس نظر بازی انصاف
قد اس کا عشق کے مندریں تھانہ پڑے نتے کوں اچا کر کے تھانہ

احمد گجراتی نے غم، خوشی، نا اوسی، غصہ، حسد، ہجر و یاس و حسرت کے جذبات کی بہترین تصویریں کھینچی ہیں زلیخا کا پرہ آگ میں جلنا اور حسرت سے ہاتھ ملنا قابلِ توجہ ہے

دیکھی پھر پھر جو اس کے پرہن لے کر تھادہ جیو پیرا آپ تن لے
نہ رنگی کری ناما رنگ کا تڑی دکھ چو نڈا کسی سورنگ ناری
رہے وہ بال بکھرے سوریشیاں کہ راپے آپ بہو تیک ہو پریشاں
انجو جس نین کی کالک لجا دیں سو کیوں وہ نین سرے سول سہاویں

سیدہ جگر کے بقول احمد گجراتی نے اس مثنوی میں اپنے عہد کی تہذیبی ثقافتی معاشرتی

منظاہر کو محفوظ کر دیا ہے۔ زیورات، لباس، پٹروں کے مختلف نام سنگار اور سامان آرائش لڑکر چاکر اور خدمت گاروں کے ناموں کی ایک ٹھوس فہرست پر دستخط سیدہ جعفر نے مقدمہ کے صفحہ ۷۷ پر دی ہے۔ پارچوں میں نین سکھ گنگا دیا، تانتا، ریشم، اٹلیس، زرینہ، حریر، زربفت اور محلی، عطریات اور خوشبویات میں کدم، انگرستوری، مشک، جڈن، کافور، مرمل اور لوبان، سنگار میں ہندی، سرمہ، کاجلی، غازی، کنگھی اور شنگرنی (سیندور) زیورات میں گوسوارے، سر بند، تاج، کمر بند، کنگن، منگنا، نرتن، آرسی پتھن، بچھوئے، لڑک، طرہ، انگوٹھیاں۔ اور خدمت گزاروں کے ناموں میں سچ، خول، حاجب، بھالدار، ساتی، سیوک، داسی، غلام، دائی، باورچی، مٹھنہ اور کوتوال۔ ان تمام تہذیبی مظاہر کو اس نے مشنری میں بڑی سادگی سے نظم کر دیا ہے جس سے عہدِ شہادت کی طلب شاہ کے معیار معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شاعر نے مقامی عناصر کو بھی یوسف زلیخا میں استعمال کر کے خوب کی اس داستان کو مقامی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ان میں پھل، پھول، چرند پرند اور درختوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

تقریباً تمام دکنی مشنریوں میں مذہبی رواداری اور یکسانیت کے گہرے نقوش ملتے ہیں۔ نرینر مسر اور زلیخا کے جلوسے کی رسم دکنی رسومات کی یاد دلاتی ہے۔

یوسف زلیخا میں شاعر نے دعویٰ کیا ہے کہ
تو اس بولال کی ڈونگائی کی نسبت مرے وہ تار سکھ گنگھ لاکت
مشنری میں حکیمانہ اخلاقی اور بصیرت افروز نکات بھی بڑی خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ قرب الامثال اور کہاوتوں کا استعمال زیادہ کیا ہے

جس کے چھار دل کے بن منیں لائے : دلے سبوں کھٹے پن کی اوچل کھائے
نرت کام اپنا کر لیونا خوب : نرت کا نٹا کھرسٹ، زیونا خوب
مہا کا کام بہتر سا رنا آج : نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج
جہاں پانی جو بیٹھ سیل دوچار : آدک ہوئے سہس گن پیاب سن پٹار
کر خدمت تھے بندے آزاد ہوتے : عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے

مثنوی یوسف زلیخا لکھتے وقت شاہ کے سامنے فارسی یوسف زلیخا کے کئی نسخے تھے مگر شاہ خسرو یا نظامی کی کسی تصنیف کی تلاش میں تھا۔ ایک دوست نے اس کی یہ مشکل جامی کی یوسف زلیخا فراہم کر کے آسان کر دی۔ جامی نے یہ مثنوی نظامی گنجوی کی مثنوی "خسرو شیریں" کے جواب میں لکھی تھی۔ احمد گجراتی نے جامی کی مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔ اس تعلق سے وہ کہتا ہے۔

ناتایح ہوں جو جامی کا کدھیں میں روایت بن کہیں تا بلع کہیں نہیں
جسے کچھ اس کا شعر ہوئے سولیاؤں زیادت شاعری کی فن دکھاؤں
معانی ہو رہبارت کی تو فتن ادک لیاؤں جسے کچھ لیا یا اچھے ان
چنانچہ مثنوی میں احمد گجراتی نے شعری محاسن کا برجستہ استعمال کیا ہے صنعت تضاد سے اس نے کثرت سے استفادہ کیا ہے۔

نہیں اس باج نس دن کوئی جاگا نہ جاگا اس نے اس بن کوئی جاگا
کدھیں عاشق کدھیں مجھوت تھی مرا تب عاشقی سب بوجہ سو
جگت میں دھیں کھٹک لیل کوئی نہوٹے کھر اسودا لیتا دے دام کھوٹے
احمد گجراتی نے تکرار لفظی سے بھی کام لے کر مثنوی کا لطف دو بالا کھڑے ہے

کہیں لاگیا گے بھار آج یہ ڈول نہ ہوئے اس ڈول کوں بانی تھے یہ ڈول
خوش تھے ٹھہک پھلپھلایا جوں پھول پھلپھلایا کہ اس جنگل میں کھیلپھلپھلایا پھول پھلپھلایا
احمد گجراتی اس مثنوی کے اسلوب کے بارے میں لکھتا ہے کہ

سو کیا ابتداء ہندی زبانوں ہو چھند چھند اُپم ہو رہضعتاں سو
عرب الفاظ اس قصے میں کم لیاؤں نہ ہوئی فارسی بھو تیک سیلاؤں

مثنوی کا اسلوب ہندی سنسکرت اور مقامی زبانوں کے الفاظ سے بنا ہے کم ہی الفاظ عربی اور فارسی کے استعمال کئے ہیں یہ بھی وہ الفاظ ہیں جو عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں اور انہیں اسی طرح لکھا ہے جیسے کہ وہ بولے جاتے ہیں یہ بھی دکن زبان کی ایک خصوصیت ہے عربی و فارسی الفاظ کو سنسکرت اور ہندی الفاظ کے ساتھ بول چال رسم الخط میں اس طرح گھلا ملا دیا ہے کہ ان کی طرف آسانی سے نظر نہیں جاتی جیسے

وہی اسحاق ابراہیم نندن جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دی
گنت تھے نیک چھلیاں باہر اس کوں پتا یوسف یکا دس پتر اس کوں
تیرے کارن بہ رسم خواستگاری سو بھیجے ہیں پرت سوں دئے بھاری

قصہ یوسف زلیخا ہر زمانے اور ہر زبان میں مقبول رہا ہے۔ کئی زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے فارسی میں جامی، خسرو نظامی، فردوسی، جیسے مشہور شاعروں نے اسے نظم کیا ہے دکن میں بھی کئی شاعروں نے اس قصہ کو مثنوی کا روپ دیا ہے مگر احمد گجراتی وہ شاعر ہے جس نے دکن میں پہلی بار اس قصہ کو نظم کیا ہے۔ یہ دکن کی پہلی مکمل عشقیہ مثنوی ہے جسے احمد گجراتی نے تمام شاعرانہ محاسن سے سجایا ہے۔

قطب مشتری : وجہی محمد علی قطب شاہ کے عہد کا ایک بلند پایہ شاعر اور مایہ ناز نثر نگار تھا۔ اس کا خاندان ایران سے آکر یہاں بس گیا تھا۔ اپنے فارسی دیوان میں اس نے ایک جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کہتا ہے ع
طبع پاک من از خراسان است

وجہی کی تاریخ پیدائش ابھی تک صحیح علم نہ ہو سکا۔ وجہی کی پہلی تصنیف قطب مشتری ہے جو ۱۰۱۸ھ میں لکھی گئی۔ قطب مشتری کی فنی خوبیوں کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا شاعر کوئی جہاں دیدہ اور تجربہ کار شاعر تھا۔ اگر اس وقت وجہی کی عمر ۵۰ اور ۵۵ سال کے لگ بھگ فرض کر لی جائے تو ۹۶۷ھ اور ۹۷۷ھ (م ۱۵۶۲ء تا ۱۵۶۷ء) کے درمیانی زمانہ میں وجہی کی پیدائش قرار دی جاسکتی ہے یہ ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ - ۹۸۱ھ (۱۵۵۰ء - ۱۵۸۰ء) کا عہد حکومت تھا۔

بقول وجہی اس کے اجداد خراسانی سے آئے تھے۔ لیکن قطب مشتری میں دکن سے جس محبت کا اس نے اظہار کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ دکن ہی میں پیدا ہوا ہوگا۔ تب ہی قنوجہ دکن سے وطن کی طرح محبت کرتا ہے

دکن ملک کوں هن عجب تاج ہے کہ سب ملک سرور دکن تاج ہے
دکن سا نہیں ٹھہار سنسار میں پنج فاضلاں کا ہے اس ٹھہار میں

دکن ہے نگینہ انگوٹھی ہے بگ
دکن ملک بھو بیج خاصا ہے
انگوٹھی کوں حرمت نگینہ سول لگ
تلنگانہ اس کا خلاصہ ہے
وجہی کا نام اسد اللہ تھا ایک فارسی شعر میں اس نے اپنا نام اور تخلص اس طرح لکھا ہے۔

اسم اسد اللہ وجہی است تخلص۔ آرائش دکانچہ بازار کارم است
اس نے اپنے تخلص کو کئی طرح لکھا ہے جیسے وجہی وجہی، دبر و چنبہ اور وجہیا
اسے عربی اور فارسی زبان اور کئی علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ساتھ ہی اسے بھارتی
زبانوں مرہٹی تلنگی اور کنڑی میں بھی دسترس حاصل تھی۔ اس کے علم و فضل اور کمال
سخن سے متاثر ہو کر محمد علی قطب شاہ نے اسے ملک الشعراء بنایا تھا۔ وہ حرف شاعر ہی
نہیں تھا بلکہ فن شعر سے بھی اچھا واقفیت رکھتا تھا۔ قطب مشرعی کے آغاز میں اپنے
معاصر شعراء کے مقابل اپنی بڑائی جتلاتی ہے۔

جے شاعرواں شاعر ہو آئینے
سو منج تے طرز شعر کا پاس گے
یوسب کہتے یوسب شعر تیں
کر بولان کدھر ہو رہی تیں
وجہی کو اپنی بڑائی کا بڑا احساس تھا۔ اپنے ہم عصر دل میں سے کسی کو وہ اپنے
برابر نہیں سمجھتا تھا۔ خواصی پر اس طرح چوٹ کرتا ہے۔
اگر غوطے لک برس خواصی کھائے
تو یک گوہر اس دھاتا ہو لک نہ پاسے
خواصاں کتے غوطے کھا کھا کے کر
موتے ہیں اس سمد میں آئے شر

محمد علی قطب شاہ کے زمانے میں وجہی قطب شاہی دربار کا ملک الشعراء تھا۔
۱۶۱۵ء میں محمد علی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا
تو وجہی کی شہرت کا چراغ بجھ گیا اور وہ گوشہ گمنامی میں چلا گیا۔ خواصی کو اس دور میں
عروج حاصل ہوا اور وہ ملک الشعراء بنا دیا گیا تھا۔

۱۶۲۵ء میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا تو پھر وجہی کے دن بھرے اور
وہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا وجہی نے طویل عمر پائی اس کی تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔
عبدالمجبار ملکا پوری لکھتے ہیں کہ وہ درگاہ برہنہ شاہ صاحب حیدر آباد میں دفن ہے۔

قطب مشتری دجہی نے محمد علی قطب شاہ کی فرمائش پر صرف بارہ دن میں لکھی تھی۔ وہ لکھتا ہے ۔

تمام اس کیا دیں بارائے سنہ یک ہزار پور اٹھارائے
یہ دجہی کی طبع آزمائی ہے۔ اس کے آغاز میں حمد سناجات، نعت ذکر معراج
اور منقبت ہے۔ ”در شرح شعر گوید“ کے عنوان سے ایک باب ہے جس میں فحاشی
پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد تعریف شعر خود گوید اور پھر مدح محمد علی قطب شاہ
ہے۔ پھر مثنوی شروع ہوتی ہے۔ قطب مشتری کا قصہ قدیم قصوں سے ملتا جلتا ہے۔ ڈاکٹر
زور کا خیال ہے کہ مثنوی قطب مشتری کا قصہ بھاگ متی اور محمد علی قطب شاہ کے عشق
کی داستان ہے لیکن مولوی عبدالحی اور بارون خاں شیروان اس خیال کی تردید کرتے
ہوئے لکھتے ہیں کہ بھاگ متی کا قصہ ایک خیالی داستان ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے بھی
اپنے ایک مضمون ”بھاگ متی اور اس کا دورِ ریاست مقررہ“ مطبوعہ ”آج کل“ جولائی ۱۹۸۲ء
میں مستند حوالوں کی روشنی میں بھاگ متی کے وجود کو خیالی کر دیا ہے۔ اس کے چھ
سال بعد کلیات محمد علی قطب شاہ کے مقدمہ میں بھی انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مثنوی
محمد علی کی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اور دجہی نے قطب مشتری میں ایک خالص خیالی اور
رومانی قصہ پیش کیا ہے جس کا محمد علی کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں (صفحہ ۸۲)
مثنوی قطب مشتری کا قصہ ایک ضمنی قصہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اصل قصہ محمد علی اور
اور مشتری کے عشق کی داستان ہے ضمنی قصہ میں مشتری کی بہن زہرہ اور مریم خاں کی داستان
عشق ہے۔ مریم خاں کو مصیبتوں سے نجات دلا کر محمد علی اسے زہرہ سے ملا دیتا ہے۔ زہرہ کا
قصہ دیر سے شروع ہوتا ہے اور اصل قصے کا ایک لازمی جزو ہو جاتا ہے اگر یہ قصہ شامل نہ
کیا جاتا تو محمد علی کے کردار کے بہت سے پہلو سامنے نہیں آتے پاتے۔ مثنوی کے تمام کرداروں
کے نام ستاروں کے نام پر ہیں جیسے قطب مشتری، عطارد، زہرہ، مہتاب اور مریم۔
مرکزی کردار قطب (محمد علی قطب شاہ) کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے کردار اس
کے اطراف گھوم رہے ہیں دجہی نے قطب کے کردار پر سب سے زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ ملا
دجہی نے قطب کی پیدائش سے لے کر اس کی شادی تک کے حالات تلخیص کئے ہیں۔ عام

داستانوں کی طرح قطب بڑی مشنوں مرادوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی جاتی ہے علم و فن کے علاوہ منہ سب گری خوش نویسی میں کمال حاصل کرتا ہے۔ ایک رات خواب میں مشتری کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو جاتا اور اس کی تلاش میں نکلتا ہے راہ میں خطرناک اتر دے، خوفناک طوفان طلسمی جنگل کے بھوتوں سے لڑ کر اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ عام طور پر داستانوں اور مشنوں میں شہزادوں کا کردار غیر فعال اور مجہول ہوتا ہے لیکن قطب کے کردار کو وجہی نے غیر معمولی طور پر فعال پیش کیا ہے وہ سحرالبیان کے بے نظیر کی طرح اپنے آپ کو حالات کے حوالے نہیں کر دیتا بلکہ اپنے لئے آپ راہیں بناتا جاتا ہے۔

مشتری اس مشن کی ہیروئن ہے جو بنگالہ کی شہزادی ہے وہ بڑی حسین و جمیل و شیرازہ ہے اسے شعر شامی و مصوری کا شوق ہے وہ عطار کی مصوری اور نقاشی کو بہت پسند کرتی ہے اور محمد علی کی تصویر پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ وجہی نے مشتری کو ایک ہرپند اور نیک سیرت عورت کے روپ میں پیش کیا ہے۔

آنچل اس مصلیٰ ہے جریل کا سبہ تل سو سحر سرائیل کا

مشتری میں قربانی خدو میں واثقار کی نسوانی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں وہ شریف اور نیک نفس ہے اور اتنی ادب شناس کہ ایک ہندوستانی عورت کی طرح اپنے سانس مسر کے پاؤں چھوتی ہے مشتری تقریباً نصف مشن کی بعد سامنے آتی ہے لیکن اپنے دلکش کردار کی وجہ سے قاری کو بہت متاثر کرتی ہے۔

عطار در قطب مشتری کا سب سے زیادہ پر اثر کردار ہے وہ جہاں گرد ہے علمی ادبی ذوق کا مالک ہے اس کی فہم و فراست مسلمہ ہے اس کا حافظہ غصیب کا ہے وہ دنیا کی دوشیزاؤں کی تصویریں بھی اپنے پاس رکھتا ہے شہزادہ قطب کے ساتھ سفر پر جانے سے پہلے اسے سفر کی نزاکتوں اور مقیموں کو سمجھاتا ہے جب شہزاد نہیں جانتا تو اسے سو دھڑکے بھیس میں سفر پر چلنے کے لئے راہی کر لیتا ہے یہاں وہ اپنے تجربات کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تجربات کی روشنی میں قطب کو محنت و محبت کی نزاکتوں اور نشیب و خیز سے آگاہ کرتا ہے بڑوں کی عظمت اور تفصیل بیان کرتا ہے عطار در حالات کی نزاکت کو

خوب سمجھتا ہے شہزادہ کو کار آمد و صحیح مشورے بھی دیتا ہے اسکی خوش بیاہی اور فکر انگیزی سے قطب مشتری کی فضا دوسری مشنوں سے مختلف ہو جاتی ہے وہ شہزادہ کی جہم میں سب سالار کا کام کرتا ہے ہمیشہ شہزادے کی نازک مزاجی اس کے وقار اور مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے عطار د شہزادے کا ایک اچھا رفیق اور تالیق ثابت ہوتا ہے۔ عطار د کا کردار اسکی سوچ بوجھ بوجھ تیزی اور موقع شناسی تمام مشنوں پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔

ملا وجہی نے قطب مشتری میں ہر ممکن جذبۂ انسانی کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے عشق میں گرفتار ہے حال یہ شہزادہ کی موثر عکاسی کی ہے اسی طرح عطار د جب شہزادے کو مشتری کی تصویر دکھاتا ہے تو وہ بے اختیار ہو کر اس تصویر کو چومنے لگتا ہے اور کہتا ہے

میرے خواب میں آئی سو یوچ ہے بچے یوں لیلہ آئی سو یوچ ہے
اسی نازکوں دیک میں بند سٹیا اسی نازکے عشق میں پوٹھٹیا

ہنگامہ کی جہم چھلانے کیلئے شہزادے کے اٹل ارادے پر عطار د روکتا ہے شہزادہ اس نصیحت پر جھنجھلا جاتا ہے شدت جذبات سے عطار د کو ڈانٹتا ہے عطار د کے ساتھ ساتھ بدھوں کو بھی ارٹے ہاتھوں لیتا ہے کہتا ہے

تو ست ہور باتاں بی تیرا ہے ست درست میں تو کہتا ہے سونا دست
نیت میں کیا ہوں اڈھر جانے کا نہیں حاجت اب تیرے سکھانے کا
بڈھیاں کون نہ کج عقل نا نام ہے بڈھیاں کا جھٹے نانو بد نام سے

مشتری کی تلاش میں نکلنے سے پہلے شہزادہ قطب مال باپ کی دُعا میں لینے جاتا ہے اس وقت ابراہیم قلی قطب شاہ بیٹے کی جدائی کے تصور سے پریشان ہے پھر بھی پند و نصیحت کرتا اور سمجھاتا ہے جذبات کے اس نازک مرحلہ کو شاعر نے بڑی خوبی سے اپنی گرفت میں لیا ہے

تو نہ سو رہے کو دور آسمان تے توں پیرا ہے نا پھر کھان تے
تو نہ شاہی گیرے بزم کا شمع ہے توں جم جو رخ تھے میرا جمع ہے

اس مشنوں میں جذبات نگاری کے مواقع زیادہ تر حسن و عشق کے درمیان پیش کئے گئے ہیں مشتری شہزادے کی تصویر دیکھ کر انا ہو جاتی ہے اس کی حیرانی دیکھ کر مہروان اسے سمجھاتی ہے کہ ”عشق بازی دھن کچھ مھنا کام نہیں“ لیکن مشتری کو مہروان دانی رکھتی

یہ کیفیت کڑوی لگتی ہے۔ شاعر شہزادے کی جدائی میں مشتری کی بے تابی اور اضطراب کا خود اس کی زبانی اظہار کرتا ہے۔

رتن تھے سوتن پیرانگارے ہوئے کہ سکھ چاند ابھو سوتارے ہوئے
ہر یک رول میرے تھی یہ جیون لگے ہٹا تھا اول سوتاں آگ ہے

وجہی نے جس قدر چاہا دستی سے عشق و محبت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے اسی نہارت سے نفرت، خوف اور غم و الم کی بھی عکاسی کیا ہے۔ بیگانگی میں شہزادے کو ایک اژدھے سے سابقہ پڑتا ہے۔ سارے ساتھی اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں ایک بار شہزادے کو دیو سے ٹرنا پڑتا ہے دیو کا غضب و غضب اور شہزادے کی بے خوفی کی واضح تصویر کھینچی ہے۔

جدائی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ وجہی نے دو پھڑپھڑے دلوں کی ملاقاتوں کے منظر میں بھی جذبات کا رنگ خوب بھرا ہے مشتری سے محمد علی کی ملاقات، مال باب کا اپنے بیٹے سے دوبارہ ملنا اور ایسے وقت جذبات کا جو سمندر دلوں میں اٹھتا ہے اور جو اضطرابی کیفیتیں سرزد ہوتی ہیں انہیں خوبی سے نمبند کیا ہے۔

وجہی کی جذبات نگاری اعلیٰ درجہ کی ہے اسے انسانی نفسیات کا گہرا علم ہے اسکو زبان و بیان پر اتنا قابو ہے کہ وہ ہر کیفیت کو صطر قرطاس پر قلموں میں پیش کر سکتا ہے۔
سقویٰ میں منظر نگاری کی بڑی اہمیت ہے۔ وجہی کے مناظر طویل ہیں لیکن پُر اثر ہیں پہلا منظر جو ہمیں ملتا ہے وہ شہزادے کا اپنے دوستوں کے ساتھ محفل طرب سمیٹا ہے جس میں مطربوں اور نغمیوں کی بد مستی اور بے خبری کی عکاسی کی گئی ہے۔

سرسرگئے ندیاں طر زبات کا گنواے جز مطرباں ذرات کا
جوہ عاقل اتھے وہ سب ہرچ ہوئے دوہاے چڑا کوچ کا کچ ہوئے
لگے مست ہوٹے مستی سنگات یکس نے سو یادیں اپر ایک بات
سو لوی کچ و دیاراں ہوئے بے خبر کر پانی پئے تھے شراب ہے مگر
یکسوں بلا ایک اڑنا لونی سوں گلے لگے تھے مست ہو جھاؤں سوں

اس منظر کو پندرہ سولہ شعروں میں وجہی نے بڑی خوبی سے پیش کیا ہے اسکے بعد شہزادے

کے خواب کا مستقبل ہے اس میں تصنیع ہے شاید اسی لئے کہ وہ خواب ہے۔ سنے کی شہزادی کے فراق میں محمد علی کے ”اس سال بھرنے“ کا منظر بھی حقیقت سے قریب ہے اس منظر میں جذبات کی عکاسی ہے شاعروں نے مناظر قدرت کے بھی مرتبہ کئے ہیں کہیں صحرائیں سمندر کہیں اژدھا قطعہ گلستان کی تصویر کش میں اس نے مقامی پھل پھول چرند اور پرند کے بال سے حقیقت کارنگا بھر دیا ہے۔ اس تصویر کے کچھ خطوط پیش ہیں۔

سو قطعہ گلستان کا وہ نہ تھا
کہ باتاں کے پردیاں کوں سب بھاڑ کر
سو فادس بیگنی ٹوٹی کیک ہنس
بھنور جھونڈا ہون میں گھنے اتھے
چمن بہشت کا بھیں پڑا تریا ا تھا
بھلاں بھانکتے تھے سراں تھار کر
پکڑا پیٹا لڑنے لگے ہنس ہنس
سو بھولاں کرے سو کھ چیتے اتھے

مشغولیوں میں سراپا نگاری کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ وجہی نے قطب مشتری میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے پیش کئے ہیں خاص طور پر مشتری کی جب قطب سے ملاقات ہوتی ہے تو اسکے صحن اور برج دھج کی تعریف میں کمال کر دکھایا ہے یہ حصہ بہت طویل ہے۔

نقطہ مرف چند شعر نمونہ پیش ہیں۔

قطب شہ سودھن یوں ووزیا اچھے
دسین یوں ادھر رنج دسن بھیکنے
دسین مانگ موتیاں گانچ سپر میں
دھڑی سوں دسین یوں دسین بات میں
کہ یوسف سوں مل جیوں زلیخا اچھے
کہ گوہرے سُننے کے حقے منے
کہ دسے ہیں تارے مگر دیر میں
کہ بجلیاں پڑیں جا کے ظلمات میں

خود کلامی کردار کو سمجھنے اور جذبات کو پیش کرنے میں جہاں مددگار ثابت ہوتی ہے وہیں قصہ میں بھی جان ڈال دیتی ہے وجہی نے قطب مشتری میں قطب کی خود کلامی پیش کر کے قطب کی دور اندیشی اور زمانے کی دورنگی پر روشنی ڈالی ہے وہ اپنے آپ سے کہتا ہے

کہ دھرتا ہوں دل میں جگجگ بات میں
نکوئی یار دلسوز محرم ہے منج
اپس سوں اپج آج محرم ہوں میں
جتنے اس زمانے سے یار نہیں
کہوں جا کے دو بات کس سات میں
نکوئی ہم نفس ہو رہدم ہے منج
اپس سوں اپج آج ہدم ہوں میں
دغا باز حبیباں چٹن ہار میں

اُنٹکوں پتیاباں بولیا نہ جائے اُنکے کئے دل کوں کھولیا نہ جائے
 پتیاباں اُنکوں کھو کیوں سگر کہ دل میں بُرے خوب ہیں مول اُپر
 دیاری میں کس دھات کا تہراچے جو میں شکر دل سے زہر اچھے
 دجہی کی سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دجہی کو ظاہری اور باطنی علوم
 میں بدھ لونی حاصل تھا اس نے زمانے کے نشیب و فراز دیکھے تھے۔ تھلپ شستری میں
 جگہ جگہ حکمت کے مضامین تلمبند کئے ہیں مثلاً بوز فھوں کی سوچ اور فکر بخش کے بھید بھانوں
 جوانی کی دیوانگی، علم و ہنر کی تذرو و منزلت، جھوٹ کی پستی اور کیم ذات کی بے وفائی اور
 خدا پر بھروسہ کرنے کے بارے میں بند و نفاہت کا ہے

عشق کیا ہے کر کے پھیلائی ہے توں گڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
 جوانی دیوانی اخل و ند نہیں جوانی پوئے بند اسے بند نہیں
 پکے باج رنگ خوب پاناں میں نہیں بڑھیاں میں کچھ ہے سوخاں میں نہیں
 ہنر ہور بخت جب ملے ایک بھار تو دولت غلام ہوو خدا ہوئے بار
 بلند مرتبہ جھوٹ تے ہوئے نیست دنیا میں نہیں سچ تے کچھ خوب نیست
 وجہ نے کئی تہذیب اور مقامی کماہر کی خوب عکاسی کی ہے۔ چرندوں اور پرندوں
 پھل پھول کے بیشمار نام گنوائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔
 گدڑ، بیل، کتا، سگ، گھوڑے، ترنگ، شیرنگ، کائی، ناگ، شیر، شہزاد، سرخشاں
 بھونور مرغ، سیرغ، طاوس، مور، باز، مری، کلنگ، طوطی، کبک، جوڑیاں، بنھشہ، گلاب، مشک
 انار، انجیر، سیب

صفت میزبانی اور بخشش کردن ابراہیم قلی شاہ کے علاوہ دیگر ابواب میں دکنی
 تہذیب اور شائستگی کے کثیر نمونے ملتے ہیں
 حسن و جمال کی رنگینیاں، تزئین و آرائش، مغل عمارتوں کی شاہ کھانوں کی قسمیں
 لباس اور زیور جالوزوں اور پرندوں کے نام موسموں کی منظر نگاری، شاہی آداب اور
 عوامی تہذیب میں روزمرہ کی جھلکیاں، ملازموں کی زبان رسم و رواج، ادب قاعدے
 جیسے مان پان، بڑوں کے پاؤں چونا، سلام کے طور طریق، جسنی آزادی، قوتِ لطیفہ سے

دلچسپیاں بہادری اور شجاعت اور فن سید گری کے نمونے خوب پیش کئے گئے ہیں قطب
مشرقی میں دیو مالائی اور اسلامی عناصر ایک دوسرے کے ساتھ بے جھگڑے نظر آتے
ہیں تشبیہ اور استعارے زیادہ تر دیو مالائے لئے گئے ہیں جیسے راون، کرشن
راکشس دیو وغیرہ عام منشیوں کی طرح قطب مشرقی میں بھی مانوق الفطرت عناصر
کی کمی نہیں ہے اڑدھا ایسا ہے جیسے کوئی بڑی چٹان، راکشس ہے تو ایسا جو کم از
کم نو بار تھیلوں کا نشتہ کرتا ہو۔

اس زمانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں کرناٹک اور گجرات کا حسن
معیاری اور مشہور تھا چین اور باچین کے علاوہ ایرانی حسن بھی پسندیدہ تھا۔
بنگال کا جا دو بھرا حسن پوری منشی کی جان ہے۔ پاکبازی اور شرم و حیا عصمت و
عفت عورت کے زیور سمجھے جاتے تھے۔

قطب مشرقی میں وطن پرستی کا جذبہ اس منشی کی وقعت کو اور بڑھا دیتا ہے
دکن کی تعریف میں وہی نے جو شعر کہے ہیں ان کا ذکر آچکا ہے۔ ان اشعار سے
صرف وہی کی دکن سے محبت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس زمانے میں دکن کی تاریخی
اور سماجی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یو کیا ہے ملک جو تجھے بھاتا
یو کیا ہے جو خاطر تیسری آؤتا
تجے میں وہاں دیوں گاہاں اے نار
سو اس دھات کے شہر ہزاراں ہزار
دکن میں سو ایسا پر یک ٹھانڈا ہے
وہی نے جاندار کا لہلہ اور زبان کے ہر موقع استعمال سے منشی کی ادبی حیثیت میں
بھی اضافہ کیا۔ عورتوں کی زبان اور لب و لہجہ کی کاٹ دیکھئے۔

خراسا برہہ بے سنا آہ ہے
سو تہی کون پھر پھر تپاتا ہے
خدا اس برہہ کا کرے گھر خراب
کہ تاقی بے آج دیتا عذاب
جو سپڑے برہ میرے دواں تھیں
رگڑ کر سٹوں دے دے پاقی تھیں
قطب مشرقی وہی نے صرف بارہ دن میں مکمل کی ہے جس سے وہی کی قادر الکلامی
کا اندازہ ہوتا ہے اس مختصر سے عرصہ میں بھی اس نے اس منشی کو زبان بیان

محاورے ردِ مرہ تر اکیب اور نادر تشبیہ و استعاروں سے سجایا ہے۔

تشبیہ اور استعارے کی چند مثالیں

کمل پھول طالب جو ہے سور کا وہ محتاج نہیں چاند کے نور کا

ہر یک خوب محبوب بُستِ فارسی بدن جیوں جلتی اچھے آرسی

سو بکھوے میں شہِ دانی کیوں اچھے کپاموتی سینہ منے جیوں اچھے

تلمیح میں وجہی نے نہ صرف عربی فارسی ادبیات سے استفادہ کیا ہے بلکہ ہندوستانی ادبیات اور اساطیر سے بھی مدد لی ہے مثلاً

ہر یک گوئی شہ کی جیوں ماہ ہے کہ اس دور میں کیش اور شاہ ہے

ہوا پر گٹ اس کا حسن یاں تلک کہ یوسف کی خوبی کون بے ریا ہے جگ

جہاں بانو دھر شہا جلتا رہے وہاں آب زم زم ابلتا رہے

انگوٹھی سلیمان کی تجھ بات میں کہ تاثیر عیسیٰ کی تجھ بات میں

وجہی کلام میں سلاست کا قائل ہے کہتا ہے

سلاست نہیں جس کمرے بات میں پڑ یا جائے کیوں جڑے کر بات میں

چنانچہ مطلبِ مشری میں سادگی اور سلاست کی وجہ سے کئی شعر اور مصرعے قریب المثل بن گئے ہیں

وجہی نے تکرارِ لفظی سے بعض جگہ بات کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔

دہی نقش تن تھا دہی نقش من دہی نقش باقی دہی نقش کن

ہوا رام میں دل میں رام نہیں پودل کیا کرے گا منجے نام نہیں

رعایتِ لفظی اور الفاظِ حسن انتخاب نے اس مثنوی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

وجہی کی اس مثنوی میں جہاں ان گنت خوبیاں ہیں وہیں کچھ عیوب بھی نظر آتے ہیں

سب رس اور تاج الحقائق کا مصنف ہے جس سے اس کی عربی دانی کا پتہ چلتا ہے

لیکن اس مثنوی میں اسے عربی الفاظ کا تلفظ اسی طرح کیا ہے جس طرح عام دکنی زبان

میں کیا جاتا ہے۔ اور ان کا اطلاق بھی بول چال کے مطابق لکھا ہے مثلاً اہلِ خام۔ وضاً

نزیک منا واتے معزز المستید صے ملتا، بخش وخت زیاست، قاضی کی بندش میں

بھی واضح خلل ملتا ہے۔ کئی مثالوں میں سے تین پیش ہیں :

دکھیا شہزادے کوں عابد اس
لوازش سوں بوجھیا وہ ناول اس
اگر پورضا تو یو دل شاد اچھے
نہیں تو سرے دن یہ سودا اچھے
تما شاد دیکھن آئے جو پھر سب
غنی ہو کدھیا آج کوں شہر سب
وجہی کی یہ مثنوی مقبول وزن
فعلون فعلون فعلون فعلون فعلون
مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں یا سنسکرت یا عربی سے۔ قطب مشہری کو سبھی مثنوی
نے ایک طبعزاد مثنوی لکھا ہے لیکن پروفیسر سیدہ جعفر پروفیسر دیو سستھالی کے حوالے
سے لکھتی ہیں۔

”و مثنوی قطب مشہری کے قصے سے مشابہت رکھنے والا ایک قصہ سنسکرت شاعر کی
بھی موجود ہے۔ یہ تقریباً ستہ کی تخلیق ہے۔ جس کا نام ”لوا سا با سانا چرتہ“ ہے
اس سنسکرت نظم میں بدھا گیتا موسوم بہ پری مالانے جو سری گنگا گیتا کا بیٹا تھا شہزادی
سسسی پر بھاگی داستان عشق بیان کی ہے۔ یہ کہانی ۱۱۰۰ کے سلاہور راجا لوا سا با سنگا
کا قصہ محبت سمجھی جاتی ہے۔

پروفیسر دیو سستھالی لکھتے ہیں کہ اس قصے میں بہت سے تاریخی حوالے
تبدیل شدہ صورت میں موجود ہیں“ (کلیات محمد علی قطب شاہ صفحہ ۸۷)
قطب مشہری اس منظم قصے کے اٹھارہ سال بعد لکھی گئی اگر وجہی نے اس
قصے سے استفادہ کیا ہے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے نقل کو اصل بنا دیا ہے قطب مشہری
پر ذرا گمان نہیں ہوتا کہ یہ قصہ کہیں سے مستعار ہے۔

وجہی قطب شاہی عہد کا ایک نامور شاعر اور عظیم نثر نگار تھا اس کی سب سے
دکنی انشا پر دازی کا ایک انمول اور پہلا نمونہ ہے۔ سب رس وجہی نے عہد اللہ
قطب شاہ کی فرمائش پر ۱۰۴۵ھ ۱۶۳۵ء میں تصنیف کی ہے۔ اس زمانے میں
محمد یحییٰ بن سبک تاجی بیٹا پوری کی تصنیف دستور عشاق کے خلاصے حسن دول کو
بڑی مقبولیت حاصل تھی وجہی نے ”حسن دول“ کو سامنے رکھ کر سب رس تصنیف کی ہے
اس قصے کے سارے کردار مثلی ہیں سب رس کے قصے کی دو تہیں ہیں ایک ظاہری جس
میں ایک عشقیہ داستان پیش کی گئی ہے اور دوسری باطنی جس میں علم باطن کی تہیں کھلتی

جاتی ہیں اس طرح سب رس میں وجہی نے عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے اس کی زبانی مبیع اور مقضیٰ ہے اس زمانے میں فارسی میں یہ طرز تحریر عام تھا وجہی نے ایک نو عمر زبان دکنی میں نثر کا یہ اسلوب پیش کر کے نہ صرف زبان و بیان پر اپنی قدرت ظاہر کی ہے بلکہ نوخیز دکنی زبان میں موجود بے پناہ لسانی اور ادبی صلاحیت اور زرخیزی کا اظہار بھی کیا ہے

سب رس کی زبان داستانوی اور رنگین ہے عبارت آرائی کے باوجود سلیس اور سادہ تحریر کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ سب رس میں وجہی نے انشاء پر دہلی کے جوہر دکھائے ہیں قصہ بیان کرتے کرتے گریز کر جاتا ہے کبھی 'دل' کی حقیقت بیان کرتا ہے کبھی 'عشق' کے بھید کھولتا جاتا ہے تو صفحے کے صفحے بھر دیتا ہے۔ اس داستان میں اخلاقی معاشق اور معاشرتی مسائل اداؤں کے عجیب اور حسن پر رائے زنی کی ہے۔ داستان کا ماحوذ پرایا ہے لیکن اس کا ماحول اپنا ہے اپنے وطن کا ہے وجہی نے اپنے عصر تہذیبی عناصر کی اس میں بڑی اچھی عکاسی کی ہے سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی بولی اور فارسی ادبیات کے علاوہ مقامی اور ہندوستانی زبانوں کے ادب سے بھی واقف رکھتا تھا اس نے جگہ جگہ آیات اور احادیث انجری فارسی اور دکنی اشعار سے سنوارا ہے عربی مقولے بھی کثرت سے ملتے ہیں مثلاً دانا یاں میں یوی چلی ہے بات العقل نصف اکرامات، صوری تے دنیا صوری تے دین مصحف کی آیت ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

سب رس میں وجہی نے ہندی دہرہ بھی درج کیا ہے۔

پنگھا ہو کر میں ڈولے ساتی تیرے جاؤ

منبر چلتے جہنم کیا تیرے لیکھیں یاؤ

سب رس میں ہیں محاورے ضرب الامثال اور روزمرہ کے قیمتی نمونے ملتے ہیں جیسے شکر کی چھری گھر گھراؤ، خونا خون، اصل سے کچھ خطا نہیں کم ذات تے دفاتیں، ادھر باقی ادھر کو ہے اس کے علاوہ دکنی کے مخصوص ضرب الامثال بھی کثرت سے ملتے ہیں سب رس کے سارے کردار تیشی ہیں مثلاً نظر، دل، ناموس، عشق، ناز، غمزہ

عشورہ ادا، رقیب، محفل، قامت حسن اور لٹ وغیرہ
 سب رس اردو میں ادبی نشر کا پہلا نمونہ ہے اس سے پہلے جو نثری تصانیف
 ملتی ہیں وہ مذہبی نوعیت کی ہیں
 وجہی کی ایک اور تصنیف کلمۃ المتحائل ہے۔ اس میں ہونیانہ خیالات پیش
 کئے گئے ہیں۔

خواصی کی پہلی مثنوی ہے اس نے تین مثنویاں
سیف الملوک و بدیع الجہال : لکھیں۔ دو اور مثنویاں مینا ستونیاں اور
 طوطی نامہ ہے مثنوی سیف الملوک خواصی نے محمد قطب شاہ کے آخر زمانے میں لکھی تھی اسکے
 انتقال کے بعد تھوڑے سے روزوں کے بعد اسے عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں پیش کیا
 خواصی گوگندہ کا ایک بڑا ہی باکمال شاعر تھا۔ اس کے حالات زندگی کا خود اس کے
 کلام سے بھی کم ہی اندازہ ہوتا ہے سیف الملوک و بدیع الجہال کے مطالعہ سے اتنا پتہ
 چلتا ہے کہ وہ محمد علی قطب شاہ کے زمانے میں ایک نو مشق شاعر تھا۔ اس کی مشق سنہی ابھی
 جاری تھی لیکن وجہی کے سامنے اس کا چراغ جل نہ سکا۔ محمد قطب شاہ کے زمانے میں
 شاعروں پر بڑی بڑی گزری۔ عبداللہ قطب شاہ کے ہمد میں شاعری کے چمن میں پھر سے
 بہار آگئی۔ خواصی سپاہی تھا اور پیرہ پر مامور تھا۔ عبداللہ قطب شاہ نے اس کی
 شاعرانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر اس کی درخواست پر پیرہ سے ہٹا دیا اور دربار
 میں جگہ دی۔ خواصی نے اپنی شاعرانہ اور ماہرانہ صلاحیتوں سے بادشاہ کے دل میں
 گھر کر لیا۔ ملک الشعراء کا خطاب دے کر ملک خوشنور کے ساتھ ۱۶۲۵ء میں گوگندہ
 کا سفیر بنا کر بھیجا۔ وہاں خواصی کی بڑی آد بھگت ہوئی اس کی مثنوی سیف الملوک نے
 بیجاپور کے شاعروں کو متاثر کیا۔

یہ مثنوی ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء میں مکمل ہوئی خواصی لکھتا ہے
 برس یک ہزار ہور پنج تیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں
 خواصی کی تینوں مثنویاں ترجمہ ہیں۔ یہ مثنوی الف لیلم سے ماخوذ ہے۔ اس میں مصر
 کے شہزادہ سیف الملوک اور جیوڑی کی شہزادی بدیع الجہال کے حسن و عشق کی داستان

ہے۔ میر سعادت علی رضوی لکھتے ہیں کہ عہد اورنگ زیب میں مرزا بدیع اصفہانی نے شمشیر خاں کا فرمائش پر اس قصہ کو فارسی میں نظم کیا جسے ”گلستہ عشق“ نام رکھا تھا سیف الملوک کا ایک نثری ترجمہ نجم الدین احمد نجم نے دلی سے ۱۸۹۲ء میں شائع کیا خواہی کا ترجمہ آزاد ترجمہ جسے شاعر نے اپنی قادر الکلامی سے طبعزاد بنا دیا ہے۔ اس منظوی کا قصہ بھی عام داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔

شہر مصر کا ایک بادشاہ تھا ایک عرصہ بعد اسکے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سیف الملوک رکھا گیا۔ جب شہزادہ بڑا ہوا تو بادشاہ عاصم نزل نے شہزادہ کو ایک آنگشتری ایک زرین کپڑا اور گھوڑا تحفہ دیا اس زرین کپڑے پر ایک خوبصورت دوشیزہ کی تصویر تھی جسے دیکھ کر شہزادہ عشق میں مبتلا ہو گیا وہ تصویر شہنشاہ ابن شاہ رخ بادشاہ اجنبی بی بی بدیع الجمال کی تصویر تھی جو گلستان ارم میں رہتی تھی شہزاد اپنے دوست ساعد کے ساتھ گلستان ارم کی تلاش میں روانہ ہوا۔ راستہ میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا لہذا ان سے لڑتے، زنگیوں سے مقابلہ کرتے اور راکشس کی قید سے نجات پا کر ایک جزیرہ میں پہنچا۔ جہاں کے لوگڑے ہاتھی کے برابر تھے ان سے بچنا چاہا تو شہر مرغ کا نشاۃ بنا وہاں ایک آردھ کے منہ سے بچ کر نکلا ایک دریا کے کنارے پہنچا وہاں اسے ایک انار ملا۔ جو کا تھا کھا لیا۔ وہ انار ایک دیہ کا تھا شہزادہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی کی مدد سے ایک اور جزیرہ پر پہنچا۔ وہاں ایک شہزادی شہر بانو سے ملاقات ہوئی جسے بدیع الجمال کا پتہ معلوم تھا۔ اس نے شہزادہ کی مدد کی۔ شہر بانو سے ان دونوں نے درخواست کی کہ وہ شہنشاہ سے سفارش کر کے ان دونوں کی شادی کروادے وہ راضی ہو کر چلی گئی اس کے غیاب میں شہزادہ سیف الملوک ایک دیو کے نیچے میں گرفتار ہو گیا۔ جب شہنشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے فوج لے کر دریا سے تلزم پر حملہ کر دیا۔ جہاں کا وہ دیو حکمران تھا۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد بدیع الجمال اور سیف الملوک کی شادی ہو گئی۔ اور وہ مصر لوٹ آئے۔ خواہی نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ اسے الف بیل سے استفادہ کیا ہے

کوڑاں کھلے سب میرے نام کے
مراجیب بلبیل ہو بولن لگیا
کھلے چھوٹے مقبوضہ کے کام کے
چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

۴۲
میرے طبع کا جھاڑ جم لیا دے یار کھلے پھول تسکوں ہزاراں ہزار
خواہی نے اس مثنوی کے قارئین اور اسلوب میں وجہی کی طلب مشتری کی پردی کی ہے
منظر نگاری کے سیف الملوک میں زیادہ مواقع تھے اس لئے وہ آج بھی سے آگے نکل گیا
پے سراپا اور جذبات نگاری میں بھی اس نے کمال دکھایا ہے۔ وجہی نے جذبات نگاری
میں حقیقت کی عکاسی کی ہے خواہی نے مبالغہ سے کام لے کر اس میں رنگ بھر دیا ہے
سراپا نگاری میں وجہی نے تفصیل سے کام لیا ہے جبکہ خواہی نے اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔
خواہی نے جن راکشش اور دیو کی تصویریں اس انداز سے کھینچی ہیں کہ جسم میں ایک
سستی سی دوڑ جاتی ہے۔

دلیسے غبار کے نادر لبداں فراخ
اجڑ ٹھکر کرے گھوڑ جو راں دو
خوش انگلیاں میں پہنا ڈلے ساز کے
انگوٹھیاں بدل آپ نے ساز کے
خواہی کی مثنوی میں تخیل کی کار فرمائی نے بڑی جان ڈال دی ہے۔ دکنی اور
اردو کی دیگر داستانوں کی طرح مافوق الفطرت عناصر اس مثنوی میں کچھ زیادہ ہی ملتے
جاتے ہیں۔ مثلاً مکوڑوں کا ہاتھی کے برابر ہونا۔ بڑے بھوت اور دانوں کی خطرناک حرکتیں
خواہی نے حیرت انگیز اور سستی خیز واقعات سے داستان کو دلچسپ بنا دیا ہے
خاص طور پر شہزادہ کا طوفان سے مقابلہ کرتا دیو سے لڑنا اور دھماکے سے دوچار ہونا کشش
اور سستی ہٹ سے دوچار کر دیتا ہے۔

خواہی نے اس مثنوی میں رزم اور نرم دونوں موتیوں کی اچھی عکاسی کی ہے جس
سے پتہ چلتا ہے کہ اسکو رزمیہ اور نرمیہ شعاعی میں مہارت اور کمال حاصل ہے نمرتی
نے اپنے اس کمال فن کے اظہار کے لئے گلشن عشق اور علی نامہ سے کام لیا تھا۔ تو خواہی
نے اس ایک مثنوی میں ہی اپنے یہ جوہر دکھا دیے ہیں۔

خواہی کے یہاں باغ اور بیابان دونوں مناظر کی تصویریں ملتی ہیں باغ کا منظر
بڑھتے وقت سحرالبیان کے مخانہ باغ کا منظر یاد آجاتا ہے۔ خواہی کے باغ میں کاغذ کے پھول
نہیں کھلتے۔ بلکہ حیدر آباد دکن جو اس زمانے میں "باغ نگر" تھا اس کی عکاسی ملتی ہے۔

اس باغ کے پھول پتے اور پھل اور ان میں چمکنے والے پرندے سب مقامی ہیں
سیف الملوک و بدیع الجہاں میں دکنی تہذیب کی بھی اسی طرح تصویر کشی
کی گئی ہے جس طرح دکنی کی دیگر مشنویوں میں کی گئی ہے۔ اس مشنوی کے مطالعہ سے
یہ انکشاف ہوتا ہے کہ فارسی قصوں کو اردو مشنوی میں دکنی تہذیب سے ہم آہنگ کر دیا
گیا۔ دکنی کی مشنویاں اپنے عہد کی تہذیب اور معاشرت کی منظوم تاریخ ہیں۔
سیف الملوک میں شاعر نے نادر تشبیہوں اور اچھوتی ترکیبوں کا استعمال
کر کے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ شہباز اور دریائے قلم کے بادشاہ کی
رہائی کے منظر میں اس نے نئی اور اچھوتی تشبیہیں استعمال کی ہیں

جو دریا ہو اُبلنے لگیا گلن اسبوکستی ہو چلنے لگیا
سراں تیرتے لہو کے سمندر تے جو دستے آتھ بڑے دھڑکتے
دھڑاں سب بیٹ موج کے ٹوٹ مار تھ دبتے نکلتے ہیننگاں کے سار

خواصی نے گوکنڈہ کے دیگر شاعروں کی طرح فارسی اسلوب کو آگے بڑھایا ہے اسکی
بحر بھی غولن غولن غول (بحر متقارب) ہے۔ جو فارسی مشنویوں کی مقبول بحر ہے
ساتھ ہی دکنی زبان کی نمایاں خصوصیات بھی اس مشنوی میں بدرجہ اتم ملتی ہیں۔ مثلاً
(ان) سے جمع بنانے کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جیسے سو جاں تشبہاں جیہاں
دلاں دزیراں شرطان وغیرہ۔

خواصی نے تذکیر و تانیث کا بھی زیادہ خیال نہیں کیا ایک ہی اسم کو مذکر بھی باندھنا
ہے اور کبھی مؤنث مثلاً
میراجیب بلب ہو بولن لگیا چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میری جیب کج کھرگ ہے آبدار سدا تیز پانی دہرے ہے شمار

ایسا نہیں ہے کہ اسے صرف فارسی اور عربی کے الفاظ سے اپنے اسلوب کو سنوارا ہے بلکہ سنسکرت
کے بھی سہل اور عام فہم الفاظ کو سیف الملوک و بدیع الجہاں میں جگہ دی ہے ہونے کے

طوریہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ 'بیس'، 'آئندہ'، 'سیس'، 'اتم'، 'دیوانی'، 'سکھ'، 'جھوگنی'، 'کارن' و غیرہ۔ — خواص کی تینوں مشنوں میں سیف الملوک کو زبان و بیان اور فنی کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔

دینا ستوتی، 'کو خواص کی پہلی مشن سمجھا جاسکتا کیونکہ اس مشن میں شاعر کے لہجہ میں انگسار اپنے آپ کو کم علم اور کم فہم سمجھتا ہے اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتا ہے، خواص کی تینوں مشنوں میں دعا خنوں کو کرنا مرے حق اور

دینا ستوتی کا قصہ اور دھرم میں منظم چندا سے ماخوذ ہے جو بہت مقبول قصہ رہا ہے سیال سا دھرم نے اسے 'مینا ست' کے نام سے لکھا ہے بنگال میں دولت قاضی نے سنی مینا داور چندرائی کے نام سے اور فارسی میں حمیدی نے 'عصمت نامہ' کے نام سے لکھا ہے خواص نے اپنی مشن کو فارسی سے ماخوذ بتایا ہے لیکن یہ مشن بھی اپنے اندر ایک انفرادی شان اور ایسے رکھتی ہے۔

دسالہ امٹا فارسی یوا دل کیا نظم دکن سے بے بدل

اس کا قصہ بہت دلچسپ ہے اس میں ہندوستانی عورت کی عظمت و فاداری اور عفت مآبی کی شکاس کی گئی ہے۔ قصہ کا ربط و تسلسل مشن کی شان ہے حالانکہ درمیان میں کچھ اور قصے آتے ہیں جنہیں دوتی سناتی ہے یا مینا لیکن یہ قصے مشن میں جذب ہو گئے ہیں انہیں علیحدہ تو کیا جاسکتا ہے مگر مشن کی دلچسپی کو برقرار نہیں رکھا جاسکتا ہے اس مشن کے دو اہم کردار ہیں اور دونوں بھی عورت کے ہیں مینا عفت چن اور دنا کی نمائندہ ہے تو دوتی مکڑ، فریب اور حرص و ہوا کی عورت ہے مینا کی ثابت قدمی، دوتی کے مکڑ کو چلنے نہیں دیتی۔ آخر خیر کی فتح ہوتی ہے اور شر کو سزا ملتی ہے۔ دوتی اور مینا کے چاندرا مکالے اس مشن کی جہاں ہیں۔

مثنوی تشبیہ استعارے، قرب الامثال کہاوتیں و روزمرہ اور 'خاورے' کا خزانہ ہے۔ اس زمانے کی عورتوں کی زبان ان کے انداز فکر اور طرز زندگی کے مطالعہ میں مینا ستوتی سے بڑی مدد ملتی ہے اس قصہ میں سادگی اور واقعہ نگاری پر زور دیا گیا ہے۔ طوطی نامہ سیف الملوک کے چودہ سال بعد یعنی ۱۰۴۹ھ ۱۶۳۹ء میں لکھا گیا ہے۔

برس یک ہزار ہورچالیس پر نو^{۴۵} ہوئے تھے یوموتیاں پرویا ہوں میں
اس کا قصہ خیار الدین بخشی کے طوطی نامہ (فارسی) سے ماخوذ ہے۔

ہوئے حضرت بخشی حج مدد دیا میں اسے تو رواج اس سنگ
خیار الدین بخشی کا طوطی نامہ خود بھی سنسکرت تصنیف شتکا سینا کا فارسی ترجمہ ہے
جس میں طوطے کی کہی ہوئی ستر کہانیاں ہیں بخشی نے باون کہانیاں لی ہیں اور خواہی
نے پینالیس کہانیاں رد و بدل کے ساتھ طوطی نامہ میں نظم کی ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کے
قیام کے بعد حیدر بخش حیدری نے گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۱۶ھ میں طوطی نامہ طوطی کہانی
کے نام سے اردو میں لکھا ہے۔

طوطی نامہ میں خواہی کی زبان سیف الملوک کے مقابلہ میں فارسی سے زیادہ متاثر
ہو گئی ہے جدید فارسی الفاظ، محاورے اور نئے کا استعمال بھی اس مثنوی میں ملتا ہے
سیف الملوک میں خواہی نے جزئیات نگاری کے جوہر دکھائے تھے اس مثنوی میں اختصار
کو ملحوظ رکھا ہے۔ لفظوں کی تراش خراش بیان کی تیزی اور زبان کی سادگی خواہی
کی اس مثنوی میں سابقہ دونوں مثنویوں سے کہیں زیادہ ہے۔ زبان و بیان کی تھگی کے
اعتبار سے یہ مثنوی سب سے آگے ہے اس کا خود نشانہ کو بھی احساس ہے کہتا ہے۔

کھیلے سخن سنج صاحب تمیز بچن کے سوئے سحر کا توں عزیز
تری طبع پر صد ہزار مرجا سپا توں ہے منظور آں عبا
اس وقت تک خواہی کی شہرت دکن سے نکل کر شمال پہنچ چکی تھی
چنانچہ میر حسن اپنے تذکرے میں خواہی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں
”خواہی تخلص در دقت جہانگیر بادشاہ بود۔ طوطی نامہ بخشی را
نظم نموده است بہ زبان قدیم نفع فارسی نفع ہندی بطور بکت
کہانی سرسری دیدہ یودم شعر آں نظم یاد نیست“

ماہ پیکر: ماہ پیکر عبداللہ قطب شاہ کے دور حکومت کی ایک اہم مثنوی ہے اس کے

شاعر احمد جیندی کے حالات زندگی نہیں ملے۔ ایک موصدک اسکے صحیح نام کا بھی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ حکیم شمس اللہ تادری نے ’اردو سے قدیم‘ میں اس کا نام شیخ احمد بتلایا ہے (صفحہ ۷) اور نصیر الدین ہاشمی نے ’ماہ پیکر‘ کے شاعر کا نام صرف ’احمد‘ لکھا ہے (دکن میں اردو صفحہ ۱۲۶) اردو شہ پارے میں ڈاکٹر زور نے علی اکبر جیندی کو ماہ پیکر کا شاعر بتلایا ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے مارچ ۱۹۸۶ء میں ماہ پیکر مرتب کر کے شائع کی ہے۔ اور دانشی شہادتوں سے ماہ پیکر کے مصنف کا نام احمد جیندی ثابت کیا ہے۔ ان اشعار کے حوالے بھی دیئے ہیں جن میں شاعر نے اپنا نام بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ مثنوی کے آغاز میں حمد کے آخری شعر میں بھی شاعر نے اپنے نام کا اسطرچ اظہار کیا ہے۔

مگر احمد جیندی بہ کریوں کرم رھوے نانوں زباں پر مجھ حرم
اسی طرح تقریباً ہر باب کے آخری شعر میں اس نے اپنے نام کا اظہار کیا ہے۔
مثنوی ماہ پیکر کے آخر میں شاعر نے ”مناجات احمد جیندی و خاتم کتاب“ میں شجرہ بیعت دیا ہے جس کی روشنی میں سیدہ جعفر نے احمد جیندی کو ہمدی فرقہ کا پیرو قرار دیا ہے۔
مثنوی کے آخر میں احمد جیندی نے اپنی مثنوی کے سہ تصنیف اور بیعت کی نشاندہی کی ہے۔

بنی کی سو پھر کا یو تھا قرار چہار سال تین بسین پر یک ہزار
کہ تاریخ دسویں محرم الحقی ہوا ختم یو نظم جول مسیحتی
اس لحاظ سے مثنوی ماہ پیکر دسویں محرم ۱۰۸۷ھ کو مکمل ہوئی ہے۔
مثنوی ماہ پیکر مقبول بحر نعلونی نعلونی بحر میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک تصنیف مثنوی ہے جسے شاعر نے اپنے دوستوں کی فرمائش پر نظم کیا ہے۔
احمد جیندی نے ایک موصدک شاعری ترکی کردی تھی اور ہم جب مثنوی لکھے آدہ ہوا۔ تو اسے یہ اندیشہ بھی لاحق ہو گیا کہ کسی کوئی دھوکہ نہ دے جائے اسے اس بارے میں بھی یقین نہیں ہے کہ یہ کام ”پختہ“ ہے یا ”خام“ اس لئے اپنے قاری

سے درخواست کرتا ہے کہ

اگر چوک پاویں گے اس میں ذرا کم و راست تم خوب اسکوں پھرا
نیکر عیب اس کا سوچو پر دھرد اگر عیب اچھے گا عفو سب کرو
رہ جانے کو پختہ کی یا خام ہے کہ ناکام ہے یا بے کام ہے

اس مثنوی کا ہر دو پیکر ہے اور ہر دین کا نام 'ماہ' ہے اسی مناسبت سے جیندی نے
اس مثنوی کا نام "ماہ پیکر" رکھا ہے۔

رکھیا ماہ پیکر شہزادہ اس بیک نام الہی توں کر اس نظم کو تمام
دو ہزار سات سو پینتیس شعر کی اس مثنوی کا قصہ اکہرا ہے قصے سے پہلے مثنوی کی
عام روایت کے مطابق حمد اور نعت بھی شامل ہیں نعت ہی کے سلسلے میں مناقب خلیفائے
راشدین بیان ہوئے ہیں پھر سبب تائیف اور دعا کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے حسن
مسندی محمود غزنوی کا وزیر ہے۔ بادشاہ اسے بہت عزیز رکھتا ہے اسے دنیا جہاں
کی نعمتیں حاصل ہیں۔ مگر اولاد سے محروم ہے۔ بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے
ایک لڑکی عطا کی جس کا نام 'ماہ' رکھا۔ اسی ملک میں ایک بڑا دولت مند تاجر رہتا تھا
جس کی کوئی اولاد نہ تھی بڑی آرزوں اور تمنائوں کے بعد ایک لڑکا پیکر پیدا ہوا۔ ماہ
اور پیکر ایک محبت میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بڑے ہوئے تو ان کے عشق کا چرچا ماں باپ تک
پہنچا اور ماہ کا مکتب چارنا موقوف ہوا۔ پیکر ایک مکڑی کیلئے سے جو ماں تھی ماہ تک
اپنے دل کا حال پہنچانے میں مدد لیتا ہے۔ دونوں کیلئے کی مدد سے ایک باغ میں ملتے ہیں۔
جہاں وہ شاد اور قرآن شریف پڑھتے ہیں ایک رات محمود غزنوی کو توہل کے بھیس میں گشت
پر نکلا تو دیکھا کہ پیکر باغ کے کھڑے پر کند ڈال کر چڑھ رہا ہے۔ اسے فوراً اگر لٹا کر
کر لیا اور ماہ پیٹ کے بعد اس کے باپ عبداللہ کے گھر لے گیا۔ عبداللہ نے سمجھا کہ اس کا بیٹا
چوری کے الزام میں گرفتار ہوا ہے تو بہت شرمندہ ہوا اور ضمانت دینے سے انکار کر دیا
تو تو ال پیکر کو لے کر آگے بڑھا راستہ میں پیکر کے درست ملک زادہ کا گھر ملا۔ پیکر نے
ملک زادہ سے تمام حال کہہ سنایا۔ ملک زادہ نے ضمانت دے کر اسے چھڑا لیا۔ اور اس
کو اپنے گھر لے گیا۔ پیکر نے تمام قصہ ملک زادہ سے کہہ سنایا تو ال پیکر کو ال ملک زادہ کے ملازموں

کے بھیس میں چھپ کر بیٹھایا۔ سارا ماجرا سن رہا تھا پیکر نے کہا، ماہ باغ میں اس کا انتظار کر رہی ہوگی تاکہ آج کے پندرہ پارے پڑھے جا سکیں اور دونوں مل کر قرآن شریف ختم کر سکیں ملک زادہ نے اجازت دی تو کوتوال بھی آنکھ بچا کر ساتھ ہولیا تاکہ پیکر کی آزمائش کر سکے کوتوال ان دونوں کی محبت اور پار سائی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صبح کے قریب پیکر نے ماہ سے رخصت چاہی اور بتایا کہ اب اسے سولی پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ حش کھاکر گر پڑی۔ صبح جب شہر میں ڈھنڈو راپٹا گیا کہ ایک چور کو دار پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ سیاہ لباس پہن کر سیاہی کے بھیس میں اس جگہ پہنچی۔ کوتوال کے بھیس میں غزنی نے چوری چوری ساری باتیں سن لی تھیں اسے معلوم تھا کہ سیاہ لباس میں کون ہے اس نے پیکر کو سولی پر چڑھانے کے بجائے دونوں کی شادی کر دی۔

مثنوی ماہ پیکر ادبی سماجی اور تہذیبی اہمیت کی حامل ہے اس مثنوی کا قصہ بھی عام مثنویوں کی طرح شروع ہوتا ہے لیکن شاعر نے قصہ کی تفصیل میں تہذیب اور بھیس کی تضاد پیدا کر کے قصہ کو دلچسپ بنا دیا ہے ایک عشقہ مثنوی ہونے کے باوجود اس کا ماحول مذہبی ہے منظر کشی جذبات نگاری اور جزئیات کی پیش کشی میں شاعر کو کمال حاصل ہے۔ پیکر کے خرقہ میں ماہ کی بے قراری کے اظہار کے لئے احمد حنیفی نے پورا ایک باب تمام کیا ہے۔ شاعر کی منظر نگاری کا کمال باغ کی آرائش زیب و زینت کے بیان میں نظر آتا ہے منظر نگاری ہو کہ جذبات نگاری شاعر نے جزئیات پر پوری توجہ کی ہے جس کی وجہ سے مثنوی طویل معلوم ہوتی ہے لیکن جزئیات کی تفصیل اور تہذیبی عناصر قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں احمد حنیفی نے بہت سارے پھل اور پھولوں کے ایسے نام گنوائے ہیں جن سے دکن کی بو باسن آتی ہے جیسے سرو انار انجیر جاس آم اناروٹ نارنگی بادام بنفشہ پھولوں میں لالہ سوسمی سمی چنبلی چنپا بٹ موگرا سینوی دونا گول سنبل نرگس جھوٹی (جھوٹی) وغیرہ۔ احمد حنیفی نے دکن تہذیب کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی پر خاص توجہ مرکوز کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے شاعر کا مقصد اولین ہی تھا کہ وہ اپنے دور کے شادی بیاہ کے رسم و رواج (پورات) لباس سجاوٹ و آرائش اور بھگت خاطر تواضع جشن اور رقص و موسیقی فریش و فریچر محقر یہ کہ مکانات اور محلوں کی سجاوٹ کو قلمبند کر لے ماہ اور پیکر

کے شادی کی رسومات کے آغاز سے لے کر میزبانی تک تہذیب و معاشرت کے رنگارنگ مرقعے نظر آتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اپنی مرتبہ شتوی کے مقدمہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں

”د احمد حیدری کی شتوی ماہ پیکر، عہد گزشتہ کے تہذیبی مظاہر کی ایک اہم دستاویز معلوم ہوتی ہے شاعر کے وسیع مشاہدے اور اس کے ثقافتی شعور نے اس شتوی میں ایک نئی ہوتی تہذیب کے نقوش کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

اگر ہم قطب شاہی تمدن کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو اس عہد گزشتہ کے تمدنی عمامہ اور ثقافتی سیلانات کا پر تو ہمیں احمد حیدری کی ماہ پیکر میں نظر آ سکتا ہے“ (ص ۱۷)

دکنی شتویوں میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے ملتے ہیں ماہ پیکر میں اس کی کھٹکتی ہے ماہ کی خوب صورتی کی ہلکی سے تصویر کشی کی گئی ہے سراپے میں تشبیہات کے استعمال سے بہت کام لیا جاتا ہے گردن اور انگلیوں کی تعریف ملاحظہ ہو جس میں ایک اچھوتا انداز ہے

گردن مرا جی کے یا مہر ہے کہ صافی میں بلور تیار ہو رہے
 کہ انگلیاں بیڑیاں پائی کی بڑیاں کہ پاپے تو بلیاں جو نازک چھلیاں

اسی طرح سیاہ لباس زیب تن کرنے اور سیاہ گھوڑے پر ماہ کے سوار ہو کر جانے کی بھی تصویر کشی ہے زیادہ تر اثر نہیں ہے۔

شتوی کے آغاز میں حیدری نے شامی ترک کر دیئے اور مشق سخن چھوڑ دیئے کا اظہار کیا تھا لیکن شتوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مشق سخن ترک کرنے کے باوجود اس کو فن پر کمال حاصل تھا زبان کی صفائی اور بیان کی روانی بے مثال ہے تشبیہات سے زیادہ استعاروں سے کام لیا ہے جس سے معنی آفرینی اور انوکھی بڑھ جاتی ہے چند مثالیں پیش ہیں۔

کری کیوں اپنی عن کوں مانی کا حال
 پڑی کیوں ہے پیاری اپنی کھولہ سود
 ہوا میں اگنی نیلے میں ساری گوں
 نزاکت میں مہر و زلفاں لے جیوں

کہ نازک ہے او بر بھونکی مثال
 نرم ہے خفیاں رونی کے مانند وجود
 دوامیں شمع ہو کر شمس دن جلوں
 بھتر کاوے تھے سو چمنال میں یوں

تشیہات اور استعارات میں جہاں اسلامی حواصل سے کام لیا ہے وہیں ہندوستانی
 عناصر سے مدد لے کر ہندوستانی تہذیب کا خوبصورت امتزاج پیش کیا ہے۔

کہ یا زلف ناگن کو نڈل گھال کر کہ بیٹھے ہے جون جھار ٹنگل لالہ پر
 کہ پتلیاں کی ہے رادت اس کے میاں کہ سوکھے کٹاری لے بیٹھے ہے داں
 کہ یا ماہ موسیٰ عکس ناگ تینوں پٹیاں پھنسا کر کہیاں جھایاں بول
 احمد جلیندی نے محاوروں قرب الامثال اور روزمرہ کا بھی بھرپور استعمال کیا ہے
 جس سے روایتی بیانی میں تیزی آگئی ہے۔

مان دینا۔ غم کھانا آس پکڑنا۔ آنسوں سٹنا۔ تشریف دینا۔ صبر پکڑنا
 باٹ دیکھنا۔ عقل کھونا۔ سینا کوٹ لینا، جیو نہ رکھنا۔ منڈی لینا۔ کلیجہ کاڑنا
 چرن دھرتا۔ ضامن لینا، دھوساڑنا

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے اس مثنوی کی فضا برا اسلامی رنگ چھایا ہوا
 ہے غالباً یہ پہلی عشقیہ مثنوی ہے جس میں تقدس اور تقویٰ کی فضا ملتی ہے حالانکہ
 اس کا قصہ مذہبی نہیں بلکہ ایک طبع آزمایی ہے۔ دوسرے عشقیہ قصوں میں ہواہوئیں
 کا عنصر بھی ہوتا ہے لیکن مذہبی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے شاعر نے موقع موقع سے
 احادیث آیات اور لمیحات سے استفادہ کیا ہے ماہ اور سپیکر فراق کے بعد ملتے
 ہیں تو فراق کی گھڑیوں کا اس طرح ذکر کرتا ہے

تیرے سوں کی قبلہ سوں منجر کام تھا چرا پاؤں منجھول سوں احرام تھا
 دوردہ اوراد تسبیح مداں تیری ناؤ کی سہل اٹھ مہج دشام
 شاعر نے آیات و احادیث کا جس طرح برمحل استعمال کیا ہے اس سے شاعر کے

علمی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ ہوں درمطرح

قراں میں سو آیت ہوا اس کوں حل الطبیعو اللہ و الطبیعو الرسول
 والی اللہ ربکم بعد رسول ھل جزاء اللہ حسن الابرار
 خدا کی سو فرائیں میں آئیا

یہ عشقوی لسانی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اس میں سنسکرت شمس اور سندھو الفاظ کا استعمال لکھا ہے برج پنجابی + درہڑی کے اثرات بھی دیگر دکنی عشقویوں کی طرح اس عشقوی میں بھی ملتے ہیں پروفیسر سید جعفر نے اس عشقوی کے مقدمے میں اس کا صوتی تجزیہ بھی کیا ہے

دکنی بلکہ اردو کی اکثر عشقویوں میں مافوق الفطرت عناصر سے دلچسپی اور حیرت کی قصا قائم کیا جاتا ہے۔ ماہ پیکر میں نہ تو میں ملتے ہیں نہ پرلیں نہ دیو نہ سحر نہ جادو اور نہ ہی پیر و کی غیر معمولی طاقت اور غیر معمولی کمالتیں اس کے باوجود عشقوی کی دلکشی میں ترقی نہیں آنے پاتا یہ عشقوی اس اعتبار سے ایک خاصے کی چیز ہے بقول سید جعفر ” احمد جیلانی کے اس شعری کارنامے کی ادبی لسانی تاریخی اور ثقافتی اہمیت مسلمہ ہے “

پاکھولین : شیخ محمد ظہیر الدین شیخ فخر الدین ابن نساہی دراصل ایک اچھا انشاور بردار تھا۔ پھولین میں شاعر نے خود اس بات

کا اظہار کیا ہے کہ اس نے شاعری میں بھی جان بوجھ کر اپنا کمال دکھایا ہے۔

اے انشا پر میرا سبیل دایم طبیعت کوں میری ہے حظِ لایم
سمجھ پر کس کوں مسیرِ الطبع ہوتا لکڑیں ایک دکھایا ہوں نمونہ
پھولین فارسی کی ایک حکایت باتیں لاش کا ترجمہ ہے۔

بچپن کے باغ کی لے یا غیبی باتیں کی کئی سو ترجمانی

یہ عشقوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی گئی۔ اس کا سترہ تصنیف ۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۵ء ہے۔ اس میں بھی روح کی تبدیلی کی مثالیں ملتی ہیں اس میں ایک قصہ عشق کے صوداگر کے بیٹے کا بیان کیا گیا ہے جسے ایک زائد کی بیٹ سے محبت ہو جاتی ہے زائد کو یہ بات بہت ناگوار گذرتی ہے وہ رنجیدہ ہو کر بد عادت بنا ہے کہ دونوں کی صورت بدل جائے دعا قبول ہوئی تو عاشق بلیل اور محبوبہ گل بن جاتی ہے آخر میں کشمیر کے بادشاہ کو اس بات کا علم ہوتا ہے تو وہ اسم اعظم کی انگوٹھی کی مدد سے انہیں اصلی حالت پر لے آتا ہے۔

دو لونی پر رسول الگو بھی کوی پھر لیا
ہوے پھر آدسیا بھی شکل سوں اور

گل و بیل کو شہ انکے منگا یا
خدا کے فیض سوں جیوں تھے اولیاد

پھولن کی ایک اور حکایت میں بھی تبدیلی جسم کا ذکر ملتا ہے ایک بادشاہ کو
جوگیوں سے بہت محبت تھی ایک جوگی نے اسے نقل روح کئے ایک منتر سکھا دیا۔
جس کے زور سے بادشاہ ہرن کا روپ دھار لیتا ہے وزیر نے بھی بادشاہ سے یہ
منتر سیکھ لیا تھا اس نے موقع پا کر منتر پڑھا اور بادشاہ کے روح سے خالی جسم
میں داخل ہو کر بادشاہ بن گیا۔ ادھر ہرن طوطی بن جاتا ہے اور اڑتے اڑتے محل
میں آکر رانی کو بتلاتا ہے کہ وہی اصلی بادشاہ ہے۔ وزیر جو بادشاہ کے روپ
میں راج کر رہا تھا اسے ملکہ نے اکسا کر وہ اپنے ہرن کا اظہار کرے اور اس قمری
کا روپ اختیار کر لے جسے ملکہ نے پیش کیا ہے وزیر نے اُدیکھا نہ تاؤ جھٹ قمری
کے روپ میں آگیا اور ادھر طوطا جو دراصل بادشاہ تھا اپنے جسم میں داخل ہو گیا۔
جسم بدلنے کے تھے دکنی مثنویوں میں دو چار جگہ اور آئے ہیں اس کا سلسلہ قدم راؤ
پدم راؤ سے شروع ہوتا ہے طوطا ہی کے طوطی نامے میں بھی روح کی منتقلی کا ذکر آتا ہے
پھولن میں قصہ در قصہ ملتی آگے بڑھتی جاتی ہے اس میں تین قصے اصلی ہیں
اور باقی ذیلی کہانیاں ہیں یہ زیادہ طویل مثنوی نہیں ۱۷۴۷ اشعار پر مشتمل ہے اس کی بحر
مطالعین مفاہیل مفعولن ہے (بحر ہزج مسدس مخدوف الاخر) یہ ایک لا جواب
مثنوی ہے جو درباری سرپرستی سے دور رہ کر لکھی گئی ہے۔ اس کا اسلوب نہایت
روان دواں ہے اور بحر ہزج۔ شاعر نے چونکہ اپنے کمال فن کے اظہار کے لئے
مثنوی لکھی تھی اس لئے اس مثنوی میں تمام ادبی خوبیوں کو بھی سمونے کی کوشش
کی ہے۔ اس مثنوی میں جہاں مناظر قدرت کا ذکر ہے وہاں اسنے بالالہ نام ان کی
جاندار تصویر کشی کی ہے۔

باغ کے منظر سے چند شعر یہ ہیں تو اس کا اندازہ ہو سکتا ہے
اٹھیا تھا بچول کا سب ہمار ہیکار بندے پھل ڈالی کے مرغال ہندو لے
کھیاں لالے کی سرے کپاں نشانیاں دے یا قوت کی ہو سرمہ دانیال

کلی ہو رہی ہوں ہل دستے تھے اس دھچک کہ جون چھپ کو کوئی کرنے رہے بات
اسی طرح جنگل چاندنی رات اور طلوع آفتاب وغیرہ کے مناظر بھی پیش
کئے ہیں۔ خوشی اور غم حیرت اور حسرت کی بھی قلمی تصویریں کھینچ دی ہیں جس سے شاعر
کی باریک بینی گہرے مشاہدے اور قدرت اظہار کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلبلی کی بیقراری
کا حال دیکھئے :

اگر اچھٹا تو ہمارے کامراتن میں اڑ کر یاں تے لے جاتا کہ برہن
کہاں وہ یادوں جو میں اس تلک جاؤں وہ انگھیاں کال جو میں اس کا دریں پاس
تراہدنی بیٹی کے حسن اور سراپے کو سوداگر کے بیٹے کی زبانی بیان کیا ہے سراپا ہے
دوستانوں کا ایک لازمی سا جز ہے اس سے اس عہد کے معیار حسن کا اندازہ بھی ہو سکتا
چتر، چچل، سرگ، کھل، سہانی نہ اس کو کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیوں میں ایک کون اسکے سر کال سرک میں دل کشانی کے اثر کال
بھول کون کیوں کہوں مخراب تھے کوہ و وکالی ہے نور خراباں کے اوپر
چندر آدھا کھل گرمیں پشانی چندر آدھا نہیں ویسا نورانی
سرایانگاری میں ابن نشاظمی نے ایک بین آنگھوں کے سرخ ڈورے تاک
رخسار ہونٹ دانت ٹھڈی کمر قد اور ہنس کی سی چال تک تعریف کی ہے بمنظر نگار
جذبات نگاری اور سراپے میں شاعر نے نادر تشبیہات استعمال کی ہیں۔ مرقع نگاری
میں پھول بن کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ مقبول اور داستانوں کی مقبولیت کا اہم عنصر
یہ بے ساختہ مرتعے بھی ہیں۔

ابن نشاظمی دربار سے وابستہ نہیں تھا۔ اسے عوامی زندگی کو قریب سے
دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ تاہم وہ شاہی اور عوامی ماحول کی کامیاب ترجمانی کرتا نظر آتا
ہے جہاں سمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچا ہے تو طلب شاہی محلات کی تصویریں
آنگھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ جذبات پر اس کی نظر بڑی گہری ہے شکار گاہ کا ذکر
کرتا ہے تو وہاں کی ایک ایک چیز پھل پھول پتے آسمان زمین دھوپ چھاؤں چرند
پرند، درند کی تفصیل بتاتا چلا جاتا ہے۔ جانوروں میں سید گوش ہاتھی چیتے ہرن چیتل

کہتے پرندوں میں باز بھری شکریاں شاہین زکما شعاریں اس طرح آیا ہے کہ کہیں تکلف یا تفتیح کا احساس نہیں ہوتا۔

ابن نشا طی نے اس عشقہ مثنوی کو صرف تفسیر طبع کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اس میں اس نے ہندو حکمت جہان بینی اور جہان داری کی بھی تعلیم دی ہے دائرہ کی لالچ میں جب بلبل جال میں پھنس جاتا ہے تو ”طبع داری“ کی مذمت میں مغلط کی شہر تیکہ دیتے ہیں اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ کئی شعر آگئے ہیں مثلاً

جو کچھ کرتا سو حق مکر تا نہیں پور ہے بات اس کے ہماری نات کی ڈور
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ نمک کھا کر نمکداروں کوں سٹھا پھوڑ
ہندو نصیحت کی تلخی کو دور کرنے کے لئے وہ قرب الامثال کہاوتوں اور محاوروں کے بر محل استعمال سے شکر گلوں دیتا ہے

کچھ ہیں جیوتے پیارا ہے شرم خدا سب کا رکھن ہارا ہے شرم
شکر بن کھائے نہیں ہوتا مٹھا کام نہیں پڑتا ہے سب بے مشورت کام
تشبیہ اور استعاروں کی ابن نشا طی کے یاس پختی نہیں۔ بنیادی طور پر چونکہ وہ ایک انشاپرور اور دانا تھا اس لئے تشبیہ کے انتخاب اور استعمال میں اس کا قلم دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

دے یوں پھول میں لالے کے کالے چو اجیوں لعل کے پیالے میں گھالے
دے ہا دن کلی ماہو کو لالا دسیا اس میں لگے تپوں مشک کالا

پھولوں کی زبان سادہ اور سلیس ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ محمد عبداللہ قطب شاہ میں کبھی جانے والی تمام مثنویوں میں پھولوں سب سے زیادہ سلیس انداز میں کبھی گئی ہے اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ایک تو اس عہد تک دکنی زبان نکھر چکی تھی دوسرے ابن نشا طی خود بھی بڑا عالم فاضل تھا اسے اپنی تادری کا احساس تھا لکھتا ہے

زمانہ نا سمجھ کر قدر میرا بچھا یا بے دلی سوں صدر میرا

تین مہینے کے عرصہ میں جب اس نے یہ مثنوی ختم کی تو اسے اندازہ ہوا کہ کوئی

اس کا قدر داں نہیں۔ تب وہ شعر و ادب کے جوہریوں یعنی قطب شاہی دور کے بلند پایہ شاعر شیخ احمد گجراتی، حسن شوقی، فیروز اور ملا خیالی کو یاد کرتا ہے کہ اگر وہ ہوتے تو میرے کلام کی داد دیتے۔

نہیں وہ کیا کر دل فیروز استاد کہ دیتا شاعری کا کچھ مری داد
اس مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے فارسی اور عربی ادبیات میں اور فن بلاغت و عروض میں کمال حاصل تھا اس لیے اپنی فارسی دانی پر بہت فخر حاصل کیا ہے۔

تجھے ہے فارسی میں دستگاہ آج نہ کہ سے ترجمہ بھی کوئی تجھ باج
یہی وجہ ہے کہ بھولیں میں فارسی کا اثر نمایاں ہے۔

گلشن عشق: گلشن عشق، علی نامہ اور تاریخ اسکندری لکھیں۔ نعتی بیجا پور کا عظیم شاعر تھا۔ اس نے تین اہم مثنویاں

نے اپنے حالات زندگی پر اپنی تصانیف میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دکن کے کسی اور شاعر نے اپنی سوانح کی طرف اس قدر توجہ نہیں کی در نہ دکنی ادب کی تاریخ کے بہت سے گوشے اور شعرا کے سوانح تشہ اور نامکمل نہ رہتے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کے والد ”سلطان جمع رکاب“ تھے اور بادشاہ کے بہت وفادار ملازم تھے۔ انہوں نے نعتی کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی ہمیشہ نعتی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ منتخب اساتذہ کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ اللہ نے ذہن رسا دیا تھا بہت جلد علوم و فنون پر اس نے عبور حاصل کر لیا۔

کچھ ایک میں سنبھالیا جب اپنا شعور کیا کر کتا بال یہ اکثر عبور
اپنے والد کے ساتھ دربار میں اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کی شہزادگی کے زمانے میں اس کا مصاحب تھا اس کی قدر افزائی نے نعتی کی شہرت کو چار چاند لگا دیے۔

مراشہ جو بوجک ہے جوہری
مری طبع کے کھن کو قابل پچھان
اوشہزادگی میں اتھہ مشہری
نہ کوئی لکھن ہے مگر اس مقابل پچھان

دھڑی ہار اکثر اثر مہر کی رکھیا مجھ طرف بہت نظر مہر کی
 روضۃ الاولیاء بیجا پور میں محمد ابراہیم بیجا پوری لکھا ہے نفرتی کے بھائی شیخ منصور
 صوفی منش انسان تھے اور علم تصوف میں کامل تھے۔ دوسرے بھائی شیخ عبدالحق
 فن سیاہ میں ماہر تھے اس طرح نفرتی ایک معزز گھرانے کا فرد تھا اسکی تاریخ
 پیدائش کا علم نہ ہو سکا۔ گلشن عشق کے مقدمہ میں پروفیسر سید محمد صاحب نے
 گلشن عشق کے ایک قدیم تعلیمی نسخے کے حوالے سے قطعہ تاریخ وفات لکھی ہے جس
 سے ۱۱۹۹ھ نکلتا ہے۔ (گلشن عشق سلسلہ پلوچہ صفحہ ۷)

قرب شمشیر سوں یہ دنیا چھوڑ جا کے جنت کے گھر میں خوش ہو رہے
 سال تاریخ آملایک نے یوں کہے ”نفرتی شہید“ ہے
 نفرتی کی قبر تنگینہ یاغ بیجا پور میں ہے۔

نفرتی کو مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں بھی کمال حاصل تھا
 اس نے غزلیں قصائد اور رباعیاں بھی لکھی ہیں۔

’گلشن عشق‘ نفرتی کی پہلی مثنوی ہے یہ ۱۰۶۸ھ ۱۰۷۱ھ ۱۰۷۲ھ میں لکھی
 گئی ہے یہ بلعزاد مثنوی نہیں بلکہ اس سے پہلے ہی قصہ شیخ متھن نے ہندی میں
 ’کتور و دمالت‘ کے نام سے لکھا ہے اسی قصے کو گلشن عشق سے تین سال پہلے
 یعنی ۱۰۶۵ھ میں عاتق خاں رازی عالمگیری نے مثنوی ’مہر و ماہ‘ کے نام قلمبند
 کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مثنوی کا قصہ اس زمانے میں مقبول خاص و عام
 رہا ہے۔ نفرتی نے اس قصہ میں چند رسین اور چٹاوتی کے قصہ کا اضافہ کر کے اپنی
 مثنوی لکھی۔ کہانی بڑی دلچسپ ہے جس میں قدیم داستانوں کے تمام لوازم سے
 استفادہ کیا گیا ہے کنگ گیر کے راجہ بکرم کے اولاد ہیں تھی۔ ایک بزرگ کا دیا ہوا
 پھل کھانے سے اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ خوبصورت بیٹا منوہر پیدا ہوا۔
 بنجومیوں کی پیشین گوئی کے مطابق چودہ برس کی عمر میں اسے ایک مصیبت سے دوچار
 ہونا پڑا۔ وہ چاندنی رات میں چاندنی پر سو رہا تھا اپنے میں سات بیویوں کا ادھر
 سے گزر ہوا۔ ہر ایک نے کہا ایسا حسن ہم نے کہیں نہیں دیکھا اور اسکا جوڑ ملنا مشکل ہے
 ایک پری نے بتلایا کہ ہمارا سن مگر کی شہزادی دمالتی ہی اس کا جوڑ ہو سکتی ہے

ساتھ پرپاں شہزادے کا تخت اڑا کر مہاراجہ نگر لے گئیں اور شہزادی کے بلنگ کے پاس رکھ دیا۔ جب دونوں کی آنکھ کھلی وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہو گئیں اور آنکھیں بالکل لیں۔ جب وہ دونوں سو گئے تو پرپاں نے شہزادے کا تخت پھر سے کنک گیر پہنچا دیا۔ شہزادہ بیدار ہو تو دہالمی کی فراق میں مضطرب ہو گیا آخر مضطرب اٹھا دکھ بھیلنا دہالمی تک چا پہنچا۔ دہالمی کی ماں کو یہ حال تو اس نے غصہ میں دہالمی کو چادر کا پانی چھڑک کر طوطی بنا دیا یہ طوطی راجہ چندر سین کے ہاتھ لگی طوطی نے اسے سارا حال سنایا طوطی کو نے کر چندر سین مہاراجہ نگر پہنچا طوطی کا چادر اتارا اور اس کی شادی کنک گر کے شہزادے سے ہو کر ہو گئی۔ چندر سین کی شادی چنیا دتی سے ہو گئی جو دہالمی کی سہیلی تھی۔

اس شادی میں نہرتی ایک بالکال شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے مناظر قدرت کی تصویر کشی اور جذبات کی عکاسی بڑی بہارت سے کی ہے۔ چاندنی رات کا منظر طوتانی کی حالتِ شام کی کیفیت برف کے ٹھٹھٹ شبہ ظلمات اور گرمی کا موسم وغیرہ اس کے علاوہ باغوں کے مناظر خوبی سے دکھاتے ہیں۔

نہرتی نے پہلی بار مثنوی میں برف باری اور پڑا کے کی سردی کا حال پیش کیا ہے

کنکر رخ پہلے کنکر چھوٹاتے دیں	خضنی رنگ سوں سونف دانے دیں
ادک دے کی سردی کا آزار ہو	نہالال اتھے تھنڈ سوں بیار ہو
دے سکتی تے ہو کو نیلی سرفراز	نہ ٹلک ہو سکے بیل کا ہت دراز
چھپاں کلپاں اوڑ ٹوپی لٹا	ہوا تھا سوا اس پر بی رخ کا غلاف
اڑتے تو پٹھن تے لکھن پر جھک	پڑے برف سوں پر ہو گولا ملک

باغ کی سجاول اور اس کی خوب صورتی کی بات تقریباً ہر ایک اردو مثنوی میں آئی ہے۔ نہرتی نے جو باغ کا منظر کھینچا ہے وہ سب سے زیادہ تفصیلی اور انوکھا ہے۔ انوکھا اس اعتبار سے کہ اس میں شاعر نے کئی قسم کے پھولیں پھولیں اور پتوں کے نام گنوائے ہیں یہ سب کے سب مقامی ہیں اس کے بعد باغ کی تزئین و آرائش نہروں اور حوضوں کا شفاف پانی باغ محل کی خشت کاری کچ چونا مر جان جیسا سرخ و سبز نرسن کی طرح کے چمکاتے دیئے دروازوں پر لٹے ہوئے زرد پرچے ان کے

نقش و نگار در و دیوار اور منقش چھت کی تفصیل بڑے ربط و تلسل اور رنگین پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ بارغ محل کا حسن ملاحظہ ہو۔

سہاد میں تصور ایں ہے مالی محل کیا جن پر خورشید کھنچ کا حل
جسے خشک کاری کوں نہیں سونا جسے گچ علاوہ چند رکا چونا
جسے سرخ چوبینہ مر جاں کے نادر جسے قطب نے خوش بلوریں عمار
دیوے زیب جن پر دل افزوز کھن لگائے سو کندن سوں خوش توڑتی
دکن کے ہاؤ شاہوں نے دکن کو ایک نئی تہذیب سے روشناس کروایا ایک
نئی تہذیب کو جنم دیا جو خالص ہندو تھی نہ خالص مسلم۔ یہ ایک مشترکہ تہذیب
تھی اس میں صرف ہندو تہذیب، ہندو آرٹ، ہندو لٹریچر نے مسلم عناصر کو جذب
کر لیا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی میں بھی تبدیلی آ گئی۔ دکن کے
شاہوں نے دکن کی اس ملی جل تہذیب اور اس تہذیب کے مختلف عوامل کا اپنے
فمن یاروں میں بالاستیعاب ذکر کیا ہے۔ انفرنی نے گلشن عشق اور علی نامہ میں
خاص طور پر اسی طرف توجہ کی ہے۔ یہاں کے پھل پھول ترقی کا یہاں جانور جزیرہ
پرند اور تعلیم و تربیت رسم و رواج، مجلس آداب، میزبانی کے طور طریق مختلف
تھو کہ جیسے موزعفر، قبولی، خشکا، پلاؤ، کھڑی، قلیہ، کوئیے، کھو (دو بازہ)
کھٹلی، بورانیاں، شوروے، کھیر اور شکر تارن، سموسے، سوچی کا طوطہ، غلیفی،
جلیبیاں، پالودہ، فرنی، جلیبیاں، روڑیاں، بتا شے، لڈو، ملیدہ، سیویاں، پیر اور
کیاب وغیرہ شادی کی رسموں کے ساتھ زینہ کی تھیں کپڑے اور لباس بھی
ایک طویل فہرست کو اشعار میں سمودیا ہے۔ اسی طرح جذبات میں خوشی، غم
حیرت، غصہ اور اضطراب کی عکاسی بعض نازک اور شدید جذباتی موقعوں پر بڑے ہی
مہذب انداز میں بات کہہ جاتا ہے۔ انفرنی نے گلشن عشق میں عورت کو ایک
اچھی بیوی، ایک مذہب ملکہ، چاہنے والی ماں اور بہادر خاتون کے روپ میں پیش کیا
ہے۔ بادشاہ جب جمعہ کروا پس آتا ہے تو خورانی کھانے کا اٹھال لا کر
کھانا کھاتی پان دیتی اور پھر دربار عائم کا لباس پہن کر روانہ کرتی ہے۔
بادشاہ جب پانچس اور رنجیدہ ہو جاتا ہے تو رانی ہنستہ دلاتی اور اس کو درویش

کی تلاش میں بھیجتے ہے۔ نفرتی نے کردار نگاری میں بڑی چابکدستی دکھائی ہے کنور
سنوہر ایک شہزادہ ہے لیکن بے عمل نہیں بخود مسندِ برہنہ بہادر اور موقع شناس
ہے راجہ بکرم اللہ سے ڈرتا اور اللہ کے بندوں پر مہربانی اور کرم کرتا
ہے عدل و انصاف اس کا شیوہ ہے۔ چندر سین دور اندیش بہادر اور بہادر
ہے۔ سراپا نگاری میں بھی غوامی کمال دکھایا ہے

مثنوی میں سبب سے اہم چیز قصہ کا ربط و تسلسل ہے۔ نفرتی نے گلشنِ عشق
میں اس کا بڑا لحاظ رکھا ہے ایک ایک واقعہ موتی کی لڑی کی طرح جڑا ہوا ہے۔
اسی ربط و تسلسل کا جادو ہے کہ قصہ کے دوران جب غیر مرئی واقعات پیش آتے
ہیں یا جن دیر یوں کا ذکر آتا ہے تو قاری کو اچھا نہیں ہوتا۔ ایسے واقعات
جز و مثنوی بن کر ساگئے ہیں۔ تمام مثنوی میں مناظر اور تہذیبی عناصر کی پیش کشی
میں لوات کو ملحوظ رکھا ہے اور واقعات کی ترتیب میں اختصار سے کام لے کر
قاری کو اکتاہٹ سے بچایا ہے۔ جگہ جگہ نخل کی کار فرمائی نظر آتی ہے وہ لکھا ہے کہ
کہیں چپ روایت کیا حسب حال کہیں طبع کے لئے چلیا خوش خیال
رجی غوامی اور مہر کی وجہ سے دکنی مثنویوں میں نمایاں تبدیلیاں آئی
ہیں خاص طور پر بیجا پور کے شعرا نے فارسی اسلوب و آہنگ سے اپنی مثنویوں کو سجا رہے
یہی گلشنِ نفرتی نے گلشنِ عشق میں بھی کی ہے۔ کہتا ہے:

وگر شعر ہندی کے بعضے ہنر نیکے ہیں لیا فارسی مثنویوں سنور

فصاحت میں گرنارسی خوش کلام دھڑے فخر ہندی پر دمام

میں اس دو ہنر کے خلاصیاں کو لیا کھیا شعر ایسا دونوں میں ملا

دیوین دادسن فارسی شعر دل چہ ہندی سے بی کہیں دل سول ہا

ہندی اور فارسی کے امتزاج کی وجہ سے قصہ کی دلکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔
ہندی کے نرم اور عام فہم الفاظ کے ساتھ عربی و فارسی کے سہل اور آسان الفاظ سے
مثنوی کی لڑیوں کو گوندھا ہے اکثر اشعار تو ایسے سادہ اور سلیس ہیں کہ ان پر آج
کا گمان ہوتا ہے نفرتی نے تشبیہ اور استعاروں کے استعمال اور انتخاب میں بھی اپنی
فنکاری کا مظاہرہ کیا ہے خاص طور پر منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں اس نے

تشبیہوں اور استعاروں سے زندگی بھر دی ہے۔
 صدقاتی سول چندنی کی چادر دل رنج جھلکتی تھی جھین صاف ایرک بنی
 بقیتی جو یاقوت بھی یاد آئے انارک کے دانے دکھتے دھنک لکھا
 شہزادی عدالتی کی تلاش کے سلسلہ میں کوئی دھڑے ٹکڑے کے نام گناے ہیں جس سے
 نفرتی کی باشعوری کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام مالک سے
 یقیناً اس زمانے میں بیجا پور کے سیاسی سماجی اور تجارتی تعلقات رہے ہوں گے۔
 نفرتی نے خوب صورت تراکیب تشبیہ استعاروں غریب الامثال اور کہاوتوں
 سے بھی کام لیا ہے۔ مگر ان کے شاعروں میں ایک بات کا برابر احساس ہوتا ہے کہ وہ شہزی
 کے درمیان جہاں بھی موقع ملتا ہے پند و نصیحت اور دانش و حکمت کے صفائیں باندھ
 جاتے ہیں:

بڑے درد میں کامے درد اشتیاق ادک مرگ تے کیں تو سچ ہے فراق
 کو کرتے رہو شکر مرود دگار کہ یک دکھ پھیں دے خوشیاں کئی نزار
 نفرتی کی اس مثنوی کا وزن "نعلین نعلین نعلین" ہے۔ ہر باب کا عنوان
 بھی ایک شعر ہے یہ نفرتی کی ایک جدت ہے جسے علی نامہ میں بھی اس نے ملحوظ رکھا
 ہے۔ ہر باب کے پہلے شعر سے سارے باب کی کیفیت اور غزل جاتی ہے یہاں بھی نفرتی نے
 جدت کی ہے۔ گلشن عشق میں شاعر نے رزم اور بزم کے رنگ ابھارے ہیں
 نفرتی کی رزمیہ مثنوی علی نامہ ہے جسے اس نے دکن کا شاہ نامہ

علی نامہ: کہا ہے

کہا ہوں سخی محقر بے تحمان سر لہ شاہ نامہ دکن کا ہے چچان
 یہ مثنوی بھی نفرتی نے علی عادل شاہ کے عہد میں ۱۶۵۷ء میں لکھی اسی مناسبت سے
 "علی نامہ" اس کا نام رکھا۔ علی عادل شاہ کا عہد ۱۶۵۷ء سے شروع ہو کر ۱۶۷۲ء پر ختم
 ہوتا ہے۔ علی نامہ میں اس عہد کے ابتدائی دس سال کی تاریخ ہے۔ ان دنوں شیواجی کے سپہ
 حملوں نے بیجا پور کی سیاسی اور معاشی حالت کو تباہ کر دیا تھا۔ اس جنگ میں علی عادل شاہ
 اور اس کے سپہ سالار خواص خان کی مرہٹوں کی فوج سے لڑائی اور جنگ و جدل کے مرتب پیش
 کیے ہیں گلشن عشق کی طرح اس مثنوی کا آغاز حمد و ثناء، نعت اور منقبت سے ہوتا۔

”سبب نظم کتاب“ کو علی نامہ کا دیباچہ کہا جاسکتا ہے۔ اس باب میں علی نامہ کی تعریف اور تعارف و دولوں شامل ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مثنوی صرف رزمیہ ہی نہیں بلکہ رزمیہ بھی ہے۔
تسہیں ہے ہر رزمیہ دل نشیں سرنگ صدر ہر رزمیہ ہے لعلیں
علی عادل شاہ کی مدح کے بعد ملک دکن میں سیواچی کی فتنہ انگیزی کی تفصیل دی ہے
سیواچی کی سرکوبی کے لیے صلاحیت خاں کو بھیجا گیا۔ صلاحیت خاں کے بعد خود بادشاہ میدان جنگ
میں اترے اور پٹالہ کی فتح ہوئی جس کی ایک قطعہ میں تاریخ نکالی ہے۔ جنگ پٹالہ کے
بعد جنگ پٹالہ اس کے بعد کئی اور جنگوں کا حال ہے۔ ہر کامیابی کے بعد نعتی نے ایک
قصیدہ لکھا ہے اس طرح اس میں سات قصیدے شامل ہیں۔ اس مثنوی کو نعتی نے
دکن کا ”شاهینامہ“ کہا ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ علی نامہ علی عادل شاہ کے دور
کی مختصر تاریخ ہے جس میں اس کی جنگوں کا حال ہے۔ دوسری یہ کہ اس کا انداز بالکل
ایران ہے اس مثنوی میں نعتی ایک عظیم اور باجمالی شاعر نظر آتا ہے۔
اس مثنوی میں اس نے فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اس میں اسلوب
کے اعتبار سے عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے ہیں اور ساتھ ہی سنسکرت
کے بہت سارے تہ سم لفظوں کا بھی استعمال کیا ہے زبان و بیان کے وسیع ذخیرے کے ساتھ
جیہ وہ دکنی زبان کی مخصوص تعلیقات بھی برتا ہے تو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ ”آنمختار نصر من اللہ
بیت الشرف شب فزین“ درج خصوصیات جو ہر زبان فقیر گشت شمشیر برداری زاغہ و زخار
صورت حرام شغال و گرگ ملک ملک اندر ایسی ہی کہ کہ ایک دکنی کی خصوصیات لسانی
خصوصیات کے ساتھ چند ایک دکنی الفاظ ملاحظہ ہوں، ”نرنگاں“ ”انٹاں“ ”انٹیاں“ ”صدران
مہندیال“ ”دک“ ”جھنڈا“ ”تالوں“ ”لچے“ ”رھیا“ ”سکھا“ ”نچھہ۔“
نعتی نے اس مثنوی میں منظر نگاری کا کمال دکھایا، میدان جنگ کے منظر میں جرات و
شجاعت، حنیض و غضب کے جذبات کی اچھی عکاسی کی ہے یہ مثنوی رزمیہ ہونے کے باوجود
اس دور کی تہذیب اور معاشرت کی بھی ایک تاریخ اپنے اندر رکھتی ہے۔ مثنوی علی نامہ
اپنی شہر آمد اور اپنے ربط و تسلسل کی وجہ سے شاعری کا ایک دریا امتداد ہوا محسوس
ہو رہا ہے۔ ”میمہ“ ”میرہ“ ”قلب“ ”شکر“ اور سامان حرب و ضرب گھوڑے سپاہی اور ہاتھی

فوجوں کے دیدار کی جلتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں۔ کردار نگاری کے بھی اس مثنوی میں اچھے نمونے ملتے ہیں۔ فتح و کامرانی کی خوشی میں بادشاہ کا سجدہ شکر بجالانا خوشی کے تقارے بجانے اور جشن منانے کے موقع پر دشمن کی مخصوص تہذیب کا اظہار ہوتا ہے۔

علی نامہ میں تشبیہات اور استعاروں کے نئے نئے جوہر نظر آتے ہیں اور ان کی وجہ سے علی نامہ کا آہنگ اور اسلوب پر شکوہ ہو گیا ہے۔

لگے تیرہ تین یہ جب بالبلے بال دسیا لکھا جھلنے ڈارے کا حال
سورج یوں شہر غیر آئے جھڑیا سو شیخ کا جوں ملے تو یک ٹکڑا رہے پورا بچار پھول بادل کا
دسین اشترال تیرے پہ پور کر جیوں ناچنے پر پھولیا ہے مور
نفرتی نے اپنی اس مثنوی میں صوتی تکرار سے ماحول اور کیفیت کا تاثر بڑھا دیا ہے
پیایٹ جو گرتے چلے رند مند : لئے مست ہا تیاں نے گرداں سند
شیب شب جو بر چھیاں مٹھیاں تے کھلیاں : دیا کی سواریاں کوں الٹھیاں سولیاں
کھڑا کھڑا کھلی پر ہو یک حال کا : دسیا کارخانہ ہو ٹکسٹال کا
تکرار لفظی سے بھی اس نے یہی کام لیا ہے۔ علی نامہ سے نفرتی کے قدرت بیان اور مختلف اصنافِ سخن میں اس کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مثنوی بھی اسی بحر میں ہے جس میں اس نے گلشنِ عشق لکھی ہے۔

نفرتی کی آخری تصنیف تاریخ اسکندری سکندر عادل شاہ کے عہد میں لکھی ہوئی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ اس مثنوی میں سکندر عادل شاہ کی فوجی جہات کا تذکرہ ہے۔ یہ مثنوی نئی اعتبار سے اس پایہ کی نہیں جس پایہ کی گلشنِ عشق یا علی نامہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت نفرتی من سلطان علی عادل شاہ ثانی کے دورِ کار جو شہر و جذبہ باقی نہیں رہا تھا۔

مثنوی کدم را و پدم را و

۵۸۲۵ اور ۵۸۳۸

۶۱۴۲۱ اور ۶۱۴۳۴

کے درمیان لکھی گئی

فخر دین نظامی

گفتن کدم راؤ بانا گنی

ستیا رائے باہنک پھانا ادھارے
 پرن دیہ چک آج نکھن درات
 لگن سارے منج کتک اردگان
 کتک بھارتیتا دھروں راہ کیت
 نہ سنیا کہ کیوں دل ملیا راہ کیت
 بہت بول نہ بول سوں بد ہوا
 گئی دوپہر رات رام اور رام
 کدم راؤ ایسا ہوا کھتوی
 کدم کے جے جو ہوں نہ کروا ندری؟
 کہ جے منج نہ ہوئے گرتا وڈر
 ولے مار بیری سیندوری کروا
 بھلیں تیں کہیا آج رامان منج
 دنیا جھوٹ ہے جیونا جھوٹ جات
 کدم راؤ تیرا جو لگتا ادھارا

کہ ٹچک دیہ کر رات منج دیک کھائے
 سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
 زنب راؤ رچن تارے سان
 کر رند بندھ بانڈھوں سر امر سبیت
 کھلے چند سورج کک راہ کیت
 نہ کو تک کوں دیس بن راتوا
 رہیا سوت بر سوت اپ دیکھ کام
 جو منج کال سوں لیہ وہ اڑھری
 کدم رائے منج ہوتے تب کاوڑی
 کدم سوں کتک بھگت بھگتوں پکڑ
 نہ بھجھ کیہا بیہر جھنکر دھروں
 کہیا دیکھ توں کال بنمان منج
 نہ کہ جیو گدا نہ نہر انکھ اس آن
 ادھا آج کہروں کلتر ادھار

رفتن پدم راؤ تلف کردن کدم راؤ را

کرا کہیا چلیا پدم رائے ناگ
 چلیا ساندے ساندے ناگ دوات
 ہر اکبر نگر جائے بیٹھا نکھند
 سر ہائیں دھرے دیکھ کر بان پھول
 بچارن کیا جیو سوں ناگ راؤ

چلیا ناگ دھرے کدم رائے ناگ
 سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
 کرن رائے کا بیس بن راج دند
 کہ کیا نول میں بیس کر راج کول
 کہ جب پھول بے راؤ تب دیں گھاؤ

کہ رانی گئی پاسی راجے کدم
کری جو ڈری راؤ کے چانپ پائے
ہمیں جیوناں جرم تجھ جاؤ تل
کہوں بول کا بول دیوں اتر ۱۱

یہی چنت ہمیں راؤ باسک پدم
الگ پاسے چانپ اٹھا جاگ رائے
کبھی بات رانی کہ تجھ جھانڈ بل
کہ جے راؤ عجب کون کچے کھول کر

گفتن کدم راؤ از قبیلہ کوڑیاں و ناگن بارانی خود

کہ دھن پات سنا بات کیہ چت دھر
سوہیں آج دیٹھا تری چھند پند
اسی دیل تھیں ہوں پڑیا دل میں
نہ راہا تھیں دیکھتیں تین نک
اسنگت دیٹھے گھتیں لائپ جھانپ
اسنگت کے کیوں دیکھ سکوں اپناؤ
اسی عٹار کھورس کیا شب تہار
یران آپ لے کر گئی پونج دے
کھس کوتنا سانپ بن دون دکھ
بلی دود دیٹھا نہ برکا کپال
جوبانی کرے مکھ گانڈانہ کھاسے
نہ پتیاؤ ناں نہ تے راؤ ناں
مری ماد ہی دھی مری جاکو
پڑی جھاڑ تل چھوڑ کر مکھ بھار
کہ جے اجھریاں ہوئے بھی نا پتیاؤ
کہوں نہ اور کن مروں جیو کھوئے
اسنگت نہ تے گھال لے پیٹ کوئے

کدم راؤ آکھے زن دینہ آدھر
سنیا تھا کہ ناری دھرے بہت چھند
دیٹھا چھندیں دیٹھا جگ میں
سنیا تھا جو کنیر دیٹھا آج انک
سجبات ایک ناگن کجبات ایک سانپ
جو کرتا رنجکوں کیا ہوئے راؤ
کھڑگ کاڑ دو کھانہ یا نکھار
گئی ٹھاس ناگن یران آپ لے
نہ مارت گیا سانپ تک کون دکھ
نہ مرنا جو کھورس نہ کرتا پتال
مکوڑا ہتی مکھ دریا نجاتے
نہ اب تھیں کسی نار پتیاؤ ناں
نہ مرنی مری نام اٹھیا رکو
سہائی کئی آج ناگن کتار
یہی دیکھ منجھ گیا تری ناؤ
تری ناؤ کا آن ہے ان ہوئے
چھری ات کندن سی کہ جے ہوئے

ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ بھانڈا پڑی
دھادو د کا چھا چھاپوے پھوک
یسی دیکھ تیس بہت بھوگے بھنڈر
مکوڑا کون کچھ جو گھٹا جاے
کہ بی دوس دھن پر ہری دکھلاو
کہ بہت ورت گن پات دھس سوکے

دوھا سانپ کا ہوتے جے کاوڑی
بڑے ساچ کہہ کر گئے بول اچوک
جنھری سری بہت کارن سنور
پر اپیت نہ ہوئے اوٹ کوں چند کھائے
نہیں خڑیں دیکھ انبیاء راؤ
نظامی دھرم دکھ کیوں لاؤ دے

عرضداشت رانی بار او

کہوں جے سنے راوان کا بچار
و لے ہوں کہوں دیکھ اس کا نیاؤ
نہ اُتم نہ مدھم سپورن کشٹ
کسی اویخ دکھلاؤ تل کھنچ لے
نہ پرونش کا دوس منجہ دوش دے
کون رکھ جونا ڈلے باؤ بھتیں
تب او گھر کیا کچھ سکے چھپاے
نہ اس بھاؤ سنکا دھروں ہوں نہ سنگ
کہ جب لگ پڑے ایک سرکار دھات
منجہ انکھول پائیں جو سر پیٹ لیہہ
سو بھی رکھ جو بھی سو کندم کرے
نجانوں کپٹ بھاؤ بسواس گھات
نہ مانوں تری اس جے کا سنا
نہ بہت پاؤ کا لک بھرا لیجے

کر جو ڈ دھن پات بنوی سنار
کہ جتنا کہیا راؤ سب ساچ بھاؤ
چلو پیار سیتی جو پر کور دشت
کسی نہ شتی دے کسی لوچ دے
کہ جے دوس ہے جیوا تال لے
کون پر س جونا گرے پاؤ بھتیں
ردی گھانس بھتیں آگ بھانپا جے جہا
سروپ آگلا چند تس بھی کلنک
رتن پر کھیا جاے مانس نہ جاے
تری اور تو ہوتے جو گھٹ دیہہ
کہ جیوں روکھ سر کھنڈ پر مل دھرے
تریں جات ہیں (اور) میری سجات
نہ مانوں پرک اس جے بھاسنا
نہ سنس بھاؤ نہ پاس بیسی جگ جیہ

سکھی آئینا جیو تو سب جہاں
 گیا راج تھل دے سنور آپ کاج
 سنور کون تھنہ ترا راج دل
 نہ رہی جو دے کچھو نقش ناو
 کہ جم جم بھلائی قفا تہہ
 یدم مکھ بانچے کدم کون بدھ
 یدم سب سنے بات بانچے کدم

نہ سنیا لوگ کہ اس درتمان
 براہیم ادہم کہ جیوں چھوڑ راج
 نہ تجہ لوت بدونت نہ بیربل
 جو دے ٹھا کچھو تھا سورہیانہ تھانو
 بھلا کر جوتوں بھی بھلائی ہے
 کہ جے فخر دین گیان ہے دیہ سدھ
 کہوں سد ساچی نظائی دھرم

باز گفتن راو بارانی

کہیا ساچ میں بھیدت دست گن
 سنگت کے وہ من لگے بھی نہیں
 بھگے من کوں بدھ کون سانڈ جے
 کن گانٹ من ہو رہے جو کے
 اتیری کوے جیونا دیوے سکھ
 اجنبارہے لوگ جے ہوئے کھتر
 مرے ملے جیو ستمکھ ناو
 نہ بھاوے مجھے وہ خبر میراچ باب
 بلندی چلے یاے تھیں سیس لگ
 سچو چلے کوئی جے ست پر
 چڑی مل چڑی (اور) ہنس (مل) ہنس
 نہ خرافا ختا جفت میں کو کرے
 گنوارہ کرے گت میں جیوں پون

کدم راو کہیا کہ دھن بات سن
 ولے من کسی کا جے بھاگے کہیں
 بھگے بہت کوں کانپ سوں باند جے
 کہ جیوں تار سالے تہی گانٹ دے
 کہ جب لگ بھگے جیو لٹس گانٹ دکھ
 اجنبا نہ ہوئے کھٹ جے ہوئے دھر
 مکھی کھائیں نہ مرے کوئی تھانو؟
 گھرے کوئی ایجا رانا چار باب
 کیٹ بھاوے تھیں مجھ اٹھے سیس لگ
 بچے سکھ تب ہوئے دن تین بھر
 بنکھیر وٹھے دیکھ کر آپ دس
 مہر یا..... کون سنگت پڑے؟
 سیاناں کرے سدھ سوں بدھ کن

دھنی دا کھ بن کون تیں دیہہ کھائے
 نہ یہ گادھرے جوگ نہ رائے جوگ
 مرے سولی چڑھ کر کھڑک تل خڑے
 نہ جوگت اپس کام کرناں نچائے
 کلنک آپ لایا سبجائی سنگھات
 بھلی ایک پت ورت نکلے گی دوئی
 جو دوجا نہ دیکھے پُر کھت ب لگ
 کرے دشت تل بہت من مانہ دند
 تہاں ہوسے کل کل جہاں نار دئیے
 تہ اوگھڑ کیا کچھ سکے چھپائے
 کدل دیس کر ہوسے تیں تل اول
 مجھے آپ سو یا رکھے تہ لگ
 بادلا ہوا جیور کھے جو جہنک
 اجاون جے سیر دیہہ سرواہ چک
 پڑے ایک چنتا پتن جیور ہوسے
 کہ تجس ٹھار یا بن عجمی منجہ تچھائے
 کہ ربن کھو دما زیا نہ مکھان لیوں
 کرے کتن باسکھ تہیہ آکرن
 حبشی جنت آجشی سروپ
 رتن دین مکھ سمند کھولے امیر
 کروں آج ہوں تہ مکھ جھانرا
 نہ عھانیرا دن حبرم راؤ بن

کہ جے گادھر ادلک پردال کھائے
 ولے دھوک ماریں گھٹا ٹوپ لوگ
 اسنگت کہ جے کوئی بُرا کچھ کرے
 نوالا آدھک مکھ لیناں نچائے
 بھلی جات تھ جات ناگن سجات
 تری ایک میں جے لکھا کھون ہوئی
 تری مت ہوئی مت پیر کت لگ
 نہ جانے پُر کھ نار کے چھند سید
 جہاں سوئیں پُر کھ کل کل نہ ہوسے
 لسن مشک کی کھان بھائی جے جانے
 مردا ستری وہ جو پُر کھ تل
 سون نہ ہوئی ناگنی جب لگ
 ار وگن کروں بول سن برلہ ایک
 کروں بھاؤنا جیو کالاہ چک
 گیا پور پٹن جو بھر پور ہوسے
 بھلیں کون تیں ٹھار کیتی بھائے
 کہیں جاؤں باتال کی سدھ لیوں
 کدم راؤ آٹھے سنی بات دھن
 جش میں مکر کے گیا چند روپ
 کدم راؤ گرٹا سمت در کہیر
 کہیا آج رہ دیکھ منجہ مندرا
 کدم راؤ دوجا پدم راؤ بن

کدم راؤ قبول نہ کر دمال پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ سحر تا رساک
کہوں ایک تجہ بول جے پت کرے
سنیا ہے کہ جے مت گل دیہہ جہان
کہ بن مت کچہ کام مت کا کرے
نہ لیکھو تے مت جو دوتے من
تے مت لیکھو جو الجھان تھار
سوالا کھ منچ لاپ ایک بول تجہ
جیں آس دھن ہوئے پت بن ہوئے
سیانا کہے ات بدھ و نت توں
گنوار بن کرے کن میں بدھ (یوں)
کہ جے دھکسی رائے دھن منجہ پر
کہ جے درب منجہ دین ہے تیر دھیان
کروں پت تجہ بول ہوں اور ایک
پدم راؤ سکھی ہوا اس سبند
کدم راؤ کہیا پدم پت کیا
کہ جے تھان بنے رائے منجہ پیار کر
دھرے سیس پر پت منجہ بول لیہہ
سکھی ہو پھروں گوت پروار منہ
کدم راؤ سکھت کستوری مل
نتھا آد تھیں ناگ کے سریدم
جرا لی کہیا کوئی کیا آج بول

کہ اب تھیں تھیں مت منجہ لیہہ جھاگ
کہ جے پت کرے دھن منجہ نہ دھرے
نہ تھیں پت مت نہ لیہہ لاپ
جے دھن لے کرے کام بس گھر
سرا ہے دھن ارما د من ہوئے من
کھڑا رہوں دینہ پاؤ دے پت ادھار
سوارے کہ ہیں تھیں کہیا کھول منجہ
کہ پت بن ہوئے اور پت بن ہوئے
تجھے نہ کہوں اور کس کوں کہوں
یوں پنجرے ہانک میں نیہہ جیوں
دیوں کا کہوں بھادتا چٹ دھر
اچھوتا اچھو منجہ تجہ آستان
کہ او گھڑ پڑی سنور سوں ملکی
کہ سہکار سی راؤ منجہ جد کہ
کیا پت پر ایک سنگت کیا
سو نہ کھنڈ کستوری لے دت
کرن اکرن تھانو جے بول دیہہ
سو کندم کروں ناؤ سنار منہ
پدم سیس پر پت دھریا ا دھل
تدھاں تھیں ہوا جد دھریا پت کدم
تل او پر سبد کے سبد دیک چھول

تعریف کردن پدم راؤ کہ کم راؤ کہ نہ است

تلاوار لے سورے سات منجہ
کرے گن جے رائے بنتی کردن
نہ کھن اس نہ پانی نہ تنبول پاس
سکے راؤ توں کیوں ہے ان باج
لباس ہے ایسی آپ کرتا دوس
تل اوپر ہوا لوک ہیرا نگر
سکھن تجہ ہوا دیکہ منجہ ہوئے سکھ
بھلا جو کسے گھاتجی ہوئے توئے
نہ ہوں جاؤں گھر آپے کر نیاؤ
کہ جے ساچ مانے کہوں آپ کن
اروگن بنانوں بتر راج ہوں
سنتر چلے ریت ساسان جم
اروگن کروں دان تنس دے اس
اروگن کروں دوت لے سلجھاگ

دوتی رائے کرتے بنو د آپ منجہ
پدم راؤ اٹھیا کہ سیوا دھروں
سُنیا میں جے تجہ کال کاسہ نکاپاس
بھولا لایہ کوئی نہ بھوک آج
کوئی جے رہے بھوک گر آن روس
رہیا بھوک دن دیں توں گھٹ پر
کہ جے رائے بھوجن کرے بھوک مکھ
اپاس آج رہنا بھلا تجہ نہوئے
نہ دے ان جے مکھ توں جیو بھاؤ
کدم راؤ کہیا پدم راؤ حسن
سیوا ساکھ پر دیسین نہ باج ہوں
کہ اد آد واد و تہیں ریت ہم
دساوہ پر کھ ایک دوت آن پاس
نہ بولوں کہ میں جھوٹ کرتا ساگ

گفتن پدم راؤ حضرت صحبت مسافران و جوگی و جنگم و غیراں

کہ جے چک سنے راؤ سیوا کردن
کہ توت آس ہے بھوند کر جائے غاس
پسارے اگر پیٹ میں بیس پاؤ
نگے سانپ کون جان دو پنکھ دھلا

پدم راؤ کہیا کہ بنتی دھروں
جگتر بھوندا نہ ہنکا ر پاس
بھوندا دھروں من بہت دشت بھاؤ
بھوندا جو پاوے سلک چک رائے

کہ مکہ بھیل دے دیوے باہ ہوں
سیوا ساکھ اس بول جو منج کہیا
وہی دے سکے بدھ کے سدھ لے

دسا ور پیرکھ من دھرے بہت سہل
جو کچھ بہت بن تھا سو میں تجہ کہیا
سہی بدھ گرتوں جو کرتا دے

تفت شد کدم راؤ بر پدم راؤ

بہری پڑیا بول سن ایک چک؟
بھوندا ہرا کیوں ہوا راؤ کون
تسے را کھیں کیوں ایس ہاں ہوئے
جو پردیس میں تھیں ڈرے وہ ندان
کہ کسیت پڑیا بھو میں ابر جوں دے
پراپت سکین لگ مکہ پاگ ٹیک
سکے لوچ کر چک پانی سنگھات
بھوندا بلد ورت اروگتی کروں

کدم راؤ سن برجنا ناگ مکہ
پھریو چھیا راؤ اخباء کون
بھوندا پرکھ تو کھرا جان ہوئے
سو کیا اوت راؤ اس ورتماں
بھوندا مری دشت تل یوں دے
گلگن بھیر کی جے ملیں لگ ایک
خری جے ہوئی مریج تیکھت جات
نہ چنتا کر مہا ناگ اس بھاوتوں

باز گفتن پدم راؤ کہ صحبت جوگی و مسافر نگر در

بناتی گئی تین پہر رات لگ
کہ جے راؤ انگھیں بناتی کریں
کہ یہ کوڑ بانی دھرے بھت گن
وہی لوگ سہدیس لے بھیں منج
بہت کا تراکی دھرے کاج راج
کہ دشت انت تجہ کوں کہے سورجند
ملاوے سجھا لوگ سنگت بینی
تنھا کا شکر ادا انت تل کیا کرے

پدم راؤ ادھیا ہوا چھات لگ
کہیا راؤ دھرناگ راوہ ڈوں
نکر راؤ توں گرب منج بول سن
نہ بیتیوا توں جم سہدیس منج
بہت بھید کا لوک ہے راج کاج
کرے انگھ او جھل بہت چھند بند
کرے گھات کا کام دھنورت بینی
نجانیں کہ بہری تہاں تن دھرے

اٹھے جھونپیری تھی لنگے دولہا
 کہ کست سنے جاگ گیتھا رگت
 بڑا رکھو ڈرے مت بڑے بہرہوں
 ادے نہ کہ صیں توئے بن گھوگھرو
 کہوں اب کچ بھید پر دیس نا
 نہ یتیا و جوگی تڑی تا یڑی
 نہ رکھے تے کوئے کنک آس باج
 سوتلنل کرے کر جوگی لجن
 پلاوے تجھے آن مت مد پھول
 خاری کیرا دکھ لے جیوناں
 دھنی راج کوں بیوناں تہ گھرے
 نہ مد پیو کر کوئی دھن سا بھسی
 نہ گوگانڈ میں ہوئے دسر انہوئے
 سوئی تن اسے لوڑتے دھن لین
 نہ جوگی تجھے بھنگ جو کے ا بھنگ
 کہ جیتا کہوں لایہ نہ باج ہاں
 بچن کھنڈ سنبھال پر دار ایہہ
 کہ جب سر ہوئے وہ کہ صیں تھر ہوئے
 چلی وار تاپنک لو کھنڈ جائے
 کرے گھنٹ وہ جیو لگ جیو کھوئے

نہ رچگی تہیں جانتے ہیں کہ
 نکر ناں کسی کستی سات بہت
 نہ جھاڑی نہ بونٹی ڈرے باؤ کوں
 کہ جے دیدھے ات بل بہت رو
 جو کچہ میں کہیا بھید سہدیس نا
 نہ نیمڑے ایس آن جگ کا یڑی
 نہ جوگی رہے جرم مداس باج
 جو جوگی رکھے پاس ایس آس دھن
 بجانوں کہ تہ تھی کہ صیں باہ بھول
 گھڑی کھانڈ کا سکھ مد بیوناں
 سرب نول میتر پنا جد گھرے
 نہ دنہ گھورن اچھر کوئی با بھسی
 کہ اس بہت تھیں بات تھیں ہکے
 جو تس نکھن کرا ہوئے تن
 بہت جیتی من دھرے جوگ انگ
 کہاں لگ کہوں ہاں جوگی پتھاں
 ولے ایک گردوت جد بار دیہہ
 نہ مانوں کشک وہ جے بہرہوئے
 کہ جے بار نہ دیہہ یک دیس رائے
 کہ جس جیو ادھار لگ جیو ہوئے

نہ تیا کروں کام جس تھی ڈروں
 ستم لے بھرے کوئی سی کچھ کول
 ڈروں نہ کہہیں د کہ جو بن بجائے
 جلو جو بن ایتھیا ابھارا جلتی
 اسی جگ میں جو بن اوں امت مت
 برا جو کرے سو برائی ہے
 جو نیکا اٹھے ترن بن رکھ کوئے
 (جتر) گھال جھاس کھنچے جو کوئے
 شکر و دنت گھال پالے جے کوئے
 نہ تھک تھک بنا چھوڑی جگ تھک
 جس ادا دھتیں ہوئے نہ یہ کن
 ادو ہوئے پنجم کہ روپ بھانہ
 مدھر نہ کھتر ہوئے کھتر نہ مدھر
 سدا کال پانچھے رہے معونیر
 سجیں (با) پھترن ہوئے جے ایک مول
 نہ سر پار کر دو د کوں، سن تاک
 نہ برجھیاک کا چند کوں آؤ ڈھاگ
 دھرم کوں دھرم پاپ کوں (پاپ) سنا
 کہ جے بان اگلا ہوا کاج کوں
 نہیں آدمیں اور بھی آدمیں
 نہ کر دشت سنگار پر روپ پر
 لکھا کھوٹ کا جیو تچہ جیو بل
 کرے گھٹ دنماں توں لے پاس

نہ تنہا کہہیں کھاؤں نہ چل مروں
 نہ پیو۔ بے سہے کوٹ نا بات گھولا
 ڈروں جب جو جیتا ہے پرت اچائے
 جو جو بن ایتھیں پرت بیوہ پر صں
 نہ برے کہے سوک بن پرت مت
 ابل کاٹھ پانڈی جو آ میں ہے
 سو سیدھا کہہیں رکھ بدھن نہ ہوئے
 نہ سیدھی کہہیں کوتری پونچ ہوئے
 بکاین سہند نیب میٹھا نہ ہوئے
 نہوسی کہہیں پانڈو پنک لگ
 چلے کت کن ہوئے وہ دیہہ کن
 نہوسی کہہیں پانچ آنگل سمان
 مدھر سو مدھر ہوئے کھتر سو کھتر
 نہ میٹھے کہہیں کھان پانچے سریر
 رتن کوئی نہ مول لے گانٹ کھول
 سجیں استریاں ایک لکڑی نہ باک
 نہ گھن کیت کے مک سنو جھانگ
 بتولا نہ کنسیلی پرن دیہہ گانٹھ
 نہ سر بار کرنا تیسے باج کوں
 گلن کے کیا اونچ تل پر تھیں
 کریں دشت تیس کام پرانگ پر
 رہے آس کر جسم تچ پائے تل
 مرے بھوک پر دار اور رانواں

یوسف زلیخا

۸۸۹ھ اور ۹۹۳ھ

۸۰۵ھ اور ۸۸۸ھ

کے درمیاں لکھی گئی

احمد گجراتی

داستان یوسف علیہ السلام تولد و پرورش یافتہ

پھیلے ہوگے تھے یہ بوجہ ہمار
کہ جوں یوسف بڑھے نت چوداں چاند
نین میں نین پتلی کر دینا تھا
ایسے نکل یوں برتوں سوں دیکھے
کہیں یعقوب تھے آنکھ میں تھا روکھ
لگیاں ڈالیاں جوتاڑیاں تباہ ابر
کرن تسبیح جیساں سر و پیر
کھڑے جم جوں قرارت میں نمازی
ڈٹے جوں ورد سہ مست ہو عابد
جوہاں فرزند ہوئے یعقوب کے گھر
بڑھیں وہ ڈال اس فرزند سنگات
تو بالغ ہوئے لک فرزند کون پال
ولے یوسف ہوئے جی جگ اچال
کہ تھا یوسف ات اچھا جیو سورنگ
جو بھایاں تھے چھپا یک رات یوسف
کہ لے میرے جینا باپ ات میراں
دعا کر اس خدا کے دار منج تئیں
جو میں سب عمر میں اس تھے مدد پاؤں
جو غالب ہوں سب بھایاں پر اس تھے
دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا
فرشتا یک اتر صدرے تھے آیا

پھیلے کیاں کہیں خبراں سم آچار
رہے ان سوں نیٹ یعقوب دل باند
سبہ پنکڑیاں تھے موند جہانیں کی طار
جو ملتے ہوئیں سب پنکڑے آدیکھے
جو اس پر رشک کہ طوبی کرے دوکھ
فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر
جو اس پر حیب پر کئی لاکھ دفتر
جو اس کی چھاؤں بجھے سو فرازی
نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد
اسی ساعت چھٹی یک ڈال اس پر
برابر ہوئے اس فرزند قد سات
عصا کہ رات میا دیوے وہی ڈال
نہ ان سات اونچی اس جھاڑ کون ڈال
کہاں نکر دی کون ہوئے جیوں سوں سینگ
کہیا یعقوب کے سنگات یوسف
خدا تیرا کہیا مانے تیج مان
جو پاؤں سرگ بن تھے یک عصا میں
سرفرازی منجے اس تھے ہوتے ہر تھاواں
ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہو اس تھے
لگیا مانگن جے کچ مانگیا سو بیٹا
زبرد کا عصا سنگات لیا یا

نہ کچھ اس عینیں بڑائی کوں لگے کام
قوی سٹکا و لیکن مول کوں بھار
کہیا بھیجا یہ ہے تحفا خداوند
دیکھے ہر ٹھاو اس فرزند کوں تھاب
جو یوسف اس عصا تھے تقویت پائے
حد کے جھاڑ دل کے بن منین لائے

نہ تیشے ہو آ رہے سوں لگے کام
سببہ جگ ملی کر اس تئیں سچکار
جو اس تئیں تچ کہیا تھا تچ فرزند
منڈپ تئیں بھاگے دولت کی ہوئی کھاب
ادیکھے دل اُپر دکھ ٹھونپے کھائے
ولے سپوٹ کھٹے بن کی او بھل کھائے

یوسف در خواب خستند و پید را و پر سیدند یوسف از خندہ چہ

نہیں موند اس میں دیکھیں سر و سناں
نہیں موندھے دیکھیں یک حال لکھ رخ
جو اتنے میں نہ سکھے کوئی یک مار
کر بن سھنے میں تھو تیک بادشاہی
سدا سھنے میں جھوگی ایک تلی سوسے
اول آخر سببہ سوتے دسین ہار
جے کچ ان کھیکٹی سھنے تھے کھائی
نکر کنعان سٹ کر مصر کوں لائے
سو بیٹھے باپ وہ مکھ دیکھتے تھے
جنگ کے من میں پر توں شور اٹھتے تھے
ہنسی کیر اسبب پوچھیں گلیا باپ
سورج ہو چاند ستیں ایک ہار
کیتے تعظیم اپیں سر و دھرت دھرم
چپ اچھ کٹ سوں نہ کر تو گٹ باہر
تچ ہزاراں کیتے جیلے سبیں گے

نہیں جگ میں عجب کچ سونے سناں
نہیں کھوئے نہ دیکھیں باج یک رخ
ستائی میں انبر دھرتی بھولن ہار
جھے کوئی چک جاگتے کرتے گدائی
ستا سھنے میں راہ جاگتا ہوسے
سببہ جگ جاگتے جے کچ کرن ہار
زلیخا مصر میں سھنے تھے آئی
سو یوسف بھی سین تھے کھیکٹی کھائے
جو سکھ سوں یک رین یوسف سھتے تھے
ادھر بیٹھی ہنسی میٹھا ہنسا یوں
اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگری آپ
کھیا سونے دیجھیا تارے ایگیا را
جو وہ سجدہ کیتے سب میل کر منج
جنگ کھیا نہ کہ یو بات توں پھیر
بھوکدے بھائی جے یہ گٹ بھیں گے

کہ بہہ اتم دھڑے تعبیر یہ خواب
 سدا ہے سو عصا پڑے کا سہیں کن
 پچھیں تعبیر جے کج ہے سو کھولیا
 سچا تعبیر خواب ہو رہا گ دوت
 کریں سجدہ خدا کیسے رخصا سوں
 ہوا لیکن جو کج لوڑ یا خدا سو
 سودہ کہیا سبہ بھایاں سوں یہ بات
 سوتلی میں ہوئے پرگٹ جگ سن جائے
 کہ یوں بولے حکیم اجاں سب جان
 نہ لا گے بار کچ سنیں سبہ کوئے
 پکڑ سکسیں جو اس کو طش کریں سب
 نہ سکسیں کوئی چھپایا یوں اسے بھر
 کو اکل ایک جون سمد و تحکات
 نہ سمد رکھ نہ صحن کس کوں سکے ہو
 جو سہ لوڑے سلامت گٹ چھپا رک
 لگیا سینا چھن غصے تھے تنگ آئے
 جو یوں بھولیا رہا ہے یک غصے سوں
 نہ کچ ہمنائیاں کی قدر بوجے
 جو اس کو ت سوں آئی خوب دیسے
 بجارے اس بڈھے کوں بھوندتا ہے
 تر آتا نیت ہمیں تھے باپ کا چت
 سواتے اس برائی آجھوں میں بس
 پڑیں سجدے سوں بھویں پس بھائے

حسن لے سونا حید تھے ہوئیں گے تباب
 نہ فارغ چھوڑیں کج یہ فقنا سن
 اول تاکید سوں یہ بند بولیا
 کہ دے کا فضل سوں کج رب عزت
 ایکبار ا بھائی ہو رہا ناپ کج کوں
 وصیت یوں کتیا اس کوں جنگ تو
 جو یوسف جا کہیا یک بھائی سنگات
 پڑے بولے کہ جن گٹ دو میں لگے
 ولے اس دوتی کوں دو ہونٹ کر جان
 جے کج گٹ دوتے ہونٹاں تھے بھر پوتے
 پکھر و بخرے میں تھے چھٹے جب
 دے منہ تھے پڑے جے گٹ باہیر
 حریک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے بات
 سکس ڈھلپین کوئی کام نہ سبہ کوئے
 کہیے یوں سب پڑے انتر بچارک
 جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب یاتے
 کہیے یوں کیا ہوا ہے اس بڈھے کوں
 کج اپنا لاب ہو رنٹ اس نہ ٹو جے
 کیتے نت بتیا ہے جھوٹ قصے
 جھوٹیک جھوٹ نت اچا جوتا ہے
 بھلاتا اس حیلے مکر انستیں نت
 ہرمانہ ہمیں تھے باپ جوتس
 منگے جے سب ہمیں اپنی سر آئے

منگے سجدے ایسے تیں باب ماتھے
 نہ کس سر بھوئیں دھریں ماں باہ بھائی
 جنگ تھے ان سو آپ سیوا منگن ہار
 کریں نس جاگ گھر کی پاس بانی
 شرم رہے ہن تھے دوستان میں
 جو اس ہن تھے اگلا کر مر کھیا ہے
 جو دیکھیں آہنی تدبیر ہو کیوں
 نرت کا نسا کھرٹ دیونا خوب
 پکیا سینا سیلے کب لاک اچھون
 کریگا باب تھے سکلیاں کون نراس
 دزنگ کرتیں نہ فرصت یاد میں پھیر
 نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج
 نہ چھوڑیں روکھ بلوند ہوئے لگ سکاں
 نہ سو بلوند تھے پلسے جو ہوتی جھاڑ
 سبہ یک ٹھاو مل بیٹھے بچارن

خبر خواب برادران شنبند و حسد گردن داز یوسف

جو عقل اس میں نیٹ حیراں ہو جائے
 جو آسان ہوئے مشکل اس مودست
 اچالا ہوئے جسے دیوے نہیں دس
 جو اندیشیں نہ وہ سچ باج پرعت
 ادک ہوئے سہس گن پاپ نس ٹھار
 جے کچ ہے خیال انوکا ہوئے ادک تب

نہ یہ لوڑے اکیلے ہن تھے
 نہ جنگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی
 جنگ کوں جم ہمیں سیوا کرن ہار
 کریں جنگل میں دن سارے شبانی
 بھرم اس کا ہن تھے دشمنان میں
 مگر حیلے بن اس تھے کیا دیکھیا ہے
 ہن کوں اب ضرور آکہ لگیا یوں
 نرت کام آپنا کر لیونا خوب
 سلے سینے میں کا نسا ہو ہن کوں
 بڑا ہوئے گا اگر یہ باب کے پاس
 ایتانچ دیکھنا اس کان تدبیر
 صبا کا کام بہتر سارنا آج
 جو موئے کوں اپاڑن لوڑنا کوں
 سکے بن زور جس موئے کوں آیار
 قرار یوں جب دیتے تدبیر کارن

جے کچ مشکل جو عاقل کوں پڑی آئے
 ہوائی بدھیلا اب بد سنگات
 بڑے گھر میں جو یک دیوانہ ہوئے بس
 ولے سچ ہوئے ستونتاں میں یہ بات
 جہاں پانی جو بیٹھے میل در چار
 لمیں جب کتیں جتنے یک خیال کے سب

جے کچ ہے خیال انو کا ہو کہ ادک تب
 کہ کیا چیلے کریں یوسف کے کارن
 جو حسرت سوں ہمیں اس تھے منیت
 کہ فریادی نہ ہو سکے موا اٹھ
 کہ تچ چھوڑے نہ وہ جب بات انیرے
 یکا یک بے گنہ کیوں خون کرنا
 نہ کچ اس کون دکھانا مارنا ہے
 جو اس میں بن ہمت ہو رباگ کچ ناں
 نہ دیکھے رات پوتے بن کھن کیہ چھاواں
 نہ بن کاٹے بچھاناں لیٹنے کاج
 تو اپنی موت سوں بیشک مر گا
 ہوئے جاں کنڈنی تھے فارغ اس دھتا
 بُری یہ مرگ سب مرگاں نہیں تھے
 جو دیوہی جو پیاس ہو رہی سنگات
 اندھارے تنگے ونگے باٹ کی ہیں
 تو حاجت جب آؤں کون نیر سوں ہوئی
 تو بانی کے بدل یوسف کو سیندھا میں
 نہیں تو نیکیڑا کر کردھر ہا گے
 نہ کچ بہناں تھے اس میں لڑے گات
 اٹھے اس کام کون بھا کر مٹا پر

ملیں جب کیں جتنے یک خیال کے سب
 جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچاں
 یکن کہیا اسے ناما رنا کہتے
 جو مار یا جاسے چھپا رہے نہ یہ گھٹہ
 نہ جو تاجھوڑ بیڑی کون جو سنپڑے
 یکن بولیا خدا کون کچ تو ڈرنا
 غرض اس کون کتنا رے پاڑ تاپے
 سٹیں اس دورے ایسے یک جگلک ماں
 نہ تجھواں باج یاخی پاسے اس تھار
 نہ روٹی روپ وال دیکھے اجت باج
 جو کئی دن اس منے ٹھاٹھ کرے گا
 بن اس کا چھو لیتیں آپنے بات
 یکن کہیا ادک یہ مارنے تھے
 بھلا یک بار بھولینا کھڑک سات
 دھوڑ میں اب دور یا نزدیک اس تائیں
 جو ست سوداگراں اتریں وہاں کوئی
 جب اس میں ڈول سٹ دیں نیر کتیں
 تو وہ اس کون غلام اپنا کریں گے
 یہاں تھے تو لجا میں گے دوسرے دھتا
 سبہ اس بات کون کیتے مقرر

در خدمت پدر آمد پدر رضا گرفتہ یوسف بردند
 کپٹ کاٹا سٹے سینے میں جس
 اسے کیوں نیند آئے ایک تل تن

حسد کی مار تل جن چوڑ ہوئے
 انا دل ہوئے یوسف کے ادیکھے
 دیکھایا مکھ جو سورج دن دین ہار
 سببہ لیا پ کیرے بندگی آئے
 تفاق اپنے جنگ سوں میں دھر
 ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے
 بھلے ہو کر بہو باتاں میں آئے
 یہاں لگ انپڑاے بات پر رچ
 ہوس ہے جی میں جے نکلیں ہواکوں
 برادر یوسف ہے جیو کے برابر
 بھولاڑوں ستیں اسکو بجاوین
 کہ وہ بھوتج عھنا تھا جو کئی دن
 اسے سنگات لے جاوین رضایت
 ہوا ہے تنگ دل نت گھر اچھن تھے
 صبا کھڑا سے توں بھیج سنگات
 کہیں اس صاف میدان سٹانگ
 یوس سوں دود بکریاں کاڈھالانگ
 بہو رنگ کھیلے اس کر کھیلانگ
 سرننگ بھول جاسن لال جن جن
 پنھال کے چاڑ سوں یوسف کیرننگ
 ہرن اور دوج پاڑڈ مار پاڑیں
 تما شے سات ایسے یوں جو کھلاویں
 جتنے چاؤں سوں ٹھنوا داں کو دھریں
 انوں تھے جب سنے یعقوب یہ بات

سو وہ کیدوں رات کو سکھ ستیوئے
 سببہ نس جاگ دن کی باٹ دیکھے
 کھیلے کل کے اندیشے پر کل سار
 جے کچھ معاد بندگی بجالیاے
 کپیٹ کر طوائی سینے میں چھپا کر
 لگے یہہ دھات بولن بولن بیٹھے
 سوہر یک باپ کیاں باتاں اچاے
 کہ تنگ آئے نہیں بھو دیں کھراچ
 جنگل میں جاسنڈیں دل کی صفاسوں
 جہانین اس ہمارا لاڑ لا کر
 جنگل کسرا تما شا اس دیکھلاوین
 نہیں سٹڈتے تھے سب باہر اس بن
 تو کچھ دل کوں ہمارے بھی مفا ہوئے
 نہ وہ تھی کہ سٹڈ یا ٹھنوا دین تھے
 سٹڈے گا ہو کر کھیلے گا جن سات
 کہ جن ادبے پہاڑاں پر پھیرانگ
 کہیں نفس کھیل سوں مذکور بلانگ
 ٹھنڈے بکھیلانگ بندھا کر پیکانگ
 کلیاں ماراں جھٹلاں گوند بگن
 چا اسکے رنگ چڑھوین بھول سورنگ
 مہرٹ ہو باگ کا کالج اُپا ریں
 گمت اس کوں اینوں کن شاد پاوین
 نہ بن بلس کھیل انوں دلشاد کریں
 پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات

کہے اس کا لجاؤن منج نہ بھاجے
کہ اس جنگل میں ہے بھڑیاں بھوتیک
تمہیں سنگے سوہوین کھیل کے نام
جے کچ آزار اس کے تن اُپر ہوئے
جو یہ اتر سنے وہ دس منتر کار
کہے دس بھائی ہم ہیں باگ بلوند
بھڑت کیا ہے اگر جے باگ آویں
بھڑت تھے بھائی کون جی رکھیں
سے یعقوب جب نیگریاں تھے یہ بات
لستا دیتے جو یوسف کو لے کر ہائیں
عجب باندی دیتے بازی کے بھانے

کہ بھوتیک یہ اندیشا منج ڈر آئے
خفے کون دیک کر کھا دیں کیا ایک
تمن انجان تھے ہو جائے یہ کام
سو وہ منج جیو کے جیون اُپر ہوئے
ہر یک منتر سوں کام اپنا لیے سار
جو یک تنکا ہمیں کن باگ کے ڈند
ہمیں اچھتیں کہاں اس لاگ آویں
توختیا تھے سوں کیوں بکریاں لکھیں
نہ کہتے عذر بھی دو جا کسی دھات
ولے بہہ آئیں تھے جے اس بھر لیا میں
نہ وہ بازی مجھے یعقوب سیانے

برادران، یوسف را بردند و در چاہ افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آدنیاد
نہ اس کے مکر ڈونگے کس بھاجا تے
بڑے اس کے دعا کے بائیں میں جن
وئیاں کے مکر کی بائیں تھے کہ تار
جو یوسف کوں دیتے بھایا کے سنگات
اچا لینے ایسے پیستے پوس سات
جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے
یکن کھاندے پر اپنے بیلائے
یکن چو مے پشانی تھن ادھر دھر
نظر تھے باپ کی غائب ہوئے جب
سٹے کھاندے تھے سارن اپنا بیٹ

کریں دنیا تھے نت خراب دن داد
وجیت سب کوئی کرمت کس میں بھاجے
نہ کہ نکلے غلط کھا کھا مرے تن
ہو یوسف کے حق دا ہم نگہ دار
چلے لے کر کرن یوسف کے کس گھٹ
لجاوے میگ کوں جوں بھڑت اسات
کس کے گود تھے یک لیو تے تھے
یکن پیاروں چکل سینے کوں لائے
نین اس کے جرن رگر میں نین کر
بھوت اس پر جھا کرنے لگے سب
دیہے بھڑیاں میں ہو رکا نیاں منین

ننگے پاؤں سوں کانٹیاں میں جلاتے
 چبے کانٹے جو چہرے کے سوگم مائیں
 جو کچلے جائیں اس بھڑوٹے منے پاؤ
 جنوں تو بیاں کو پھولوں چھائوں جو بے
 بھری اس چرن کے لودھے سوئی ہوئی
 چرن یوسف کے جس ٹھوس پر جو آئے
 پچھیں پچھیں جو یوسف بپتہ ساریں
 کریں جب نیل آچھے گمھا ایر بھار
 انوں میں جب کسی تھے جائیں اگل
 ٹھنڈیاں کا بھار مکھیاں کا ڈھون مار
 انوں تھے جب ہوئے بازو برابر
 اوجھکا دور جی زاری سوں بھاڑے
 دھریں ڈونے سوں جس کے باؤں نہیں
 دکھوں تھے عاجز آکر جس پکا رے
 اٹھیا اڑا جو توڑیا اس انوں تھے
 پچھاڑی کھا بیڑیا لڑتا تھرت پر
 ڈوبے انچھواں منیں سرنگ کا نہیں
 غریبی تھے کلیجا چھٹ کے ٹھوہوے
 جھلیا دھا کوں تھے دل جھل جھل کر ہار
 نہ کوئی اس کو ٹکڑ کر کہیں ہار
 یکس تھے یک آدک آزار دیویں
 سٹیا دھیرک ہوا پیٹ نہ آدھار
 جتا کج تلملاوے بلبلاوے
 چلاتے تین کوس اس کو لائوں دھاتا

چھیل ایسے پاؤں کانٹیاں سول جھیلے
 جھیلوں پھنکڑیاں کھنکوں کانٹیاں گھونٹ
 سنا جوں چور ہوئے پتھریاں کیے لکھاؤ
 پتھر کانٹیاں تھے لودھے مان ڈوبے
 کیا رو رو رکت کسمہ لال کرتے
 سو وہ بھوئیں سرخ روتی کیوں نہ پائے
 نیکے گمہ پر جو اٹھے بات ماریں
 گنگ جوں سور بھی پایا چند رسا
 گند انوں پیٹ مکھیاں مار کو جل
 ہوئے پیٹ جس پتے پیر ہن بھار
 مڑوڑیں کان ماریں گال آئیں
 ان اس پر پاؤں بیزاری سوں بھاڑے
 پیٹے تب جے کٹن ہو پاؤں دھریں
 وٹا دیں کوپ سوں ماریں ہنکا رے
 بھریا مکھ بن رکت رو جا سنوں تھے
 سبہہ تن ڈوب رھیا مانی رکت خبر
 کینے کر ہاں سوں جوں سورجک میں
 نہیں اس کوں کوئی سن ہاروان پتے
 ہوا ہیبت سیتی جھیل کر من ہار
 نہ کوئی اس ٹھانوں سینے لادیں ہار
 نہ کوئی دھیرک سینے آدھار دیویں
 ترختا باپ کوں کیو کار کیو کار
 نہ کچ اس پر کسی کوں نہر آوے
 جو گن باپ سوں ہو را او گنومات

جو پانچ بائیں اتنے میں یکا یک
 اندھاری تنگ سانبوں سات ستور
 نہ اس ڈونگاٹی ڈونگے فکر میں آئے
 بھرے سب جو کہ منہ کھینک لیاں ستا
 جو کوئی جا کر کھڑے ہوئے گنتہ اوپر
 سبہ وہ بائیں یوسف تیں جو چوئے
 جو کچ اڑا اٹھیا نہ یاد کر کر
 کرے نرمی انوں سیتی ستھ دھات
 پھیرنے کاڑ کر لیتے تنگا کر
 سلول اچھے نرم دودنڈ نیکی
 سو بالوں کیاں جو رساں ستا لڑے
 کمر اس کی جو باریک بالی کی دھات
 اتارے بائیں میں راسریاں بسا لھوڑ
 پڑی بائیں منین سولج کیری جھاووں
 آ رہا بانی تھے کڑکی کوں پھتر ایک
 رتن مانیک واری اس پھتر پہ
 ویسے اس نور تھے اچھا شے پھتر
 کھلیا اس بائیں کا انکار کالا
 بہکتی بائیں مہکے انگ کی یوں
 ادھر مر تادھر کی چھاووں پڑ کر
 جتے کیرے چنگے پس بھرے سب
 یکا یک جیر تیل اتنے میں آئے
 جو تھا تعویذ یوسف باندہ باندھیا
 جو وہ پیر مں سرک تھے او تر یا تھا

کھڑے رہے وہاں سو بائیں کوں دیک
 نہ ہوئی اس دھات کا فکیر بے غور
 اُسے دوزخ کیرا کڑ کا کھیا جائے
 سر پا چکر گدا بانی بہر دھات
 ایسے کو نڈن ہوئے دم لے نہ سک کر
 نیٹ بکس لگے یوسف جو سونے
 جو یوسف کو گلے فعل موم پھتر
 انوں سوئیں نیٹ کر طوے کیتے دھات
 دستے تن جوں سورج مسکھن تھے کھن پر
 جو چھیلے جائیں پریشم تھے سرک کے
 لگیں اس دنڈ پر نیزیاں تھے کڑے
 کئے اسکوں بھی بالوں بادھریاں ستا
 سو آدمے دور تھے اس کوں دیتے تھوڑ
 سو ہوئی وہ بائیں ابی سولج کیری ٹھوڑ
 جو تھا بیٹھا اُس اُپر جائے بل دیک
 جو بیٹھے یوسف اس پر پاؤں پھتر
 کہ جوں سولج تھے بائیں ہونے کنکار
 کھید پیریا رات کوں جوں سو اُجالا
 جو ہوئی وہ بائیں نافہ شک کا جوں
 ہوا وہ میر سب جل شہد شک
 بھرے سرونگ اترت اس دھم دھم
 یکلی بنا تھے یوسف کوئی چھڑا سے
 سو تھا ایک پیر بن اس مان باندھیا
 سوا باہم انگ اپنے دھریا تھا

جو اس کے انگ میں وہ پیرہن ہوئے
 مٹوا اس تعویذ میں تھے کاڑی سرھن
 بچھیں یوسف تئیں یہ بات کہتا
 کہ توں جس تھے دیکھیا ایسے بڑے
 سون تئیں سبہ تچ پاس آویں
 جے کچ کیتی جفا تچ پر جو مارے
 توں تو ہر بال بال ان کا بچھانے
 جو یوسف سوں کہتے یہ بات جبریل
 رہیا ہجرت اموک تخت گہ ہوئے
 ایسا جب جبریل اس یوسف نکاتی

یوسف دیا وہ روز ماندہ بوزند جبریل ہمراہ یو دند

سو جو تھے دن جو نکلیا سورا نبر پر
 وہاں اترے سبہ ڈیرے دیا کر
 ایسی بائیں کوں آئے نیر تائیں
 سوامریت نیر سیدھن ڈول بھایا
 بھکا بایاں انکی تچ درن تھے جوں نیک
 کہتا اس میں راسی میں اچھے گا
 نکل جوں سور ہو کوہک دیا نا
 تو بیٹھے ڈول میں سٹ اپنا نول
 پچھا نیاں جے نہ ایتا بھار ہوئے جل
 نہ ہوئے اس ڈول کو لایا بی تھے یہ تول
 لگے دیدے پھر ان اس دیکھنے تھے
 خوشی سوں دھن بیان ممول لویا

جو یوسف تین دن تھے بائیں بھتر
 مدینے تھے بڑے سوداگر آکر
 نہ تھی غیر ی انوں کوں ہو ریک بائیں
 پھیلے نیکے جنت یک مرد آیا
 کہے جبریل یوسف کوں کہ اٹھ بیگ
 سورج دن دیپ ہو کر داؤ میں بھا
 کہ اس بائیں کے گنڈ آجت مھانا
 کہے جبریل جب یوسف کوں یہ بول
 جو کھنیا ڈول کوں وہ مرد نیر بل
 کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول
 جو کاڑیا ڈول اس بائیں منیں تھے
 دیکھت وہ کھ یا بشری کہہ اٹھیا

بڑے بھاگ اس جو پاوے مال کاٹیا
 جتا دھن ہو نہ پاوے جیو کا حول
 ادک دھن جیو تھے جب ان جو دیکھیا
 خوش تھے چھک چھلیا جوں چھول کھیلیا
 چھیا کر گٹ ستیں ڈسے رجا کر
 نہجی یہ بان جے جن گنج پاوے
 اچھول بھائی کیتک بیری لیے تھے
 کہ آخر ہوئے کیوں اس کا سراجام
 سواس سودا گراں کسیری خبر پائے
 جو یوسف کوں پکارے
 چلے سودا گراں ستیں چھکرنے
 کیتے یوسف کے تیں اس سا پہچھٹ
 سو پکڑے اس کہ یہ بندہ ہمارا
 نہیں کچھ بندگی میں دھر کئی دھات
 سودا خر کام تھے بھوتیک کچھو اے
 ہمارا ہے ان آخر زاد لسیکن
 کتیا کا پیش کرینت او تھا اس سا
 نہ کچھ بیکیاں کسیری پروا ہن کوں
 نہ کھوئے باج کچھ پیکے چمن لیں
 کھاڑیا بائیں بنیں تھے جن جوان غت
 کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے
 سو رچ کوں ایک ڈرے سوں لیتا مول
 ہوا یوسف کے تیں دے دام مالک
 پچھیں سودا گراں لا کے سہمہ بھار

سو وہ یہ بھاگ کا دھن جیو کاٹیا
 سو جب جیو نہ ہو تیک سفیر اتل
 سو سب جیو سنجکار اس کوں نہ لیکھیا
 کہ اس جنگل میں کھیلیا چھول میلیا
 رکھیا ایک ٹھاواں اسے بھوتیک چھیا کر
 چھیا کر جے نہ را کھے رنج پاوے
 نفھیں تیں ایسے نہر رہے تھے
 نہ دو جا اس نفھیں باج تھا کام
 مکر سوں ڈھونڈتے تینوں مان کن آنے
 نہ ہونے باج گر جن بائیں کسیرا
 انوں پر مدعی ہو کر پکڑے
 سو پائے ان پاس تھے یوسف کوں میو
 نہ کچھ بتونت ہو سودا تھا را
 چکا تا کام ستی سات دن رات
 چھیا اس بائیں بھیتہ تھا اس کو اے
 نہ اب تدبیر ہے کچھ بیچنے رہن
 نہیں باٹ آوتا ماریں جتے دھات
 جتے تھوڑے کوں نگین میں تمن کوں
 جو یہ کھوٹا بندہ ہم تھے تمیں لیں
 خوشی سوں مول لیتا مفت دیکھو سخت
 جگت میں دھن چھک ستیں کوں نہ کوٹے
 لیتا اربیت ہو رٹھکریاں دیتا مول
 سو تھا اس تیں جگت میں نام مالک
 ہوئے سب مصر کو دھن جاوے سوار

مالک یوسف اور چاہ بیرون کر دند در ڈیرہ خود نہی دادند

جو مالک پالیا بختیاں تھے پرسن
 اچا یار سیں اس چڑ کھن تھے اوپر
 چلن لا گیا آنالی سوں بہو تیک
 جو مالک مصر کے نزدیک آیا
 سہر اس شہر میں ایسی خبر تھی
 لیکر آتا ہے ایسا ایک بندہ
 نین آنبر کھوے رکھے ہیں
 خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے
 کچھ میرا نگر سو کہاں خونی
 سرگ بن کے جو بھول تانے کھلیں
 عزیز مصر کوں کھیا کہ اب توں
 نظر سوں دیک اس نیچے ٹھنے کوں
 عزیز مصر جب فرمان پایا
 دیکھا یوسف کو دھن وہ ایک نظر جب
 نوا یا سر کہ مت سجدہ کرے اس
 ولے یوسف سرا اس کا آپ اچایا
 کہ یہ سر تو نہ دھر بن اس کیے دار
 عزیز اس بعد مالک سوں کیتا بات
 کھیا بن شبہ کن آئے کیوں سری گا
 ہمیں جو آئے سوشہہ پاس آئے
 کہ دن چار اک ہمتا کوں رونا ہوئے
 کہ بھو تیک دور تھے بل آئے ہیں ہم

لیتا من بخت پرسن یوسف کے درس
 نہ ٹھیرے پاؤں شادی تھے زمین پر
 کرن لا گیا بہو تیک منز لاں بیگ
 سوشہہ مصر میں بھو تیک پایا
 کہ مالک پھیر کر آیا سفر ختی
 جو گھٹتا دیکھا اسکا روپ چندا
 نہ ایسا روپ کہ بھو تیں پر دیکھے ہیں
 اٹھے اس کی خبر بہہ رشک میں آئے
 بھلے مصریاں کوں حواں ہوئے تو بی
 سوان کا کھ دیک پر توں جلیں گے
 شکل مالک کوں سامن ہونے کوں
 لیکر آس دیکھا ون چمنے کوں
 سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا
 یکا یک پور ہیا وہ بے خبر تب
 بھو تعظیم سوں سر بھو تیں دھرے اس
 کرن سجدہ ایسی کے تیں نہ بھایا
 حور اکھیا سر سوں تچ گردن پر بالکل
 کہ لے جل شاہ کن یوسف کو سنگات
 خریدارا ایسے کوں شبہ بن کن کرے گا
 ولے اب تچ تھے ہم یوں آس لائے
 تو تمہا کوں بھی آتی نیس صفا ہوئے
 ہوئیں آسودے جو لیں جاریک دن دم

دھولا دیں کپڑے پور گردن کی
خوشی سوں شہر کی لٹخ پاؤں اٹھیں
پھر باراجے کیری سیوے کے تئیں تب
جو جاگے من میں شہید کوں آگ غرت
جو سورج سو نکھیر ان کے لیکھے
جو چھوڑیں دیس کا بازار ایک مت
اندھارا رات کا اندھار چھاٹے
سُفیا جو ہر جھڑت سو رنگ بھاری
یہ سب بازار یوسف کا جھکاویں

مالک بعد چار روز یوسف لے اغل ماوند دریاے روئیل

سودج کھن نیل کنتھ پر سیسں اُجایا
کہ توں اب نیل کنتھ پر آسورج سار
جو دلیسے دیہہ سب نرمل بھیل نور
گدم کر چھوڑ سکے نیل ندکوں
دپیا یا ندکوں چھاؤں آئیں گھال
سورج اندرے میں تھے نس کا کر اچا
کھلیا جوں میگ سورج دن دین تھے
میلیاں رات ملو تن دیسں اچالا
کہیے اتر تھے مت آیا اتر سور
نہ دے یہ جوت جو سورج نزدیک بچے
چھپے اس تھے سورج تھے جوں ستارے
خبر اس روپ کی اس وقت پایا،
کر دیکھے پور سٹے کول بہہ اتر پہرے

اتاریں ماندگی جاگن لنگھن کی
صفا پا کھے سوں شہہ سلوے کوں لنگھیں
غزیرا ایسے بجن نیلے سنیا جب
کہا شہہ سو جو یوسف روپ کیرت
دنیا تیرو پ ہے سب روپ نیلے
کھڑے ہوئیں سبہ بازار میں رست
اچالا جوت ادک فیتوں کوں دلے
حریری کسوتاں سب از رنگاری
کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیاویں

جو چوتھا دیس وعدے کا جو آیا
کھیا یوسف کوں مالک لے سہن ہار
سو گند باس انگ کیرا میل کر دور
بدیم یک کیمہ پر مل برگ بدسوں
سو مالک کے کہے پر وہ جگ اوجبال
جھک ٹوپی جو بالوں پر تھے کھینچا
لگایا کپڑے ات صاف تن تھے
جو بات دھیا نیل کا تہ بند کالا
جو سب جگ دشت دشتا روپ کا نور
بچھانے بھیا کہ سورج تھے ادک بچھنے
جنوں دین سورج دُاشن ہارے
جو شہید اس دیک خبر رانی گنوا یا
بڑے لوگال تھے ایسی سچ خبر ہے

نہ مانیا سچ کر لاکھوں میں ایک گئی
سببہ جگ روپ مل یک بچ نہ لکھا

پھیلے سببہ خبر اس روپ لکسن
جوا پنی دشت سوں وہ روپ دھٹا

بوقت آمدن یوسف دربار بادشاہ زلیخا را معلوم نہ بود

نہ پائی تھی زلیخا دہ خمیر تب
ہوا لکھ گن پرہ جبتا سوا تھا
ادک ہوئے تملتل جیو کا الال
عجب را ہی کہ یہ حالت عجیب ہے
ادک ہوئے دکھ کرے کچ چھند
جل جھلا لیون جگل سنڈن تھی
کیتے دن لاگ جگل میں رہی تھی
ولے یک تل برہ جھڑ کا نہ ٹھری
سوا گلے کیوں نہ تھو ڈونگر سبیل لگ
جو اس آگون تھے سبک جلتا ہوئے
نہ تنکا جگ مینے ایسا دکھیا کوئے
بجھے ڈونگر نہ بوجھے جلتا دیہہ
ولے اسکوں اچاٹ اٹکا کرے سب
نہ جیک شکھ تھا جہاں بیٹھی تھی
نہ کس نہ کوکھ تھے بن دکھ پھیل کھائی
چڑی ہودج میں ہوا ونٹن جلائی
سو تھے اس باٹ شہہ جھے کے سامن
نہ دیسا شور بھی کسی دور دیٹھی
کہ یہ کیا شور کسی یوں بگ پریشاں
موکھنال تھے علام یک وہ جلیا یا

جو یوسف آدے تھے باٹ لگ جب
ولے جیو کوں اکو جاتیا کیا تھا
ہوا من مٹ کے تیں منات اتالا
نہ سوچے اس کہ اسکا کیا سبب ہے
کری جھلا لیون تملتل کیتے چھند
اچاٹیا دل نیٹ جب گھر اچھن تھی
ہو و تیاگ کی دیر اک سیتی
دکھوں دنواس لے جگل میں پھری
جو اس ایک تن کی تنگی تھی تھی لگ
عجب تنکا جونت یوں جلتا ہوئے
جرم جلتا اچھے پورا کھ نا ہوئے
بجھا دن آگ برسا دے اچھاں مینہ
میلے اسباب داں شادی کیے سب
مچو تیک تملتل ہو رچٹ بیٹی تھی
ہو جھاڑے جھاڑ پھر پھر داڑ آئی
سو پھر گھر کی طرف جب رخ پھرائی
نگر میں آئی جب اب گھر کوں جلائی
نرا اک غلبلا ہو ر طور دیٹھی
لگی پوچھن زلیخا ہوئی حیران
کچے مالک سفر تھے پھر کو آیا

سو اس کے روپ تھے حیران ہے جگ
 جو کئی لکھ سورج اسکے سامنے آدین
 زلیخا سیس ابا دیکھت۔ بچھاتی
 سو کچھ ارڑا اٹھ ان کو خبر تھے
 بچھا رڑی کہا بڑی بے سدھ ہو کر
 تروت وہ اونٹ وال اون چلائے
 وہاں جب جگہ زلیخا کوں خبر آئی
 کہ تیرا حال کی ایسا بدشاں
 کہی لے آئی میری کیا کہوں میں
 جھٹا کنگال تھے مالک جو لیا یا
 جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں
 وہی ہے ساج میرا من مہانا
 نہ میں اس باج مانگوں جو اس میں
 سین میں ملجو دیکھی سو یہی ہے
 دھرن تن تاب میں منتا ہے اس تھے
 اسی سے جیوتے مرتے سے ہوں
 یہی منج کوں ہوا ہے آج مشکل
 کہ میرے جو سوں کن آگ تک پائے
 میرا نزل چندا کس لیں جگا سے
 نین کس کے یوئس بیت اس تھرن
 کن اس کن آئی سنیت سراگا
 میں اس تھے آس من کی پاؤں یا نہ
 جو لو جھپن جانی وہ توں کاٹی جلتی
 پرہ کی آگ پی بن کن مجھا دے

لہذا اس کوں اسی کے دھان ہے جگ
 نہ نیک ذرہ کیرے مولوں بکاویں
 کہ ہو تی یہ مکھ ایس جسکی دیوانی
 جو اس تھے جگ سنے کر جن انبر تھے
 پڑیے جیو ڈب ایس تھے ہات دھو کر
 اسے اس کے محل لگ انبر اسے
 لگی پوچھیں اسے بہہ جیو سولہ دانی
 منج کہہ کھل میں بلہا روتہاں
 دیکھی پیو کوں اب اس بن کیواریاں میں
 جو سارے شہر میں وہ شور مچایا
 خبر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں
 اسی کی پنتھ دھاوے من پرانا
 نہ میں اس باج مانگوں جو جیو سن
 سمت میت کر جو سیکھی سو یہی ہے
 غریبی لے سٹی مابا ہے اسی تھے
 اسی کی آس تھے یہ دکھ ہے ہوں
 جلے تلنتل اسی ڈر تھے میرا دل
 اس اندیشے تھے میرے جیو پر اسے
 سورج دن دیب ہو کس دن دیا سے
 محل کس کا ہووے اس تھے سرگ بن
 رکن اس یک کیہ آپ نہیں بھراگا
 نیکیے تلو یاں کوں نینولاوں یا نہ
 بچھانی ہے نہ کچ تدبیر چلتی
 دو چاہیہ کوں میرا وے تن مجھا دے

کہیں اپنے شمع سوز اپنا چھپا رکھو
جتن رگھو صبر کی سی آہیں پاس

ہردیلاو شاہ اور دندلووسف لہ ابراہیم خردی بہا کر دند

سودیس چھ دس امرت سیل جہیل
میلاد اسور تھے ہونے دس احال
جو سب مہر ہا ہوئے یوسف کے عزت
چھتے جس پورتی جو دست اس عہا
کہیں جہ مصر میں عقی سو بڑھی یک
نہ سیکے ٹھانپ اپنے دل کی ملکوت
کبھی جگ سنیت اس کا مول نا ہوئے
جو ہوئے اس انگ تھے یک بال کا تار
جو پاؤں ایک برج کیل اس چہون کی
نہ اس کی مول پورت کچھ دھروں میں
کہ ہوئے اسکے خریلاؤں میں پنج تاؤں
منادی ہر طرف آواز لاتی
جہ جیب اس روپ ناسکے سروں
ادھر امرت بن امرت گن امرت
انوں میں تھے کہیں ادھیا گن مول
جو دیکھے اس ٹکیاں کیرے گنت کر
کہ ایک ہو رہی مول اس چہا ہے
چرا آیا بھی سببہ پر یک خریلا
جو چرا آیا بھی سببہ ہونہ اس گن
چرا آتے تھے آٹھو کیلے ایتوں عباد

جو بیٹھا لال دل دے یہ بس میل
کھلے بچھڑے کسیرا اند کار کالا
سببہ اس مول لیون تیں رکھے چپ
سو اس تیں خرخچے تیں ان ہوں عھا
جو اس نہیہ تھے پریشان ہوں عورتیک
سو لے کر آتی دال کتیک سوت
سببہ جگ جیو مل کا قول نا ہوئے
تو مول اس کا کہیں درمگ تھجھار
تو وار دن سنیت اس پر بھون کی
دے ملکوت اتنے تیں کون میں
میں بیٹھیں جو یہ سنیت اسوں پاؤں
کہ کون ایسے ٹھنے کون لیون آتی
اؤک دو جگ تھے اس کا شمش پاؤں
گن امرت نیر کے نا ہوئے ایوریت
ٹھنے ٹکیاں کیرا بھدرا بھرا کھول
تو ہوئے وہ ٹکے سب ایک جھیر
سو سو بھدراں تک مول انیر سے
کہ دیرن بیشک بھایوسف کیر بھجھار
تو مانیک اسکے تول جو کہیں
زیادت کرا مرگ بھیت اور بھاو

زلیخا اس قصہ تھے ہوتی خیردار
 گیر ایک سب تملس تھے اس توڑے
 عزیز مصر کو نالوئی کہ اب حیا
 کہی جے کچ مر ہے سود فینا
 نہ اسکے مول کا آدھا جو تھکے مہ
 زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو
 رتن مانگ جو صد دقاں بھرے ہیں
 جو یک مانیک کا قیمت کریں گے
 عزیز یک اور بھی لیا یا بہانہ
 زلیخا بھی کہی حیا یا شاہ کے پاس
 کہہ اس کوں کہ منج من یہ بڑا دکھ
 دھروں شہید کے کرم تھے اس جو یک
 جو اس قصے کوں لیون منج رضا ہوئے
 عزیز اس بات کوں شہید بات آکھیا
 عزیز مصر تب اس مول لیتا
 خوشی سول لے گیا اس آئے گھر
 گئی بلبل سخن کی پاس آن کر
 پھری اس کی خبر شادی تھے جو تیک
 پیارے پر نہیٹ پیار آونے تھے
 گلے نینوں سوں پکڑے دوئے رگڑی
 خوشیاں تھے تملل اس پیش جانے
 گھر دوزخ تھے جس جنت لیا وینا
 جو پانی بھاگ تھے من اس سنیور
 گلگن سر کرن تھے پگ تل نہ بھانے

دو گن کیسی سمجھوں سول آپ یکبار
 ہوئے عاجز ہو کر اسکی بات چھوڑے
 اینوں مولوں نیاٹا کر لے کر آ
 منے مانک درب دھن کا خزینا
 کہاں میں مول سالم دے سکوں سب
 دیون اس دھن جے کچ میں بی دھروں سو
 گلگن بھر چوں کھنجر بیکھرے میں
 خزینے کئی شہاں کیرے سو دیا گے
 کہ لیتا ہے اسے شاہ ہی مہاتہ
 سون کر چھو تیک اس جم شاہ کے پکا
 جو جگ میں منج نہیں بنگرا نین منگھ
 کرم خوار کرے یہ دکھ میرا دیکھ
 تو بنگرا منج ہو رشید تیں ندا ہوئے
 رضا دی اس کوں بھونان را کھیا
 اسے فرزند گن بھونان دیتا
 کہتے اس تیں زلیخا من مینے گھر
 وہ راس آتی بڑی من اس پا کر
 بھر آتی ڈرٹ ملدون جگ تھے اس یک
 چلی پیاروں انجھو نینوں منے تھے
 بہت انجھواں سول تملل دھوئے بکڑی
 امس تھے بھگ جگت میں تاسا دے
 زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پاویں
 سٹی بھاگوں کی بردا ہوئے معذور
 سب جگ من میں یک رچ کر نہ لیا دے

نہ لہیا تا ب اسے جو تیک خوشی تھے
 سو حیرانی سوں پھر پھر سنگ کرتی
 کہ دھتی جاگ میرے کارنے حکیم
 نہ جانوں سوئے نہ بنا دیکھتی ہوں
 کبھی سندھ سوں میلہ واسچہ مانے
 جو کمی دن برہ لیس تھا منہ چارا
 جو میا دیکھ کے اندھالے میں بیسی تھی
 سو سائیں جگہ یاد دن روپ اہالے
 کر بی تلتل شکرانا خدا کا
 کہ ہیں اس دیکھ کر حیران گم ہوسے
 کبھی اس دیکھ دکھ ناؤں ببارے

۳۰
 رہی گم بہوشی کی بے ہوشی تھے
 کہ میں لجتیاں تھے یہ باور نہ دھرتی
 جو پاؤں جاگنے میں میلتی سکھ
 کہ جاگت روپ بیا کا دیکھتی ہوں
 آبی آپ مان بھوک اینا نکھانے
 ملن امریت پانی اس کا اتارا
 نہ سینڈ سک باٹ ایسی سنڈ تھی
 منہ بنہ بھوک دولت کی دیکھالے
 کہ دنیا سکھ گنوا یا دکھ سدا کا
 کبھی گزرے سو دکھ دن یاد کروئے
 ایسے یہ حال تھا اس دس سارے

قطب مشرقی

۱۰۱۸ھ م ۱۶۰۹ء

نظر

وہجی

۳۲ آراستن محل مشتری

سو اس محل کو نقش کرنے لگیا
سفیداب تارے میں سرخی سولوز
کہ دھرتا اے ہات جو زاقلم
تو لک محل چترے وہ یک تل منے
پچتر چتر وہ چتر نے لگیا
کہیں مرغ ماہی کہیں پھول جھار
کہیں بازو نحری کہیں مک کلنگ
کہیں نار ہو پرش یک ٹھار مست
کہیں چشمے امریت کے بہتے اہیں
کہیں ہیں دیوانے کہیں ہیں ہشیار
کہیں بیٹھے دیوار ہمدست ہو
کہیں دیو جن ہو پریاں اچھریاں
کہیں لیلی ہو رجول دیوار سے
کہیں پاتراں ناچتیاں ساز سول
کہیں چاند سورج تارے انبر
ستوار یا محل کو بھوت دھات سول
نراکت سول سنگار نازوک کر
کھلا چاند کا جیوں ہے آسمان چہر
ہلی کاند نہر جو سب جیو پا

بجد ہو کے جدو وجود دھرنے لگیا
جو زریخ جیوں چاند سنا سو سور
عطار دختارے کوں نیں کچھ غم
جو خوش ہو اس لیاے مک دل منے
نیٹ دھیان یک دل سول دھرنے لگیا
کہیں بنی بیاباں کہیں سمہ بھار
کہیں شیر شرو کہیں گچ ترنگ
کہیں بیت بیت غلنے ہو بیت پرست
کہیں شاعر اں شعر کہتے اہیں
کہیں میں ملا نے کہیں میں خمار
کہیں تخت پر کوئی سستی مست ہو
کہیں پیر شہید ہو پیغمبر اں
کہیں خسرو ہو شیریں یک ٹھار سے
کہیں گاتی گاؤں خوش آواز سول
کہیں دھترے مرغ سیمرغ سر
چتر یا چتر واکس بات سول
کیا چوک چوک اس چوک پر
سہمے چوک اس نقش میدان پر
لکھی شہ کی صورت وہاں اُن جو آ

اگر اسگوں باتاں میں کوئی کھولتا
 اہیں سنگ جو اس کا ندرنگ رنگ میں
 یو تاثر ہے شہ کی تاثیر تھے
 لکھیا نقش سینسار کی نار کا
 چتر تھکے یوں شہ کے مکھ بھان تے
 دیکھا یا محل کوں جو مستید کر
 مہر اسر محل جیوں کیا بوستاں
 محل خوب اعلیٰ یو جیوں سرگ مہوا
 اسی دای کوں واں بٹا بیج کر
 تمیں کام جو کئے تھے سوسب ہوا
 دیکھو یک نظر اس محل کوں اتال
 دھرو تیج اپر تک شفقت تمیں
 ہر ایک کام ہوتا جو اولاس تے
 اگر شہ کی اچتی نہ امید احس
 بڑا شاہ کو دے جو کچھ دان دے
 ہنر زیاست ہوتا اچھے دان تے
 نکو کرتوں تفصیر کچھ دان کوں
 سدیوں ہنر پروری کا ہے شہ
 ہنر ہے ہنر مند کوں کیا غم اے
 طلب ہے جو غالب طلب گار پر
 ہر ایک خوب جان ہور خریدارین
 یو موقوف ہے سب خریدار پر
 ہنر خوب ہر بار ہوتا نہیں
 اگر مانی اچتا تو اس وقت پر

تو ہر سنگ اس کا بچن بولتا
 کو تاثر میسا ہے ہر سنگ میں
 کہ جیوں جھاڑ بڑتا اے ہر تھے
 کیا شہ کوں دنیا کی اس ٹھار کا
 کہ روشن زمیں جیوں ہے آسمان تے
 کہ ہر ایک انگلی کوں تھا سنو ہنر
 کہ بچہ شحال ہوئی دیک سب دوستاں
 دندی دشمنان کا سو محل مرگ ہوا
 لکھیا مشتری شاہ کوں کر خبر
 اسے دیکھنے کا سو وقت اب ہوا
 کہ میں لی مشقت کیا اس ونبال
 کرو چیند میری مشقت نہیں
 سو شاہاں کی امید ہو ر آس تے
 نہ ہوتا منجے یوں اس ہو ر الا اس
 نوازے ہنر مند کوں مان دے
 نہ اُس کی فہم عقل ہو ر گیان تے
 کہ ہوتا ہے بل دان تے گیان کوں
 نہ بیاں جھوٹ کچھ شاعر کا ہے شہ
 جو بخشیں ہنر مند کوں سو کم اے
 کرے ناز ہنر وند خریدار پر
 بچارے ہنر وند کوں واں بھاریں
 سہرا فراز کرنا سمج کار پر
 رتن پاک ہر ٹھار ہوتا نہیں
 تو معلوم ہوتی ہری کچھ قدر

سوشہور سے روم ہو رشام میں
 غرض بات دنیا کی کہتا ہوں میں
 مرے کام کا کچھ سرا انجام کر
 کہ تیرا بزرگی ہے میرا سو کام
 بخت خوب میں تو ہنر کیا کرے
 تو دولت غلام ہو ر خدا ہوے یار
 ہنر وند مقصود پانا کہہاں
 ہنر وند کون تقوا ہنر کا اے
 ہنر خوب کچھ بخت تے کم نہیں
 یو دو لوبی ہو ویں سنا ہو ر سنگد
 بخت خوب تی ہے ہنر خوب کم
 ہنر وند کا لارے ہے کوئی چلاے
 جو میں تاب معشوق کی چھند کا
 سو شاہاں آپر ناز کرتے اہیں
 ہنر وند محبوب تے خوب ہے
 جو سو سے ہنر وند کے ناز سول
 کہ عارف کھوانا لوبچہ مفت میں
 کھبات اس دای مہروان سول
 تو جس خاطر آیا سو و کام ہوے
 کہ دیکھے دل اس نار کاٹک بجھا

بجھ ناز کی ہے مرے کام میں
 نہ کچھ آتنا کس پہ دھرتا ہوں میں
 توں درمیانے آئی تو یو کام کہ
 ادا دھر سٹ نہ دے کام توں کو تمام
 جو سمجھے سو و بول کس نادھرے
 ہنر ہو ر بخت جب لے ایک ٹھار
 دے دو تو یک ٹھار آنا کہہاں
 کہ بٹکھی کے تیں زور پر کا اے
 بخت میں ہنر وند کون تو غم نہیں
 ہنر خوب اس پر جو بخت ہے بلند
 توں خوشحال آپر ہو ر کچھ غم
 وہی شاہ عالم میں عارف کو اے
 کہ نازک ہے یوں دل ہنر وند کا
 ہنر خوب ہنر وند جو دھرتے اہیں
 ہنر خوب جیوں خوب محبوب ہے
 سر اول اسے شاہ در ساز سول
 ہر ایک سول دل فہم سول جفت میں
 عطار دوہاں بیٹ مجھ مان سول
 ہنر میں جو اس دھن کون کچھ نام ہوے
 عطار دیو بات اس تے بولیا کھجا

دیدن آتش محل والعام دا ون مشتری بہ عطار د

سورج جس تے روشن ہے اس ماہ کون
 توں اس محل کون دیکھنے آج چل

کہی داٹی جا مشتری شاہ کون
 کہ شہ مستعد سب ہوا ہے محل

ترے حکم کوں شاہ جس فی اے
 توں دھرتی تھی لی دلیں سول یوچ اس
 خدا آس تیری تجھے اب دیا
 محل دیکھ ہو رمان شہ سماج کہ
 کہ شاہاں کئے جھوٹ کہیا نہ جاے
 بلند مرتبہ جھوٹ تے ہوئے پست
 اگر جھوٹ سچ کوئی بجنہار ہوئے
 عیاں شکل ہے دیکھتا غیب کوں
 بجن دای کے سن سودھن کر منج
 چلی نار آس مٹھار آس کے سفلات
 نعل دیکھ دای کوں گل لائے کر
 جو بولی اتھی بات وو دھن سچان
 شہاں کا دل اس دھات اچھنا بھلا
 خدا جب جسے کچھ دلاتا اے
 خدا جب دلاوے تو کوئی کچھ پائے
 خدا پاس تے توں امید آس منگ
 جو شاہاں آپر بول دھرتے اہیں
 عطار دکا حاصل مقصود کر
 جو یک بٹھار ٹک ٹھیر چنچل کھڑی
 صورت شہ کی دیکھت بھلی نارود
 کنگ وقت لگ دھن دو بے ہوش تھی
 کہ آہاں پر آہاں جو ماری اُسنے
 سوو و دای پکڑی دکھوں جھورنے
 کہ وا اس نھنی کوں یہاں کیا ہوا

تجھے اس محل کا ہو س لی اے
 کہ کوہوے گا یومرا محل را اس
 کہ جیوں محل منگتی تھی توں تیوں کیا
 مری بات تو ہوو آس کا ہمنہ
 جھکوی جھوٹ کے سو پتیا را گولے
 دنیا میں نہیں سچ تے سچ خوب بست
 ہمنہ عیب جو ہے سوا اظہار ہوئے
 ہمنہ ہے سمجنا ہمنہ عیب کوں
 درست ہے لکر اپنے دل میں سچ
 تماشا محل میں دیکھی دھات دھات
 اند شوق ہوو ذوق خطا پائے کر
 عطار دکوں اس تے بی دی زیاست دان
 دست اس وضایات اچھنا بھلا
 توں شاہاں کے بی دل میں لیا تا اے
 شہماں کال تے دیں جو خدا نادلاے
 اگر توں منگے تو خدا پاس منگ
 غلط ہے الویاں بسر تے اہیں
 مینا دان دی دل کوں خوشنود کر
 نظر شاہ کی صورت او پر پڑی
 پڑی ہے شد ہو کر اسی عطارود
 سو شہ کی محبت کرے جو ش تھی
 سٹی مست ہو ہو شیاری اُسنے
 لگی بات پس میں اپنے جوڑنے
 مری چندنی کوں یہاں کیا ہوا

اتل اس کوں اس ٹھار میں کیوں دھڑل
 کہ یو پڑی لکڑیوں بے خبر
 منتر کاری بھی کوئی حاضر نہیں
 لیکر جاؤں یاں تے اتما کال اسے
 نہ جانے کہ کیا دیکھی اس ٹھار یو
 جو بھی بے خبر سو خبر داری ہو
 کھڑے قد پہ بلہا ر جانے لگی
 سو مید گنوا سب پریشان تھی
 ہوئی تلخ نسب زندگانی اُسے
 کہ بھاتی وہی ٹھار اس نار کوں
 وہی نقش پانی وہی نقش ان
 وہاں مشتری پھرتی چو پھیر سے
 بجاری کہا جائے دو نہاٹ کر
 محبت کی تل تل سویل کم اچھے

کہاں جاؤں کس کو کہوں کیا کروں
 مباد اپری کا اچھے اس نظر
 منجے آج دستا نہیں گچ کہیں
 نوا محل سے کیا ہوا یاں اسے
 اٹھاتی تو اٹھتی نہیں نار یو
 سو ویسے میں دو نار مشیار ہو
 صورت شہ کی تل تل بچھانے لگی
 دیک اس نقش کوں نار حیران تھی
 نہ ان بھاوتا تھا نہ پانی اُسے
 پکڑا رہی تھی واں نار اس ٹھار کوں
 وہی نقش تن تھا وہی نقش من
 قطب جیوں قطب ٹھار پر پھیر سے
 محبت جو پکڑا یا سے یوں داٹ کر
 اگر کس کوں بل بل جو رستم اچھے

موتی ایک ہاری موتی سو بر سے کی جھار کھائی

پیارے میں ہوں راتی کیلی کیوں جیوں مای

غش کر دن مشتری از دیدن تصویر قطب و پند دادن دای

کہ اے مائی کیا دیکھی اس ٹھار توں
 کہ قربان گئی دای نچ مکھ پر
 سوا ب نیکی کی یوں توں بے ذوق سوں
 تجھے کون سے منج تے بھی دوستدار
 نہیں بولتی کھول یو بات کی
 چھپاتے نہیں بات کوئی دای سوں

لگی پوچھنے دای اس نار کوں
 ترا دل نہیں کی اندھ سکھ پر
 محل دیکھنے آئی تھی شوق سوں
 چھپاتی توں اس بات کوں کی اے نار
 تو بیگانی منج جانی اس دھات کی
 کہ مابا ہوریک بڑے بھای سوں

تجھے دوو ہرگز نکرسوں حلال
 تو نیکھیاں کول بارے یہ پابند کرے
 توں جس تائیں یوں تہی سو دو کون ہے
 اے بھی زیاستی سول مرے ہر کسوں
 تو میں لیا دیوں تیرے فرمان میں
 نکو پڑ جھٹے میرے دُنبال توں
 ولے منج طاقت نہیں بلولے
 نہیں بات یکاٹیک آتی اے
 ویکر پر ویکر دینے کیا کام توں
 جو کوئی تجھے میں تو مٹھاسی نہ بلو
 کرے گا حق اس کام کا اہتمام
 تو اس دای کول شہ کی صورت دکھای
 چھپیا جھیدیاں کچھ جانی ہوں میں
 یہی نقش نیمہ اب لایا منجے
 اسی نقش کے تائیں مرقی ہوں میں
 اسی نقش کول دیک جیران ہوں
 میں مائل اسی دیک بیغم کیوں کیا
 ولے یو تو منج تے بی ہے خوب جان
 سوشہ جان آپے دو کس دھات ہے
 سوو دای مٹی سد اپنی گنوا ی
 کہ ایسج صورت ہے یومن ہرن
 اُجھالیا بدن تہی ہے اوتا ولی
 بڑی چھند بھری پھورت نقتی سی ہے
 بھلی ہے توں شاباش جو میں ڈری

جو توں نا کہسی منج کن اپنا یہو حال
 اگر تک جو توں ناز سول چھند کرے
 ترے مکھ جل تل جگت لون ہے
 کہ یو بات توں منج تے پر کسوں
 فرشتا اگر ہوئے آسمان میں
 کہی دای کیا پوچتی حال توں
 بچد ہے توں اس بات کول کھولنے
 زبان میں منے لٹ پٹاتی اے
 فہم داری کی فام سول فام توں
 ترے بات تے کام آسی نہ یو
 کہی سچ ہے کیا ہوئے گا منج تے کام
 جو بھو بیج پوچھی مہروان دای
 یدی اس صورت کی دیوانی ہوں میں
 یہی نقش بھو و بھلایا منجے
 اسی نقش کا دھیان دھرتی ہولی میں
 اسی نقش کول دیکھ پریشان ہوں
 یدی نقش اے دای منج کیوں کیا
 منج میری صورت پہ لی تھا گلاں
 کہ جس جان کا نقش اس دھات ہے
 سوشہ کی صورت تک بچھا دیکھی دای
 کہی میں ہے تیرا گنہ کچھ دھن
 تس اوپر توں بی نار ہے باؤلی
 توں چنیل چتر نار اتنی سی ہے
 یو کیا ہے عشق جو توں کرے

اچھوں نینہ کے چرکے میں پائی ہے
 غصنی ہے توں اچھوں تجھے فام نہیں
 کہ کاڈال کے نقشاں سول جیولائی ہے
 دوکھا کر جو بولے اسے دوست جان
 دکھا بولتا دوست کا کام ہے
 یونینہ میں ہے لفظاں کی بازی ا ہے
 گریاں یاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
 بھلی و وجو ایسے رکھی یاں سنبھال
 ولے ہند کوں کہتی تھی دای و و
 کہ واجب ا ہے ہند دنیا دای کوں
 بھر و سا جھوت کرتی ہے دای پتر
 کتا تھا سوکی و ڈکھیں یا نصیب
 مری بات توں سلج کر مان گئے
 بڑی ہوئے گی تو پچھانے گی توں
 کہ آدھا ا ہے عشق سارا ہو س
 توں صورت منے معنی کیا پائی ہے
 تو صورت تھے بھل بھی توں کچ پائے گی
 لگا معنی سول جیو جو توں پائے کچ
 عشق صورتی خوب میں مان توں
 ازل یخ تھا ہو نہارا یو کام
 تو لہدی ہوں اس پاک صورت ا پر
 اگر ما اگر باب اگر بھنائی ہے
 بیاں نا کیا جائے و و کس
 پڑی کی توں بھی میرے

پرت پنت میں توں نوی آئی ہے
 عشق بازی دھن کچھ غصا کام نہیں
 کچی توں تجھے بد کچی ا — ہے
 خوشی آہ ہے دشمنی توں پچھان
 غرض و نہ کوں یو بات کاں فام ہے
 توں اس نقش سول عشق سازی ا ہے
 عشق کیا ہے کر کے پچھانی ہے توں
 ہوس ہے نکو جا ہوس کے دُنبال
 طرز عشق کا تھا سو تھی پائی و و
 تلیں تل شکتی تھی اُس مائی کوں
 تو ما باپ فرزند کوں بیچ گود دھر
 و و دھن جانے ہو ر اُس کے من کا حبیب
 (ن) تھوڑا بھوت جانی ہے بھی جان گئے
 اگے عشق کیا ہے سو جانے گی توں
 توں کس باب کنوا کر ہوئی ہے نکس
 توں صورت سستی جیو کیا لائی ہے
 اگر معنی سول جیو توں لائے گی
 عشق صورتی کام نا آئے کچ
 عشق صورتی جائے گا جان توں
 سو دھن دای کوں کئی کہ غن یخ فام
 مینے معنی دستی ہے صورت بھتر
 بزرگ کس کے کہنے کوں نہیں آئی ہے
 جو معنی عیاں متج ہے صورت منے
 اول تے ہوا ہے میرا حال یوں

کسی کا درد بانٹ لیسے نہ کوئی
 الپس کا الپس کوں پڑیا ہر کسے
 دیوانی ہوں میں پسند بھائی نہیں
 رونگٹا کرے بول توں کے نکو
 یو دکھ پرھے دُنبل تیرا بولنا
 کہ چلتے اُپر تیل سنتی ہے توں
 دیوانی ہوں اس کا نکو غیب کر
 دیوانا ہے کالی (۹) ہر ایک غیب تے
 بھلا ہے دیوانی ہو کر جھوٹا
 دعو عاقل ہے اس کوں دیوانا نہ جانے
 نصیبیاں منے تھا سوانیر پڑیا منجے
 کہ یو عشق الے آنہارا اے
 اخل ہو رہم شد بد گیان سب
 کہ دل لے گیا ہے میرا لوٹ کر
 نہ ہونا اتھا ہو رہا کیا کروں

جو میں منگتی دار و سود لیسے نہ کوئی
 دنیا میں جتا دیکھتی ہوں جسے
 یو دلسوزی تیری خوش آتی نہیں
 دیوانی دیوانے کی پسند ہے نکو
 اچھیں جو لگی اُس نے جھنجھوٹا
 کہ غصے سوں منج پر اپٹی ہے توں
 اگر میں تجھے کچ کھی اے مُدھر
 نکو غیب کر دل میں کچ ریب تے
 کیا عقل میں ارج کے ٹھو گھوٹنا
 دیوانا جو کوئی ہوئے زمانا پچھان
 غرض ایسی باتاں سوں کیا ہے تجھے
 نہ کوئی عشق کوں لیا ہنارا اے
 جہاں عشق ہے واں ہے حیران سب
 نہ جاسی پرت منج تے اب چھوٹ کر
 یو فریاد میں کس کئے جا کروں

پرسیدان مشتری و خبر صورت محمد فلی از عطار ارد

دو ذوں بیٹھے ملکر سو یک ٹھا رو د
 لکھیا صورتاں اس میں بھوناز سوں
 سونزدیک تھے آج میں دیکھی توں
 کہ مانی تھے رخ زیاست مانی تجھے
 سراؤں تجھ الے کوں کس دھات میں
 کہ اس سات بھو دھات یو بات کر
 سو اُس راز کی بات گیتی ہوں میں

عطار د کوں بھبھی بلانا رو د
 کہی توں سنوار یا محل ساز سوں
 صفت دور تے تیری سنتی تھی جیوں
 ہنر وند توں سچ پچھانی تجھے
 کہوں کیا تیری خوبی کی باب میں
 سودھن بات بھو دھات اس سات کر
 کہ تج سات یک راز دھرتی ہوں میں

سکی شہ کی صورت اُپر کی نظر
 (دن) کسی شاہ اپنی یوں اس نار کوں
 (دن) نہ جانو کہ یہ نقش کیا سحر سے
 دنیا میں تو کیں صورت اس دھات میں
 میرا من بھلایا یو من ہر صورت
 عجب راز سے یوچ پایا نہ جائے
 (دن) کتاہیں رکھوں دل میں ناپول کر
 (دن) کہ یو بھیج کر توں تجھے فام ہے
 عطار دیکھا دل میں اس دھات لیا ہے
 بہت سچ سنی آج یو کام ہوا
 جو مقصود کوں یاں لگ آیا ہوں میں
 سنے گا اگر شاہ اس بات کوں
 چار اچتر گزشتا خوش لکھن

کئی اے عطار توں سن کان دھر
 چک کھینچ لیتا ہے جیوں سار کوں
 کہ ہر دل میں اس نقش کا ہر ہے
 توں جیوتے لکھیا یا کہ دیکھیا ہے کیں
 لیا دل دیا جیو یو دلبر صورت
 جو پائے تو مقصود کہیا نہ جائے
 کتنی ہوں تیرے پاں اب کھول کر
 کہ تجھوں اٹکے فی منجے کام ہے
 کہ سنٹری ہے اب یو تو جانے نہ پائے
 اتاں انت اس کا منجے فام ہوا
 سوا احمد لند کہ پایا ہوں میں
 تو خوش ہوے گا منجھے جو دھات سول
 لکھیا کھول سب مشتری نار کن

تقریف کر دن عطار دیش مشتری از محمد قلی قطب

براہیم قطب شاہ ہے شہ سبحان
 شہاں فعل بندی دیتے ڈرتے سب
 ظلم زیاستی تھے ملک پاک اس
 سنے گا بنی گاہ اس دھاک تے
 جو اس ڈرنے اجتا سمد دل منے
 اگر بیست اس کا نہ دھرتا پول

دکھن تخت کہ شہر اس کا مکاں
 جنگل پکڑے ہے وونکل گھرتے سب
 کہ مشرق تے مغرب تلک دھاک اس
 چھپیا بھیں بھتر رستم اس دھاک تے
 تو جگ کوں ڈبا تا دو یک تل منے
 اڑا سٹ دیتا بھیں کوں تنکے منن

اگن کا پنتی ہو رہا رہتا ہے نیر
 کہ لایق ہے دو تخت ہو رہا تاج کا
 دیوانیاں ہیں اُس کیاں سو جو روپریاں
 نہ جن نا پری نا بشر میں اے
 پڑیں شہ اُپر شمع پر جیوں پتنگ
 تو سوراخ شہ سنگ کوں کرتا ہے
 دیوانیاں ہوں بھرتیاں ہیں اُسکے سنگات
 کہ اس دور میں کشن اوشاہ ہے
 بلا دور ہوئے شہ کے پاواں اُپر
 کہ یوسف کی خوبی کوں بسہرا ہے جگ
 وہاں آب زمزم اُبلتا ہے
 اچھے چھانو جیوں دولت اس پانوتل
 سگی ما بھلے گی اسے دیکھ کر
 جوتوں دیک اُسے بھولی تو کیا عجب
 توں روت جھاڑاں چھال بار لیا ہیں
 مگے جھاڑے ہو ہیں بھی سیر تھے
 کہ عاشق ہے تیرا سکھ شہ سجات
 ہوا کام بھی مرتے ہوئی تل اُپر
 تو معشوق کرتا ہے تیرے ناز
 چھپی میں ہے مشہور یو بات ہے
 سو شہ عشق کے رسول ہوئی تھی متی
 کہ منج تو اب رہا نہیں کوچ مال

اسی عدل تے گال کر سب سر پر
 محمد قلی فرزند اس راج کا
 ہوتا سیں یثانی سوں پگ سدریاں
 جکچھ نور شہ مکھ چندر میں اے
 پریاں شاہ کے عشق کا پا اُمنگ
 جو اتنگی چکل چکھ دھرتا ہے
 لگا عشق لاک استریاں لاک دھات
 ہریک گوپنی شہ کی جیوں ماہ سے
 اگر سور جیسی اچھے کوئی سندر
 ہوا پرگٹ اس کا حسن یاں تلگ
 جہاں پانودھر شاہ چلتا ہے
 رہے جان ہما جان شہ بھجہ مل
 ودا ایسا ہے شہ جان سن اے سندر
 صورت اُس کی اس دھات اچھے خوب جب
 جوشہ باغ میں ٹک تما شے کو جائیں
 شہنشاہ کے دیدار کے نور تھے
 کھیا سب ولے ان کھیا میں یو بات
 کہ مت سرچے بات یو سون کر
 جو عاجز ہو دکھلاے عاشق نیاز
 کہ خواں میں عادت سواں دھات سے
 سلکھن چتر دھن چنچل گنو ننتی
 کہی کیا ہے تدبیر اس کی اتال

دکھایا صورت جیوں توں تصویر کر
مرا حال کیا ہے سو جانے تمہیں
تہیں میرے غم کا سو غم خوار ہو
کسے بات یوں یوں میں جاے کہ
جو منت لگی کرنے مجھ دھات سوں
دیا آس اس نار کوں پیو کا

تو توینج کچ اس کی تدبیر کر
چھپیا راز دل کا بچھانے تمہیں
کہ میں بیٹی توں باپ کے ٹھار ہو
کہ تدبیر میری کرے آے کہ
عطاریہ قبولیا و اس بات کوں
کہ مرتے کوں تقوا دیتے جیو کا

غزل گفتن مشتری از فراق محمد قلی قطب شاہ

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آں رے پیا
منج بن منجے جیو نا بھوت ہوتا ہے مشکل رے پیا
کھانا برہہ کیتی ہوں میں پانی اچھو پیتی ہوں میں
تجھے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا
ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش میں بھاتا منجے
برہہ یوں سنتا منجے تج باج تل تل رے پیا
منج تن تیش جانے تہیں منج ٹھار جیولانے تہیں
منج دل مندھرمیا نے تہیں کیتا ہے منزل رے پیا
توں جیو میرا میں سو دل تج سات رہنا کیوں نہ تل
دن رات میں میں ایک تل میں تج تے غافل رے پیا
جس یار کو میں منگتی ہوں وہ یا رکھاں ہے
سرسوں سکی چل جاتی دے ٹھار کہاں ہے

دل بات میں تھے چھین لے کر نھاٹ گیا —
 دو یار دغا باز جھوٹے مار کہاں سے
 مشتاق کے بازار میں میں نہ جیتی ہوں جیو
 دلال کہ ہر ہو ر خریدار کہاں سے
 عاشق تو بچ ایسے سکی لاکھاں ہیں و لیکن
 معشوق سو اس دور میں اس ہمار کہاں سے
 دیدے مرے نالیدے جو دیدار دیکھے تھے
 بچ صبر دیو ہمار وہ دیدار کہاں سے

یاد گردن مشتری محمد قلی قطب شاہ

لگیا ہے میرا شہ سوں بھو تیج دل
 ملا دو منجے کوئی میرے شاہ سوں
 نہ منجے باغ خوش آئے نابو متاں
 رھیا جائے نامنج تے اب ایک تلی
 سورج سرودہ قدرنگ ماہ کوں
 نہ منجے خو لیش بھاتے ہیں نادو ستاں

حالت مشتری در فراق محمد قلی قطب شاہ

نہ سکھ سوں منجے غمت آتی ہے
 بسا لے ہوئے نکس یوسس تے
 کہاں ہے وہ شہ نر ملا نوجوان
 کہاں ہے وہ لالین مٹھی چال کا
 کہاں وہ چتر چنگلا من ہرن
 نہ منجے دیس ہے شکھ نہ منجے رات
 منجے رشک آتی ہے اس ٹھار تے
 نہ پھل سچڑی منجے بھاتی ہے
 تپاتی ہے رات منجے دیس تے
 کہاں ہے وہ شہ گزرتا گن بدھان
 کہاں ہے وہ سا جن لہنے بال کا
 کہاں وہ سکھ اچھلا ہے سجن
 نجا نو کہ گمت ہے شہ کس سنگات
 منجے رشک آتی ہے اس ٹھار تے

یکسکی کہ تھاں لگ رہوں یار بانج
 کہ مکھ چاند اچھو سوتا رہے ہوئے
 سنا تھا اول سوا تال آگ سے
 لگے دانے جھرنے سوانا کے
 دکھیا جیو میرے کول ٹک شا دکر
 کہ تن منج کئے جیو تچ پاس سے
 تول اس جیو میرے کول ٹک پوچ دیک
 تول غافل نکواچ میرے مال تھے
 پریشاں سے جیو دل شاد دے
 عجب کام آکر پڑیا آج منج
 منجے گن تول اے شہ الیں داس کر
 کہ تچ ناسات لکرو و ناندیاں ہیں
 تیری ناندنک شہا سے دھات دھات
 محبت میں میں زیاست ہوں سب سستی
 کہی بات میں راست ہو راست سے
 سویتی کول پھر پھر تپا تا سے
 کہ ناحق منجے آج دیتا عذاب
 رگو کر سٹول دے وے پاواں تلیں
 تو برہا منجے کیا سبب جا لیا
 منجے مارنے عار اسے آئی میں
 نفا کیا ہے جگ میں برہ آئی کا
 دکھوں چھاتی یو میری سب پھاٹ کی

ہوئے جل کجک نہیں دیدار بانج
 رتن تھے سوتن پر انگارے ہوئے
 ہریک رول میرے تن یہ جیوں ناگھے
 دو بادام تھے اس چنچل نار کے
 کہی شاہ کے تیں سودھن یاد کر
 منجے ترے ملنے کی لئی آس سے
 میرا حال کیا ہے سوائے شاہ نیک
 چھٹرا منج پر ہے کے تول جنجال تھے
 کیا ہے برہ زیاستی داد دے
 کہ کوئی داد ویسی نہ تچ بانج منج
 رہی ہوں بھوت درتے رتھ آس کر
 منج ایساں تھے لاک بانڈیاں اہیں
 پر یاں ہو حورال رتھے رتھ سنگات
 ہو آکیا جو سیلیاں ہیں دو چھب سستی
 محبت میں جو زیاست سود زیاست ہے
 برہا سا برہ منج سنتا تا سے
 خدا اس برہ کا کرے گھر خراب
 جو سینٹرے برہ میرے داواں تلیں
 اگر وصل ٹک آ کے سنبالستا
 بڑاے کٹر اس میں خوابائی میں
 گریب کی نہیں گل پڑیا مائی کا
 کہ ما اس کی ناجستی بائے کی (۶)

میرے پاس میرا قطب شاہ نہیں
 کدھر دیکھوں شہ میں کدھر دیکھوں تج
 نہ وعدے کی منج آس نادر سے
 میرے حال تے کوئی آگاہ نہیں
 نہیں منج توں دستا جدر دیکھوں تج
 ہریک دلیں تج باج سو برس سے

رباعی خواندن مشتری

تج یاد دینا ہور منجے کام نہیں
 میں تو تجھے منگتی ادکھ جیو ولے
 نس جاگتے جاتی ہے دن آرام نہیں
 توں کیوں منجے منگتا شو کچ کام نہیں

نامہ نوشتن عطار و بہ قطب شاہ

عطار و دبیر ہو کے تقریر سوں
 سو بھیجیا آنے کا غذا اس شاہ پاس
 اگر دھن آپرے تیرا شاہ جی
 کہ جیو ناز تج باج مشکل اسے
 نکو بار لا بیگ توں بیگ آ
 ترے تائیں ہوئی ہے یو بد نام یاں
 ذکر لائی ہے دل میں تج دھیان دھر
 ترے وصل کامیں جو دیتا نہ آس
 میرے پاس احوال سب کئی اھے
 یو دلسوز نامے کوں لکھتے براں
 نہ لک سک قلم دک تے گھٹتا اتھا
 بھینس عشق بھیدیا ہے اس ماہ میں
 نیٹ تجوں لیدی اھے نار و
 نہیں ایک تل تج بن آرام اُسے
 شہتا توں سودھن کوں تو منگتا ہے زیاست
 لکھا نامہ مضمون گنہگار سوں
 کہ برائی ہے تجہ اُمید و آس
 تو داں کھان کھا ہو ریاں پانی پی
 گذر تا ہے چکھ ہو کے ہر تل اسے
 کہ و نار ہوئی ہے تیری مبتلا
 کہ کچ کرتے کچھ ہو گیا کام یاں
 قطب شاہ قطب شاہ قطب شاہ کہ
 تو یک تل میں مرقی سودھن بھر آس
 اسی آس سوں چوب کر رھئی اھے
 صفے پر نکل پڑتے تھے اجھراں
 رخنے پر قلم کالی سٹا اتھا
 کہ سو سو خسرو اھے اک آہ میں
 تیرا دیکھنے منگتی دیدار دو
 نہیں کام تج یاد بن کام اُسے
 ولے دو تجھے منگتی تج تے بی زیاست

کہ مادودیتی نہیں روئے
برگ پھل سٹے باد کے تول سٹے
ثرت پھل لینے کاواں داد میں
تو بیگی نکو کہ ہر یک کام پر
نظر آ کر اب شہ میری جا کر ی
سوشا باش کہنے کی بیخ ٹھارے
میرے بخت اے شاہ تیری نظر
دلے باج کئے بھی رچھا جائے نا
کہے تو چھپیا بھید ہوئے فلم سب

نہ ہوئے کام اس کام پر ہوئے بن
توں اب... مقصود ہوئے یوں نے
برگ بار سے ہو رہاں باد میں
جو پھل لینے منگلا سے منگام پر
لے گی تجھے وہ چنچل سندری
دیوانی تیری مشتری نار سے
کیا کام یوں میں یہاں میں پنجر
تجھے بات یو شہ کھیا جائے نا
کہے تو نہ ہوتا سو ہوئے کام سب

بشارت یافتن شاہ و رخصت شدن از مہتاب

انکھیاں پر رکھیا لپکے بھو بھاد سوں
جو اڈل تھا وہ سواب یوں ہوا
کہ قادر سے قدرت جو دھرتا سے وہ
کہ توں دل بھلایا سے اس نار کا
سو میں کیا سکوں گاترا شکر کہ
خوشی تھے غم اس کوں سینا رکا
مراد اس کے پاواں تپیں خاک سے
کہ مطلوب جو تھا سوطا لب ہوا
کہ جانے کوں دے اب رہنا بیخ کوں
سو جیو یار سیتی اچھے یار ہل
تجھے چھوڑ کوں پاں لے جاتا نہ میں
کہ بیخ سوں توں لئی آدمیت کوں
نہ ہو سکوں تیرا سو اترا ی میں

پڑیا شاہ ناما ہو خوش چاد سوں
کھیا کام یکا یک یوں کیوں ہوا
ہر یک مشکل آسان کرتا سے وہ
کیا شکر سجدے کوں کرتا رکا
جو لب دی سے وہاں یوں بیخ ا پر
جو ثابت قدم عاشق سے نار کا
کہ جانناز عاشق جکڑی پاک سے
بخت بختو رآج غالب ہوا
کھیا شاہ اس نار مہتاب کوں
رچھا تجھسوں لی دیں یک ٹھارہ لی
جو اس نار کے تائیں آتا نہ میں
تیرا پیار بیخ پر اے اے پر ی
عجب تجھے دیکھیا ہوں خوبائی میں

کہ نیت دیکھتی تجھ کو دھن بہست چال
 اسی کام کوں یاں لک آیا ہوں میں
 کہ توں مے پری مے ترا ڈر منجے
 تیرے ہات میں آکے سنہریا ہوں میں
 بیچکا نیا مے آخر منجے اس دہات توں
 کہ میں داس تیری ہوں توں مان منجے
 کہ خواہاں تے ہرگز برائی نہ آئے
 گواکھو دے پر کاخ اپے ڈپ مے
 بُرا خوب ہو ر خوب نا ہوئے بُرا
 اذیلاں تے ہرگز خطا میں ہوتا
 اذیل ہو ر کم ذات میں یوچ مے
 جو ر صیگا تو منت سول رکتی ہوں میں
 اگر جائے گاشہ تو تیرا رضا
 جو نا جاسوں تو کام پڑتا مے دور
 رخصتے کا یہاں اب میرا کام نہیں
 سودی شاہ کوں یوں پھر کر جواب
 جو اچھا نہ ما باپ کا منجوں ڈر
 توں جاتا مے دے کچ منجے یادگار
 تو کیا منگتی مے سو میرے پاس منگ
 ترے بات کی شاہ انگشتری
 رکھی جیو کہ اُس کوں اُس ماہ نے
 کہ حج یاد کرتا اچھوں اے سچاں
 وانا خوش ہوں اس جدائی تے میں
 کہ اس دعوات آخر جدائی ہوئی

عطار د بلا یا منجے بیگ اتال
 بشارت نو کاتج پایا ہوں میں
 رضادے تے خوشنود ہو کر منجے
 دکھن تے جوں ٹھارا نہ پریا ہوں میں
 کہی شہ نکول یو بات توں
 تیری بے ادب کر نکو جان منجے
 مری بات یح جان شہ توں پتیا لے
 نہیں خبی اُس جو برائی کرے
 بھلے ہو ر بُرے میں فرق مے شہا
 جو کم ذات اُس تے وفا میں ہوتا
 بُرائی کہ یا خوبی یو دو یح مے
 منا کرنے میں تجکوں سکتی ہوں میں
 اپی ہو تجے کیوں کہوں میں کہ جا
 کئے شہ کہ جاتا منجے مے ضرور
 منجے ایک تل اُس بن آرام نہیں
 سلگن سکی چٹھلی ماہتاب
 سنگات آتی انہ پڑاتی شہ توح گھر
 تری بانڈی ہوں میں منجے نابسا ر
 کھیا شہ کہ میں لی گپ توح سنگ
 کہی خوش ہو منس کروو منس مک پری
 انگوٹھی نشاں اُس دے شاہ نے
 جو شہ کی کہ دے توں بی کچ منجے نشاں
 جتا خوش تھا آشنائی تے میں
 کہاں تے کہ یو آشنائی ہوئی

رکھیا میں ہے کس ایک جنس آسمان
 مثل بگ میں مشہور یوجم اے
 بچھو پا اچھے جاں اچھے کل دو یار
 یکساں یکسوں جو لا لگیا پران
 یکس کی نشانی کوں یک دیک کر
 نشانی تھی تو کو یہ حاجت نہیں
 یہ بس ہے کہ میں یار کے تیں وویار
 کہ اول بہار ہو ر آخر خزاں
 کہ ہر یک خوشی کے بچھیں غم اے
 کہ مستی جہاں ہے وہاں ہے خمار
 تو اچھنا یکس کا یکس کن نشان
 کہے یاد یکسوں یک اے سندر
 ولے رسم ظاہر نہیں یوں کہیں
 محبت اچھے میں کنے پا دگار

یرت کا روش تو اے اس وضا
 تو دیتی ہے یا میں دیتی کہا رضا

سيف الملوك وديع الجمال

١٠٣٥ هـ م ١٦٢٥ ع

ن
غواصي

حکایت تولد شدن سیف الملوک

جو دیتا ہے منگیا مگنہار کا
چندر سورتے خوب نرمل پھیل
بہر حال فرزند ہوا کر اس
رتن ہیر کے راس کھولن لگیا
گنانا سنکے جگ میں کوئی راج یوں
منگیا اپنے فرزند کوں بچد جات
سو سیف الملوک کر رکھیا نالوں نیک
خدا اُس کے حق پر ہوا دستگیر
دیوا اُس کے گھر کا سوروشن کیا
سو ساعد کر اس کار کھیا نالوں سو
پو گیا سر تھے بھی خرمی یا سیکر
کہیا یوں کہ اس دہات منگیا ہو میں
بد ہیں ایک دل ہو کہ ہویا را چھیں
دو دایاں رکھیا دونوں کو ایک ٹھار
دیکھیا شاہ زادے کے طالع کھلا
کہ چودہ برس میں یکا یک اول
گذرے جفا اُس اُپر جائے گا
ہلاک ہو یرکا خلق اُس کے شکات
ٹری کامرانی ہے آخر اُس سے
توکل کیا اپنے رحمان پر

الہی جو صاحب ہے سستار کا
جو بیٹا دیا شاہ کوں بے بدل
سو عاصم نول شاہ پایا اُس
خرینے دینے جو کھولن لگیا
گنایا تترت جگ منے کاج یوں
دعا سول اچھا بات بھوت صدق سات
خوشیاں سات امرت گھڑی خال دیک
جو تھا صالح اس شاہ کیرا وزیر
اُسی رات اُسے ایک بیٹا دیا
مبارک گھڑی میں دیکھت فال او
جو اس حال تھے شہ کوں انڑے پھر
بلا بھیجا بیگ صالح کے تین
جو یو دونوں بالک مل یک ٹھار اچھیں
منگیا بھیج ساعد کوں دیں شہر یار
خوشیاں سول بخو میاں کو بھیجا بلا
سو طالع میں اس کے یوں آیا نکل
بڑا غم اُس سے موکہ دیکھلائے گا
تماشا دیکھے گا بھوت دہات دہات
وے شادمانی ہے آخر اُس سے
سن اس بات کوں شہ بُرا مان کر

سو تل تل کوں اسپند جالبن لگیا
 معلّم کوں یک خوب پیدا کئے
 لگے پڑنے دن رات دونوں جنے
 جو دم مار کوئی ناسکے بات سوں
 جو سالتوں قلم آئے تھے بات ہیں
 برابر ان کے نتھا جگ میں کوئی
 جو رستم تے یکدہات فاضل ہوئے
 رسیدے ہوئے ہر ہنر فن منے
 مگر جیو کے ڈال کا پھول تھا
 تو آنا سکے اس کے سم کوئی ٹاک
 دیکھن شہر کا خلق آتا اچھے
 گنوا ہوش بیہوش مطلق ہوئے
 طلب جو کیا شاہ فرزند کوں

بہر حال دونوں کو پالن لگیا
 برس سات کے جیوں یو دونوں ہوئے
 لیجا کر جو بسلائے مکتب منے
 کئے علم تحصیل اس دہات سوں
 ہوئے خوشنویسی کے یوں دہات میں
 تیر انداز ایسے ہونکے وودوئے
 قوی دست یوں کس میں کامل ہوئے
 ہوئے مستعد زور سادہن منے
 ولے شاہزادہ سو مقبول تھا
 اگر ہوئیں پیدا سورج لاک لاک
 کد ہیں بہار سواری جو جاتا اچھے
 جو کوئی اسکوں دیکھے سو عاشق ہوئے
 طلبگار ہو یک دن آنند سوں

داستان طلب نمودن بادشاہ و عطا کر دن خلعت

و عاشق شدن سیف الملوک

شہنشاہ کے جیو کے چمن کا ہنار
 گئے بخت و رجاں ساعد سون مل
 ادب سات سر ہوئیں دہرنے بدل
 سونے ہو روپے کے دو کرسیاں مٹکا
 لگیا دیکھنے بھر نظر دوئی کوں

سو یک دیں سیف الملوک جگ اچال
 محبت سوں ہو ایک تن ایک دل
 چلیا شہ کوں تسلیم کرنے بدل
 دیکھیا شاہ دونوں کے نکلیں جو نجھا
 کیا امر بیسو ککر دوئی کوں

ہوا سن میں خوشحال اس دہات سوں
 لینے لگیا پیار کا دل میں شوق
 سو چند ہر جڑت یوں جڑے تھے اسے
 ووصندوق کھول ایک انگستری
 پھیل زر زری خوب زر رفت ایک
 موسیف الملوک کے دیا بات میں
 منگایا اتم ذات تیزی التو پ
 کیا پیش کش ہو ر نواز با بہو ت
 یو تیزی اتم ہو ر یو انگستری
 میرے میں دیے تھے سلیمان بھیم
 عجب کچھ خزینے میں میرے ہیں یو
 کہ حج حج بغیر کوئی فرزند میں
 یوستان تھے آرزانی اچھو
 خوش اس دہات فرزند کوں سمجھایا

کہیا جائے نا او کسی بات سوں
 منگایا خزینے میں تے یک صندوق
 جو طاقت نہ تھا اس نے بھانے کسے
 جھگٹا لگنا سو جیوں مشتری
 یو دولت کوں کار پے شاہ دیکھو
 ہو خوشحال ہو تیج اسی سات میں
 یوں ساز جلدی میں اپروپ روپ
 بلا کر کہیا اے میرے منکے پوت
 یو زر رفت نرمل پھیل زر زری
 پریاں ہو ر دیوان کے سلطان بھیم
 دیا ہوں تجھے میں کہ تیرے ہیں یو
 عزیز ارجمند ہو ر لبند نہیں
 تیری عمر کوں جاودانی اچھو
 دے تشریف دو لو کوں بھوڑا گیا

مال شہن سیف ملوک بر تصویر بدیع الجمال

عجب بات نرمل تھی اس دن کی رات
 نکلی آنیکر چاند تاریاں سیتے
 پھیل چیت نہاسب میں پڑیا تھا
 نے بن یوں مکے مکانی اتھے
 خوش ایسی پھیل چیت نہ دیکھ رتا
 صراحی و پیالے کی مجلس بہر آب

جھگٹے تھے نوراں میں لک بھٹا دہات
 جھگٹا تھا جگمگاریاں سیتے
 سو جیوں دودھ کیرا و دریا اتھا
 چمن در چمن لک لکاتی تھی
 لے ساعد کوں سیف الملوک آپ سنگا
 لگے ذوق سوں پینے بھر بھر شراب

ریجھانے کے باجے بجانے لگے
 ہونے مست پیانے کیے سنگ سول
 رہے ماندے ہو شیند گیرے سنگات
 یکٹ شاہزادہ سوتھا ہوشیار
 سو بھیل زلفیت کا دو قماش
 سو تصویر پایا عجب اس نے
 وہی عشق کا اسکوں بھانا ہو
 سو پڑنے لگیلے خبر ٹھار ٹھار
 سو جاگا کیا دل نے خوب کمر
 لیا کینچ دم سب تھے بہرے موٹ کمر
 سو جا پر رہیا بے خبر ہو نیٹ

نچل کا ہمارے سوکانے لگے
 مجالس جے راگ ہو رنگ سول
 ادھی رات گتے ہوئی ایسے دیات
 ہوئے لوگ یکدہر تھے سب ٹھار ٹھار
 یکایک سول کو لگیا جیوں تلاش
 دیکھیا کھول کر سر بسر جیوں اُسنے
 وہ تصویر دیکھ ویں دوانا ہوا
 پس میں لگیا رُونے زار زار
 وہ صورت نظر میں رہی چوب کمر
 دیا سنگ ساریاں کیرا چھوٹ کمر
 اندھارے بھری کو ٹھری میں یکٹ

دیوانہ شدن سیف الملوک

لگیا دیکھنے تائیں انکھیاں پیسار
 لگیا ڈھنڈے نے جیران ہو ہر کس
 پڑیا تھا اکیلا دو کھوں بقیار
 ندیاں ہو کے دو دہرتی چلتے آتھے
 نہ طاقت زباں کو ہے لچ بات کی
 جتا پاؤں پڑ کر منانے کوں جائے
 ندے جاب چپا رہے فراموش کمر
 لیا ہتیاں سول کمر بمیل

جو ساعدہ ہوا نیند میں ہوشیار
 نظر نہیں پڑا شاہزادہ کہیں
 سو پایا اندھارے منے ایک ٹھار
 آنکھواں کھیاں میں تھے ڈھلتے آتھے
 نہ ڈرہ خبر کج اُسے ذات کی
 جتا ساعدہ اسکوں اُچانے کوں جائے
 ونا لبیس دگلا ہے بیہوش کمر
 اٹھیا ساعدہ اُس دیکھ کر تلملا

یکا ایک شہ کا سینا تڑخیا
 سو بیتاب سچیتھ پایا ادیکس
 وہی رنج ہے ہو رہی ہوئی ہے
 سو سیف الملوک جان سو جان تھا
 دیکھے باج بیٹے کوں تل نا اچھے
 تو فرزند کوں دل منے یاد لیلے
 نکل دھڑپیں تے جیو جاوے اسے
 ہتی ہو رگھوڑے ہزاراں ہزار
 جواہر کے راساں لیکر آگیا
 کمر بیس گئی ہو رگھوڑے گئی
 مبادا نظر کج لگی ہوئے کر
 لکھیا تعویذ اں لبیا بندھانے لگیا

جو در حال ہستہ کوں خبر جانا دیا
 جو دیکھن کوں بیٹے کے آیا نزدیک
 کہیا یو نجو میاں کیرا قول ہے
 جو کچھ شاہ کیرا جو ایمان تھا
 ملک مال پر شہ کوں دل نا اچھے
 جو مجلس بھرانے کے تیں بھار جائے
 کہہ میں ملک جو دلیکیر پاوے اُسے
 صبا اوٹھ بلا دور دے بے شمار
 سنا ہو روپا باند کھنڈیاں بٹاے
 دیکھیا یوں جو بیتاب یکساں رگی
 سو اس وقت کیرس کو نا کر خبر
 دے عیاں کو دھو دھو پلانے لگیا

علاج کر دن سیف الملوک

حلبت چین ہو ر ماور النہر کے
 ویتاں کوں بلا بھیج حاضر کیا
 کہیا مہر بانی سیتی لا گئے
 فدا اس پہ تھے مال ہو ر یو ملک
 عزیزاں جہند ہو ر دل بند نہیں
 کہ دیتا نہیں ہے کسے جاب یو
 دیو و لگا اُسے بادشاہی تمام
 اُٹھے سب حکماں سو یکدہ ہیر تے

جتے تھے حکماں اپن شہر کے
 شتائی سوں فرمان صادر کیا
 کتے وضع سوں سب کے دل ہاتے
 جو فرزند میرا ہے سیف الملوک
 مجھے اس بغیر کوئی فرزند نہیں
 ہوا ہے یکا ایک جو بیتاب یو
 کر لگا دو جو کوئی در د فام
 من اس بات کوں شاہ گنہمیر تے

کریں گے دوا یو کیتا کام ہے
 درد ظاہر کچھ نہیں پائے ہیں
 رہے دردنا فام حیران سب
 تو دارو و درمن کوں رُح ہوتا
 ولے عشق کے درد کوں نہیں دوا
 بچارے حکماں کریں کیا کہو
 نہ تھا کام اُسے کچھ نیٹھے روئے ماج
 نیٹ نیند دانا و پانی سٹیا

کہے شہ کوں سب درد ہم فام ہے
 حکماں دیکھن ماری جیوں آئے ہیں
 ہوئے یک طرف تے پشیمان سب
 جو اُس درد کا جس کچھ ہوتا
 سچیں ہر درد کوں ہے ہر کہیں دوا
 اچھے جس کے تیں عشق کا درد جو
 مسلم شہنشاہ ہوا الا علاج
 ہوا گھا برا شادمانی سٹیا

رفتن ساعد پیش سیف الملوک

کہے شاہ کوں یوں کہ اے شہ نول
 کچھ اس فکر میں پاؤں دھڑکا بھلا
 کہ رہنا کچھ اس دہات سوں ہے بُرا
 دکھی ہو مسلم پریشان ہے
 نزدیک ہے جو سیف الملوک ہو ہلاک
 اچھے اُس کے دوک درد میں ہو نزدیک
 وہی اُس کوں مارگ منے لائے گا
 دیا بھج ساعد کوں بیٹے کے مٹھا
 لگیا روؤ نے زار اُستے ا دیک
 نہ سورج چندر میں ہے تیرا مثال
 ترا دل خوشیاں ساتھ ہم پورا چھو

سو یک دیس آئے وزیراں کل
 کچھ اس بات تدبیر کرنا بھلا
 نہونا ایتے وضع سوں گھا برا
 سرانديل ترا سب پشیمان ہے
 اپن درد تھے ہو آ پے دردناک
 بھلا ہے جو ساعد تک اُس کے نزدیک
 وہی اُس کے دل کا سوانت پائیکا
 شہنشاہ کوں خوش لگیا یو بچار
 گیا شہنشاہ ا دے کے جیوں او نزدیک
 کیا یوں کہ اے لال صاحب جمال
 ترا نور ہر مٹھا معسور اچھو

ہے مج نہیں کوں نور تج نور تھے
 ادھر کھول مج سات کچ بول توں
 کہ تیرا سدا میں وفا دار ہوں
 یکایک یو آیا ہے کیا فکر مج
 نظر کس سورج پر پڑی جگ گیرے
 ترا چاند کن ہے توں کس کا چکور
 کہے باج توں کچ مجے فاسم میں
 مجے کھول کر توں کہے تو بھلا
 کمر میں تے دیں اپنے خنجر کوں کاڑ
 دیک اے حال در حال سینا ملوک
 برہ آگ سوں جل بلا آہ مار
 پچھانیا کہ ساعد وفا دار ہے
 ووزر رفت کا پار چہ لائیا
 کہا میں اسی کا دیوانا ہوں بہوت
 بھی روپ لب دایا ہے مجے
 کہیں روپ دنیا میں اس سار کا
 کہ لگتی ہے فی دل کو حیرانگی
 سنیا راز ساعد اپن یا رتے
 ہنشتہ کوں تسلیم آکر کیا

سدا سور محکوں تیرے سور تے
 ترے دل میں کیا ہے سو کہہ کھول توں
 ہر ایک ٹھار تیرا میں غمخوار ہوں
 لگیا ہے کسوں دھیان ہو زکریا
 جو یوں نت اُبلتے ہیں جل کے جھسے
 جو تفل کوں ہوتا ہے توں طور طور
 سنسے لگ میرے دل کوں آرام نہیں
 وگزنیں تو میں کاٹ لیونگا گلا
 گیا آپنا پیٹ لینے کوں پہاڑ
 پکڑ ہات ساعد کیرا دیکہ موک
 انگارے نہیں میں تے ڈالیا ہزار
 اپن دو کہہ ہو رد کا یار ہے
 جو قحی صورت اُس میں سو دکھلا ئیا
 اگرچہ اپن ٹھار دانا ہوں بھوت
 بھی جس بے سُدہ کیلے ہے مجے
 نہ دیکھیا ہے کوئی خلق سنسار کا
 نجانوں چھوٹے کیوں یو دیوانگی
 رضا بیکر آیا جو اس مٹار سے
 سوا و صورت حال سب بولیا

پارچہ زرفقت اور دن پریاں

کہیا کھول کو سب کوں یوں سرسبر

عجائب نگاشتہ کوں اس بھید پر

جو خوش ہو عنایت کیا تھا اب سے
 سو دیکھیا ایک ایک اُسی وقت پر
 دہلارا اٹھا سخت شر شور کا
 پریشان تھا خالق بارے تیلیں (۵۲۰)
 کیننگ شہ پریاں عین جھلکار سوں
 کیاں محلوں دیک یک طرف تھے سلام
 ہمنگوں سلیمان بھیجا ہے آج
 میرے آنگے رکھہ کھول دکھائیاں
 مچھولیا دیکھ صورت و و میرا ضمیر
 کہ صورت کسی کا ہے پایا میں نیٹ
 یو لیا یاں ہیں از گلستان ارم
 سو یو پاک صورت ہے اُس کا مثال
 سو بیٹی ہے ات شرم ہو راج کی
 کریں آگے شہباز کوں سب سلام
 یک انگشتری ایک تڑنگ نس اوپر
 یکاٹیک سب غیب ہو کر گیاں
 کہ اصلانہ تھا کچ منجے پوجہ
 کہ دستا ہے ج سر بسر کام گھال
 جو دیوے گلستاں ارم کا نشان
 معما دسیا مشکل اس بات کا
 ہلوں شاہزادے کے آیا نزدیک

ووزر بفت جو میں دیا تھا اُس سے
 میں یک دیس بیٹھا اٹھا تخت پر
 جو بار اٹھا اک بڑے زور کا
 چھپا تھا گلن اس دہلارے تیلیں
 سو ویسے میں والے تے نکل بہار کوں
 میرے تخت کے آنگے آیاں تمام
 کہاں منجکوں اے صاف تخت و تاج
 ووزر بفت کا پارچہ لائیاں
 جو تھا اس نے صورت بے نظیر
 لیا میں اُسی وقت پریاں تے آنٹ
 کہاں کھول یوں منج اوپر کر کرم
 کہ ہے شہ پری یک بدیع الجمال
 او شہباز بن شاہ رخ راج کی
 پرے ہو پریاں چھاں لگ تمام
 ووزر بفت بے مثل نا ہووے کر
 لیکر آئیکر پیش کش منج کیاں
 نہ جانیا میں اس دہات ہو میگا ککر
 سلیمان تو نہیں ہے جیتا اتال
 یہاں کون البسا ہے جان ہوڑ پچھان
 لگیا فکر آتش کوں اس دہات کا
 اندیشے منے پڑ ہو و لگیر ادیک

اوجالا دو جگ کا سو تیسرا اجال
 اوڈھنڈ نے سو عالم میں پانا ہے
 افلا کرنا ہار نادان ہے
 تو عاقل ہے سچ عقل پوری مصلی
 نہ کریوں ایس کو پریشان توں
 درد دو کہہ نفی کر لے سینے کو پاک
 خبر تیرے مقصود کی ٹھاٹھیں ٹھاٹھوں
 سو لوگاہ کوں ملک ملک بھیجا
 رہا دم پیکر چھوڑ دے درو و دوا
 پیکر کر رہا و داسے دن و رات

کہیا اے میرے من کے نوری نہال
 توں جس روپ کیرا دیوانہ ہے
 اوتا لاکو ہو کہ رچ زبان ہے
 تجھے اس وقت پر قبوری مصلی
 بچھانت سستی خوب پہچان توں
 کیتک دس خاطر کوں ملک جمع راک
 جو لیووں پرے ہیں کلاہات پاؤں
 جو اس دہات سوں منگ مہلت لیا
 پتیا باپ کی بات سیف الملوک
 لگیا پھر نے خوشحال ساعد سنگات

فرستادن رسولان شہزہ در تفسیخ گلستان ام

کہے کھول یوں قصہ اس رنج کا
 لگے ڈھنڈ نے عالم منہ ٹھار ٹھار
 سبے جا کے عالم پہ جالا تمام
 حبش ہو ر گجرات دنی دکن
 بخارا بلخ یزد ہو سمرقند
 حلب چین توران ایران سب
 سو مشرق و مغرب جنوب ہو شمال

گھر رنج اس بے بدل گنج کا
 جو گئے تھے رسولان تمام ایک بار
 سو ڈھنڈ نے لگے گھوڑا تالا تمام
 خراسان روم ہو رشام ہو رختن
 عراق ہو شیراز رے ہو رنجند
 سمنجان کاشان سجیان سب
 خراسان گرہ ہو رکل پر تگال

بچارے جدہر کے ادھر دوڑ دوڑ
 پناے گلستاں ارم کا خبر
 پھر آئے مصر کوں پشیمان ہو
 لگیا غم پہ غم کرنے ہو دو کہہ یہ دو
 پٹیا دہر تری پر سواڑ اٹے کر
 کراوس نار کوں یاد رونے لگا
 سو بہوشی کے ہات اسپین دیا
 اڑایا نیٹ ہو کے آرا سے
 نہ سہم سکھ برہ آہ مارن لگیا
 پڑے بے خبر ہوئی کھڑا ٹھار
 نزدیک آئے تو نہیں دیکھ کوئی
 اس اوپر جاوے او کہہ بل بل
 میرے من میں نش دن بسنہارتوں
 توں کس کہان کی لال جوتی ہے کی
 کس اقلیم کی ری ہے سلطان توں
 جھمکتی شمع کس شہستان کی
 میرے من کوں چت آئی لائی ہے
 سو کیوں دہند کاڑوں تیرا ٹھاؤں میں
 نہ کچھ برہ کا منج کون ڈیر تھا اول
 رہوں کیوں صوری سوچ بن اتال
 دیکھیں اس پیاری کو جینا اچھے
 دکھی پوت کوں دیکھ پھر جتن

لنکا پڑ لنکا ہو رہن کالا و گوڑ
 گئے یک طرف تھے جگت تل اوپر
 برس ایک لگ سب پریشان ہو
 سنیا جیوں یو احوال سیف الملوک
 اندھارے بھے گھر منے جلے کر
 سینیا غم سیتی کوٹ لینے لگیا
 صوری کے پیر من کوں کھڑے کیا
 لگیا عشق دن رات کاڑھا اُسے
 سنگاتی کون اپنے پکارن لگیا
 کرے یاد تل تل روے زار زار
 خبر پائے کر تک جو ہتیار ہوے
 وہ صورت رکھے اپنے نین تل
 کہے یوں کہ من کی دلدار توں
 توں کس سمد کی ڈہال موتی ہے کی
 کس اسمان کی ہے چند بھان توں
 ہے محل ڈال توں کس گلستان کی
 جو اس دہات توں منج کوں لہرائی ہے
 نہ جانوں تجھے کس گھڑی پاؤں میں
 نہ کچھ عشق کا منج خبر تھا اول
 نہیں منج پرت لاگتے یوں نہ حال
 دے دن اسی دہات بیٹھا اچھے
 تول شاہ عالم لگیا تملن

نپٹ زندگانی میں بزار ہو
 کہیا آئیکر اپنے فسر زنیاس
 عجب کج دیکھیا ہوں میں طالع ترے
 بجا ہونے میں کر دیکھیا ویتا
 سو ملے ملک اس ڈھنڈایا تمام
 کسی سے پڑیا نہیں یوکت بہار اچوں
 نہ سمجھے کسی دہات نیزا جیا
 کہاں ہے سوکین کھوج پانا سکے
 سوکیوں ہے کی تقدیر دستا نہیں
 تو دیوں گا تجھے بے جدو بے شمار
 دل اچھا تو دیتا ملاج کوں میں

رہیا سوکھ دُلا تنک تار ہو
 آپس میں آپس بھر ٹھڈی سرداماس
 کہ اے بے بدل نور دیدے مرے
 جو کچھ فکر رنج حق پہ کرنا اتھا
 جگت کوں تل اوپر کر ایا تمام
 ہوائیں کج اس حد لگ اظہار اچوں
 لگیا ہے پری سات تیسرا جیا
 پری کوں کنے جا کے لیانا سکے
 مجھے کوچ سو تدبیر دستا نہیں
 کر لگا اگر مال و دہن اختیار
 اگر پادشاہاں کے بیٹیاں میں کیں

جواب دادن سیف الملوک پدر را

ہو تغیر آپس میں آپے دہات
 اتر آئیں جنت تے میرے حضور
 مجھے ہو تو ہونا بدیع الجمال
 لیارنج سر خاص ہو ر عام میں
 کیا کرنے کے دہانتا تدبیر توں
 ولے نہیں ہوا تج تے میرا مراد
 جو لیووں رضا تج کتے تے ایتال
 آپے ہو کروں اپنی تدبیر میں

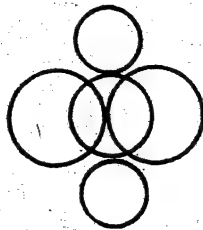
سنباسر تھے سیف الملوک جیوں یوبات
 کہیا اکے شہنشاہ اگر لاکھ حور
 تو ذرہ نہ ہو کس پہ مسیرا خیال
 کیا سعی توں تئی میرے کام میں
 نہ کیتا میرے حق پہ تقصیر توں
 ہوا دکھہ تجھے حج کدن تے زیاد
 میرے دل میں آتا ہے اب یو خیال
 پھر دل جا کے عالم کے چو پھیر میں

سو کیسا ہے دیکھوں دریا کا سفر
 لکھیا ہوئے تو ہر سند پاؤں گا
 بھلا ہے جو لانا منجے بیگی باٹ
 لگے برہ اس کا سو خیوں کھرگ منج
 اپن من میں پیدا کر ایسا خیال
 جو غنا شاہ اول تے رنجور پور
 کتے وضع سوں تلملا نے لگیا
 کیا یوں کہ فرزند منج ہے سو ایک
 سکت ہے جو بن تخت بن تاج اچھوں
 کتے قرن پیچھے منجے ذوالجلال
 نہیں تلے تے کیوں میں بھگاؤں اسے
 میرا دین ہو رہو ایساں ہے
 کیتک بار کوں پھر اندیشے شکات
 مبادا دو کھوں نے سینا پھوڑے
 دو جاہورین ہے جو گوں کج اسے
 بھلا جو خدا پر تو کسل کر دوں
 سفر جا کے یا من کے مقصود پائے
 یو دو حال تھے کام خالی نہیں
 برس پانچ کے مستعدی کیا
 نول شاہ عاقصم شہ کامیاب
 سو فرمایا کشتیاں بے نظیر
 ہر ایکس میں مجھ کتے طرح کے

جو لیووں گلستان ارم کا خبر
 میرے آس تھے میں وراس آؤں گا
 کہ کھونج پکڑے منج دل اچاٹ
 یو جینا انکھیاں تلے ویسے مرگ منج
 پڑیا باب کیرا مسلم دُنبال
 ہو اسرتے بھی دو کہتے چور چور
 غلطے غم کے دریا میں کھانے لگیا
 کیوں اس ایک کوں دیوں رضا دیک
 ولے تاب نہیں میں جو اس بان اچھوں
 دیا کر دیا ہے یو نوری ہنسالی
 ستم کیوں غریبی میں پہاؤں اسے
 میرا جیو اس پر تے قربان ہے
 کہ کہنے لگیا کیوں رکھوں قید سات
 مبادا یو جیو نے تے دل توڑ لے
 کیا ہے نیٹ عشق یوں ہیج اسے
 اسے باٹ لانے کیرا بلی کر دوں
 جفا دو کہتے کچھوا کے یا پھر کے آئے
 بن اس فکر تے فکر حالی نہیں
 دل اس کا منگے نیوں دلا سادیا
 بلا بھیج کار بگران کوں شتاب
 یک یک کشتی ایک ایک دریا گنہمر
 پھل تخت پوشے گہراں فرخ تے

بجھڑ جھجھ نقش کا ٹھار ٹھار
 کرے اس وضع تین سو کشتیاں
 کدورت اُسے ہوئے تہیوں بائیں
 کیتک ماہ رویاں کو خوش ناز کے
 کیتک خوش ظرافت کے نرم ظرف
 کیتک ہنڈیاں ارغوانی شراب
 کیتک خوب تحفے کیتک کروڑ مال
 کیتک فوج لشکر کیرے بے نظیر
 کیتک جنس کے خوب باندی غلام
 کیتک جنس کا موپ۔ کبریشمار
 ہر ایک کام پر شہ آپے ہو بعد
 سمج دہات اس بے وفا دیر کا
 دے ساعد کوں سیف الملوک کے دنبال
 لگیا رونے فرزند کے دہان میں
 کیا ملک اُس کے حوائے تمام
 عبادت سوں مشغول ہو رات دن

جہاں کا تھاں کام خوب استوار
 دیک اُس کشتیاں کوں جہاں ہشتیاں
 نہ دک داٹ آئے کیوں جیکل گھما میں
 کیتک مطرباں ناں خوش آواز کے
 کیتک بے بدل قصہ خواناں حریف
 کیتک جنس کے نعمت الہی حساب
 کیتک ذات تیزی کوں کے مثال
 کیتک ٹولے سودا گراں کے گنہگار
 آپے ہو بعد مستعد کرت تمام
 دے ساریاں کوں ترتیب سب ایک
 جو کچ کرنے کا تھا کسب مستعد
 خدا تے مدد منگ تے خیر کا
 روانہ کیا ہو رہا جوین نڈ ہال
 بلا بھیج ویں اپنے پر دہان کوں
 سو جا خالی گھر میں آپے صبح و شام
 دعا سات چٹ لایا چھین چھین



ماہ پیکر

۱۰۶۴ھ ۱۶۵۳ء

لتر

احمد خدی

غیم نمودن پیکر بعد جدائی و رفتن پیش ملک زاده و احوال اوبیان کردن پیکر

الہی کرم کمر توں اس کار میں
ہوا جب او پیکر سومہ پرندا
انگے جا قدم دواوٹھیا بانگ مار
چلیا دک تے پیکر تنگ دھڑھکیات
ستودرو دیوار میرا سا
تمن تے میرے یار بار بار میں
اگر پاؤں تمکن جو آوے چلے
کھو میری بانو کون میرا سلام
کہ پیکر پیکر دوڑی اتریا چھپا
چلیا یار کے گھر کون ووزر تن
کہ دروازے کے جوں بھتر دھانیا
کھڑا تھا سو گھر چھوڑا نگن میں نکل
کہ ہونٹ نظر آواہن یار کا
الہی کی درگاہ میں یحیٰ پکار
الہی او پیکر ہے کس رات میں
نگہبان توں ہے الہی او سے
الہی سلامت کہہاں آئے گا
الہی صحت سوں او سے منجھیل
نیراں مشقت دکی دھات سوں
مگر جا ادھیرات کو بند پڑیا
رہی ہے تنک رات اس وقت پر

نکو بھا فرق یار ہور یار میں
رضا لیکہ مہ کن تے بہوا حیدا
ٹوٹی منج تے میری اتیا انگار
کہ دیکھن لگیا در کوئی سرت سنگات
کہ ہوتا ہوں تمنا سوں اس میں جدا
کہ پاتا تھا ہر رسی تمنا در کس
پڑے گی نظر جب او چینی کلی
کہ پیکر گیا ہے مکینہ غلام
خدا باج اسکوں نہ تھا کوئی دوجا
کہ انپڑیا ملک زادے کی جا وطن
ملک زادہ اس کو نظر آ گیا
کہ پیکر کا دک اس کھڑیا تھا کیں
کہ لا دھیان پیکر کے دیدر کا
دعا یاں و زاری سوکئی لک نیرا
کہ سنپڑیا ہے کتوال کے بات میں
کرم کر جو پیکر میرا منجھ دے
کہ دیدار اپنا سو دکھلائے گا
الہی میرا یار منجھ پھر دیا
چھڑا کر لیا تھا سو س بات سوں
نہ جانوں وقت سخت کیسا کھڑیا
عجب بے جگر ہے سوا سخت تر

نہ آیا اجوں یاں واں کیا کام ہے
 نزدیک ہے خیر کا سو ہوئے گا اوجاں
 نہ آیا رھیا ہے سوا وکیں دھات
 رھیا ہے سو ہواہ کا مبتلا
 رھیا ہے سو سیوک ہو اس پیک کر
 چھبیلی رکھی ہے سو اس کی سنہال
 دونینیاں کون نیناں ہوئے وین چار
 سولے بات بین بات گھر کو چلے
 کہ پیکر کون دیکھتے گیا دک جھپا
 کہ دنگ ہو رغنم سارا اس تے گیا
 صبح ایک توں واں کیوں کیا تھا قرار
 صبح کون تیرے سیں ہے سخت خیر
 کہ جائے گی ہے نیناں سو نیر کی ادا
 رکھے ہیں نین تیرے مہ کون چھپا
 گئی نیند نیناں تے سب چھوڑ کر
 ہوئی نیند نیناں تے تیری جدا
 کہ نیناں تیرے نیند سوں عجل ہے
 کہ سن یا ر مہیکر ملک آرام کر
 تو لسیاں بچھایاں پلنگ آس پاس
 بچھایا ملک زادہ کو خوب تر
 بچھانا ملک زادہ نیکا کر یا
 لے جا کر سو بھلایا او نامور
 کہ بچھیا پلنگ پر سو غنما رہو

نیٹ او کم عقل سو بے نام ہے
 سبب کیا ہوا ہے نہ آیا ایتال
 مگر پھر کہ سنہاں ہے کتوال مات
 کہ معشوق اس کو لہ ہے لینے چھوڑا
 کہ عاشق و معشوق کون دیک کر
 کہ یا او نہ آنے کوں دی ہے ایتال
 کھڑا تھا ملک زادا کرتا بچار
 یکس کون یکس گل لگا کر نیلے
 کہ خاطر ملک زادے کی ہوئی صفا
 کہ خوشحال ہو دھات سوئی رھیا
 ملک زادہ بولیا کہ اے یار غار
 رہن ہے نیٹ چھوڑی اس وقت پر
 ہوئے گا لیکھیا جوں کہ تج بخت میں
 نہ دیکھے ہے نیناں تیرے نیند حرام
 لہی پرت یسیا نیناں میں آ
 کہ کب کے تیری مہ پہ جب ہوئی خدا
 کہ سبب نس جگندے نین آج ہے
 رہن سب نکل گئی ہے نین کام پر
 لگیا او بچھانا سو کر نے کون لاس
 پلنگ پوش زر کا سو اس کے اوپر
 کہ بالشتاں اس کے سرانے دھریا
 پکڑ بات پیکر پلنگ کے اوپر
 ملک زادہ پیکر مہوں ہم یار ہو

کہ سچے لبوں لے عاشق نیک تمام
 کہ معشوق و عاشق میں کیا راز تھا
 اتنی کیوں پرت دو میں اس رات کو
 ملک زادہ سن نیہ کی بات توں
 ملک زادے کی دھڑکن یاد کر
 کڑھکتے لگیا بھلیاں کسے غم
 گرجنے لگیا جوں کہ بادل مثال
 کہ سن یا ر جانی میری بات ایتل
 منجے ہو میری جیون توں یا رکوں
 موا تھا سو جو کو ان کوں منجے دیا
 کہ احسان تیرا ہے جگ پر عیاں
 رفنا لے کے سچ کن تھے جہیں چلیا
 دو مکانہ لہا کر سو فتنہ کا تمام
 رونا میں سنگیا اس بچہ ہوا یا
 پکڑ باٹ میری مڑاؤ آ کھڑی
 ہوئی تھی او بیتا ب منجے دے کتے او
 عقل چھوڑ گئی اپنی ٹھار سوں
 رہی تھی ہمت اس میں یک تل قرار
 گیا تھا سو اس گنیاں اس تے نیکل
 نیرادوں مشقت سوں کیتا ہشیار
 لگی منجے منا کرنے کئی بھارت سوں
 نکو جاتوں رہیاں سواے جان من
 رکھوں گی جگر چیر تہ کو چھپا

پرت کا کھڑیا تہ سوں کھیا تھا کام
 پریم کا سودو نو میں کیا ساز تھا
 چھوڑ لیا تھا سو معشوق کس دھا کوں
 چھپا راز نیہ کا سو سچ دھڑکھوں
 لگیا رونے بچہ دھڑکا دگر
 لگے پلنے صا ناکا سوں ساتوں لگن
 کہ برسات مانند نیناں کا حال
 کہ میں تج تے پایا ہوں مہ کا جالی
 ملایا ہے اس رین یک ٹھار توں
 کہ قربان تج پر تے حسیہ اجیا
 زیاں کوں نہ طاقت کردن کچھ بیاں
 کہ محبوب کوں جا کے جوں میں ملیا
 پڑی منجے سوں ملکر سوں اونیک کام
 نہ دیتی او آنے کوں دروازے بھار
 نہ دیوے منجے آنے کوں شہرہ پری
 ویدع مہ کوی تھی سو سب سک تہ او
 نہ تھا کچھ شعور دل میں دلدار کوں
 نہ تھا اس ہمت ہووے تقویٰ کا کار
 کھڑیا تھا سو اس جیو پہ سارا گیل
 اوٹھی جاگ کر مہ سو پائی قرار
 منجے چھوڑ جاتا کی اس رات کوں
 میرے دل منے ہے سو تیرا وطن
 نہ دے سکوں کسی تھکوں ظاہر دیکھا

ایسی بات کرتیں اوٹھیا آہ مار
 محبت کا منہ اس کو جوش آئیا
 سلگ گیا گنستے جھڑکا ہوا
 برہ آ عقل کوں لگیا لوٹنے
 کہ بیٹھا سو آ دل میں نیہ راج ہو
 لگیا میرے پیٹنے سو سینے سنگات
 کہاں ہے او بو لو سومیری مثال
 کہاں ہے او مہتاب شبیرات کی
 کہاں درکنوں ہے منجہ جان کا
 کہاں ہے میری شمع مجلس او جال
 کہاں ہے او نرمل بدن پد منی
 ایسی بات کرنے میں بے تاب ہو
 ملک زادہ اس دیک حیران ہوا
 لگیا یوں اندیشے کہ سن لے ولا
 کہ نہیں جانتا یوں کہ یو ہے ورا
 کہ نہیں جانتا تھا میں ایسی سودھا
 نہ دیتا میں عاشق کوں محبوب یاد
 پر بات کرنے نیکل جاوے جیو
 پر ت میں سو ہے معجزے کی بودھا
 اندیش یوں سو پیکر کوں دیکھ لگیا
 اعتقاد روح تن میں سو حقوڑا نیٹ
 کہ میں پوچھتا یوں کہ یوں کھوئے گا
 کہ عاشق کوں معشوق کی بات میں

لگیا بات چوڑن سو مہمہ پکار
 اثر پر اثر نیہ کا پھر دھانیا
 کہ پیکر کی نیہ کا سو کڑکا ہوا
 تب آہ ہو ر نالاں لگے چھوٹے
 گئی عقل نفسانی تا راج ہو
 کہ مہ یاد کرنے لگیا دھات دھات
 کہاں ہے چکا جوت کی او ہلال
 کہاں ہے میری مہ میرے سات کی
 کہاں ہے سرج میری ایمان کا
 کہاں ہے میری مہ کا نیکا جمال
 کہاں ہے پچھل چلبلی ناگنی
 پڑیا جھیس او پر سسراو سو دکھو
 کہ پیکر کہ جتاے یا ہے موا
 ایسی بات نیہ کی نہ بچتا بھلا
 کہ نیہ کی حکایت کا یو ہے سزا
 پر بات کرنا ہوئی جیو یہ گھات
 نہ جانتا سو پیکر کا جاں ہو آزاد
 عجب ہے کہ جیتی او نو دیک بیو
 کہ مرنا وجیتا سو ہر سات سات
 سو دھرمات سینے پہ دلٹ لگیا
 گئی حبیب حلق میں سو ساری اولٹ
 کہ پیکر اپن جیو یوں کھوئے گا
 نہ کہتا کہو کر کنے سات میں

نین کھول دیک منج گوں ہو مہرباں
 کہ اُٹ جاگ لے عاشق نیک نام
 کہ اُٹ یا ر میکر توں ہشیار ہو
 اوچا تا تھا پیکر کوں بھو بھات سوں
 بغیر بانگ بو گئے نہ چل سیایاں کام
 کہ آواز سن بانگ ہو اکوئیں ہشیار
 اوٹھیا ہڑٹا او مناز کے سو کام
 مصلحا بچھا کر سنت سب کئے
 فرض دونوں مل کر کئے سب تمام
 کہ پڑنے لگے او کلام کا حرف
 کہ تسبیح پڑے لا الہ کی تمام
 کئے ختم آخر سو صلوات سوں
 سوتے دونوں مل کر سو یک ٹھار ہو
 کہ پیکر کوں دیکھیا جو ہے خوب تر
 کہ سو پھیا او رحمان کوں خوب تر

قبول کر دعا شہدہ کی لے بے نیاز
 کہ کر فاش ہو پار سائی ہنبر
 کہ اُتر یا چھما مہ کا اس کے اول
 کہ سمجھیا اپن من میں ہے پاکباز
 کہ مہ ہو پیکر سو ہے نیک نام
 مہر ادا ران کوں سو شاہی و تخت
 کہ تحقیق دونوں میں صالح جوان

ملک زادہ بولیا کہ اے یار جہاں
 ہو ہے ایسا صبح صادق تمام
 پڑیا کی ہے بیتاب اپ سو دکھ
 ہلانے لکھا سکوں کئی دھات سوں
 ملک زادہ دل میں اندیشا ہو خام
 ملک زادہ جب بانگ بولیا یکار
 نین کھول دیکھیا صبح ہوئی تمام
 وضو ساز دو نو مصلا ہوئے
 ملک زادہ جب اد ہوا پیش امام
 سلاماں دیئے او تو ہر دو طرف
 ملک زادہ پیکر دونوں نیک نام
 اوچا بات دونوں مناجات کوں
 پلنگ کے اوپر جا کے ہم یار ہو
 ملک زادہ جب او اوٹھیا جاگ کر
 اوڑایا او ساو سو پیکر او پر

الہی توں کر فاشی دونوں کارا ز
 الہی توں سلطان محمود پر
 کہ پیکر چلیا دیک او شہدہ نول
 سونیاں ہو ر دیکھیا سو اونہ لار
 انہو تے خیانت نہ ہو سی مدام
 کہ دونو ہے صالح او ہے نیک بخت
 کہ سلطان کا ان پہ آیا ایمان

رکھا ہے دنیاں کا سونا بیت کار
 اپن گھر طرف اوسو وین دھانیا
 کہ سلطان دیک کر رہے واں موٹیر
 کہ موتی کی اپال تھی اسکی ناف
 آسودا ہو جا پلنگ کے اوپر
 ہوا صبح صادق کا آگرا دجال
 مرغ خیر کا بانگ کہنے لگیا
 گزار یا وحق کا سو فرض و سکل
 گزار یادو گانہ و عشر اقا کا جوں
 بولا کتوال کون کہیا بخت و ر
 کہ سنیر یا ہے منجہ بات چوری سونیک
 ————— رضا پاؤں میں؟

کروں کیوں سواب میں تیرا اعتبار
 رضا دو چہر میں سو پھر آؤں یوں
 چھوٹک یا یا شہید کی سواب توں ملان
 لیا بات میں صبح دنیوں کا ککر
 ایسی غوغا سے کا دھنڈورا بجاد
 تیرا سب میں ہوں میں نہیں کوئی دجا
 سولی دے سواں چور در حال کون
 کہ ظاہر سولی دیتو باطن نکو
 کہ میسر حضرت توں سولی کاڑ کمر
 کہ آئے دے اسکوں کہ جس حیو نہنگ
 جھکائی آ کہ دیک دیک نکل جا رہے گا

اینو کی برکت تے دنیاں قسار
 چھپا راز سلطان سب پانیا
 اٹھی جوتی رہ میں او بیتا تھا نیر
 پھرتے اتھا نیر او بھوت صاف
 چلے آئے شہید نے سواب گھر کی در
 کہتے وقت پچھن کیا ذوالجمال
 صبح کا تھنڈا باؤ بہنے لگیا
 سنگا آب شہید نے وضو کر اول
 کیا ورد اور او تبیح یوں
 بیٹا شہید عدالت کی تخت پر
 کہ عبداللہ کا ایک فرزند نیک
 بکڑ قید کر سدا اس لیا توں میں
 کیا منجہ دعا دیکہ توں جان ہار
 کھیا تھکوں منا من ملک زادہ دیکوں
 لیکن جا ملک زادہ کون دے ضمان
 او جا ملک زادہ جو منا من ہو کر
 کہ تم ملک زادہ کن اسکوں لیاؤ
 بدی کا دماں ما جہاں پر عجا
 کہ فرمائے شہید نے سو کتوال کون
 گئے حکم ہو رہی چھپا کر دکھو
 لے کر آسولی توں اس ٹھار پھر
 سولی دے او سے آج دربار الگے
 تما شے کون اس ٹھار جن آئے گا

کروں گا دنیا سیتی اوس کو فنا
 ہو یسا رکوں بھیج بیگی منگاؤ
 کہ بھیجا ہو یسا اس کار کوں
 کہ سو کاٹھ نیکا وضائب دیے
 واماں دہا سے بجانے لگے
 نزدیک لیا کہ پیکر کوں کیتا قرار
 گھڑی کیتے لاکر سولی کے مقام
 زمیں سات آسمان پے سارے تب
 کہ غم کی اگن تے سو عالم جلیا
 کہ عبادتہ کا بیٹا ایسا ہے جود
 سنے شہر غزنو کے سب خاص عام
 ہوئی بات دو جگ میں ساری شہر
 کہ دُک سات بسرے سو سدا اپنے تن
 دیا جن ملک انیس سب خاص و عام
 بسر جانتا شاہوں دُک میں گلیا
 کیتے سراد کوٹیں پچاریاں جو کھا
 کیتے مارے بونہڑیاں کیتے کپڑے بھاڑ
 کیتے مارے بانکاں سو پیکر پکار
 کیتے گئے وطن سارا اپنا بسر
 کہ جینا دو دین کا ہے دنیا فنا
 کر میں تن این چور سب سچ کر
 کہ دنیا تچے پکڑے خالق کو اتب
 فنا چھوڑ پکڑے بقا کا مقام

اگر کوئی کسی کوں کرے گامنا
 دماں ماں سولی تم سو بیگی اناؤ
 کہ کرنش کیا شہید کوں اقرار سولی
 کیتک سات میں لیا سو حاضر کئے
 سولی کاڑی دربار کے جوں استک
 رضا لیکہ شہید کن تے جوں استوار
 پکڑا تاں دودھر کے اس کے تمام
 ادھٹیا کو س شاہی کا آواز جب
 کہ پیکر کے دُک تے دو عالم لیا
 اوٹھیا شہر غزنو میں اس دھات شود
 بجی لانگ یک دھرتے چونہ ہیر تمام
 سولی دیتے پیکر کوں شہید کے حضور
 نھتا ہو رہا سب ہوئے بے وطن
 الہی توں پیکر تے عبرت تمام
 تما شے کے کارن خلق آملیا
 لگے زاری کمرے سب اسپاس آ
 کیتے بال لوچے کیتے سر پچھاڑ
 کیتے کھائے بچھاڑیاں سو مجھے قرار
 کیتے بھائے مائی اپن تن اوپر
 کیتے بھائے کفن تچے سب دیتا
 کیتے مارے پچھڑے سینا سراد پر
 کتیاں تے نکل گئے جواہر سرب
 کہ عبرت یو ہوئی سب کتاں کوں تمام

دنیا بے وفا ہے نہ پڑا سکے خیال
کتیاں نے سو پکڑے جنگل جامقام
کیتے ہو سو بے سدا بنی سدا بسر
کتیاں نے نین مکھ سو دھونے لگے
کیتے کفن گل بھا جوڑے آپ وطن
کتیاں کی عقل جا ہوئے بے عقل
کیتے لیکہ تسبیح سو طائب ہوئے
کیتے درد لہر سے سارا تمام
کتیاں نے وطن سٹ سو عابد ہوئے
کیتے چھوڑے دک دیک آواز سب
کیتے نے مقلا سو زاہد ہوئے
کتیاں کو مشاہید حاصل ہوا
کتیاں زبدا سو اختیار کی گئے
کیتے لے چلے کھاندے پر مرگ پوت
کیتے جا بسائے سو کعب مقام
کتیاں جا کے بیت المقدس ہے
جیتے تھے او کافر سو سارے نام
کیتے لے سو جینے سینا سی ہوئے
کیتے ہوئے جنم کنڈھا بھا گلے
کتیاں نے ہوئے جوگی گن بھار کر
کیتے ہوئے تپسی ترستے آتھے
کیتے ہوئے راول جھٹا دار سب
کیتے رہے نہ نکھار نہ دھار ہو

ہوا ہو و حرص کا یو ہے سب اوبال
کتیاں کوں ہو اکھان بانی حرام
کیتے پڑتے لڑتے سو ہو بے خبر
کتیاں نے سوزا زارہ روئے لگے
کیتے کیے ایمان اپنا جتن
کتیاں کو پڑیا بھاری شکل گل
کے اس خلق میں تے غائب ہوئے
کتیاں نے ذکر پکڑے دائم غلام
کتیاں نے اپنے جیو سو حق کوں دیے
کیتے کیتے غم سات فریاد سب
کیتے حق کی قدرت یہ شاہد ہوئے
کتیاں سون الہی نے واصل ہوا
کتیاں نے اپنے جیو نشاری کے
کتیاں نے پوکارن لگے دوست موت
کیتے جا مدینے میں رہی واں ملام
کیتے واں الہی الہی کہے
کہ پیکر کے دک تے سٹے اپ مقام
کے لے کھیری بات او داسی ہوئے
کتیاں نے لی جھولی وطن سٹ چلے
چلے چھوڑا اپنا جیس مار کر
کے ہوئے کے مجذوب کیتے جیو کھتے
کتیاں ہوئے کہ باول کریں جیو تب
کیتے دھندلے پھرتے کہ دلدار کھو

کیتیاں کون سودک سون لگے تھوڑی
 پلو کارن لگے گووند اگووند ۱۱
 کیتیاں نے سو پیری ہوئے ہر یک تمام
 کیتیاں کو پڑا آکر مشکل کسبل
 بغیر از محمد رسول نہیں ادھار
 مناجات حق کن منگے یوں تمام
 بہشت ہو رہا خداں و سارے ملک
 کہ برکت تے تیسری پیرا لکھ نام
 بلا کے سو گرداب تھے بھار کاڑ

کیتیاں نے لے چھینے کر میں جپ پری
 کیتیاں نے اوسد بند تے پوئے جدا
 کیتیاں نے سو پیری و چھینے مدام
 کیتیاں نے سو کھوید چار و مشکل
 کئے کفر اسلام یقیں یوں قرار
 کہ جن ایس ساری سوسب خاص عام
 عرش ہو کر کس و ساتو فلک
 مناجات کیتے سو حق کن تمام
 کہ عاشق او معشوق کون ٹیک ٹھار

شنیدن آوازہ سلی ماہ و منت وزاری نمودن پیش او دار
 و لباس نمودن سیاہ و آمدن پیش پیکر

ہمت دے نہانے کون اقرار کا
 سولی سار ہوتا وہی نیک ظام
 درینا درینا سونکلیں آواز
 رہسہ سونگی مہ اوسی دھیان میں
 لگی سننے محبوب کی راز کون
 لگے پڑنے مہ یار کون یاد کر
 کہ کسی کس ہزار باں سون دلدار کون
 اوسی فن میں سدھیا راس کا او ٹھیا
 شفقت مہر اس پہ کیتے کمال
 اپس میں یہیں یوں پکارن لگی
 اوسی کے اثر تے او بہوش تھی

الہی توں رنک شرم ہزار کا
 ہوا غلبہ لا شور جگ میں تمام
 دما منیاں دماں بجاو میں جو ساز
 پڑی جاوے آواز مہ کان میں
 لگا کان ہو رہیا آواز کون
 پلنگ تے تلیں ہو رہیں تے اوپر
 کہ مارے اچھیں گے میرے یار کون
 کہ رو رو کہ خواہ زار ہوئی او دکھیا
 دوانے سودیکھی اوسے ایسا حال
 کہ دیک ماہ کون یوں بجا رہن لگی
 ول تے سو مہ پیکر مد پیش تھی

شمع کے اوپر جوں پتنگ دھایا
 اٹھایا بھڑکا برسے کا دل کے تمام
 اثر پہ اثر مٹے کا بھسرا آئیا
 ہوا غم اوپر غم پر کاری تمام
 کہ عاشق کوں نیہ کی یو بازی ہوئی
 پڑی نیہ اگن میں جرجوں تیر خدنگ
 ہمت ہو رہی عقلی سولہ
 برہ کا وے مشکل کیل آکھڑیا
 کہ بالی سونہ دے تے ہوئی پتہ قرار
 نین تے رکت رو ہوا اتن کوئی
 برہ سینے تے چلیا ہو کر اوہل
 اوادسوی کوں تو پھر کر جیوا
 پوچھی بات نیہ کی سوہ دلاڑ کوں
 تچے میں سو اوہلج مائی گئی
 کھینا پر احسان ہوئے گا کمال
 دوا یک سیدہ میسر بنی آن دے
 کہ چادر سیاہ لیا کے دے منج اتیال
 دوا یک سیدہ لیا کہ دے توں یزار
 کمر بند سیاہ لیا کہ دی بخت ور
 کہ سر بند سیاہوں ہے اب منجوں کام
 کہ ترکش سیاہ منجوں توں یک دلا
 کہ لیا یک سیدہ سپ تہہ سوہ رقا
 سیدہ ساریاں بہتاں سرتوں یک لیا

گیا محض بھرنیہ کا یوں آئیا
 لگی آگ نیہ کی سو پھر کرتام
 گیا جیو کا نیہ بھسرا دھایا
 ہوا دگ اوپر دگ یو بھارتام
 زخم پیر زخم نیہ کے تازی ہوئی
 اول تے دیوانی اوپر کھا بھونگ
 اول تے تھی بے لہ اوپر گی لہ
 اول تے تھی ناداں اوپر دگ پڑیا
 اول تے تھی بیٹا ہوئی خسار زار
 اول تے تھی تانی اوپر شد بھولی
 اول تے تھی چھوری اوپر گئی عقل
 اول تے دوکھیا او اوپر دگ ہوا
 غیر ادوں نمک کراو چائی نار کوں
 میں کھول کر کئی تو مائی جیسی
 دوا سن عرض داشت میر اتیال
 دواک میرا بول تو کان لے
 دوا تیرا آپکار ہوئے گا کمال
 دوا منجوں وعدے کا ہے آج کار
 دوا یو وقت ہے سو منج سخت تر
 دوا تیرا ہے مہر منج پر ملام
 دوا توں میری بات اب ملک جیل
 دوا میرا پست تپے توں سوس جتا
 دوا توں سو جاہ بار خانے میں جا

کہ دیدار دینا ہے اس ٹھار سو
 کہ دیدار دکھلانا منہ سرٹیا
 خلق میں سو جانا نہ ناری کا کام
 نہیں کام ناریاں کا جانا بزار
 کہ رہ توں شرم کر نکو بھار جا
 پرایا مرد دیکھنا ہے حرام
 نکو اوڑ کسی کی توں استا نے پر
 چھپا رک توں لے نازا بن کھنڈل
 نکو دے توں نیٹاں کوں کسی کہ اجمال
 نکو توں جیا کی سو برے کوں بھاڑ
 نیکی ہے اوناری سو اس کے بھتر
 کہ دور رک اپس دل تے ایسا دوال
 حیا لاج ناری کوں ہے خوب تر
 مبادا پڑے گی کسی کی نظر
 کہ ظاہر ہوئے گا سوتیرا جمال
 بھلا ہے نہ ریشا تیرا کس ویسے
 کہ تجھیں گے مہ کوں سو تحقیق بگ
 نکو کر دلیری توں اس کار پر
 نکو دھر قدم توں سو میر کے کام
 نکو توں بیگانیاں کوں اپ بگ دکھا
 کہ توبہ توں کر مہ پریم بات تے
 ستر اوڑ ناریاں کوں گھر ہو رتقام
 بلا اچھے سے گی سوچ پر سنباں

دیدار منج میں اتھی بات یو
 دوا او وقت آک اب منج کھڑیا
 اوکھی بول دوانی کہ سن نیک نام
 کہ ناری بھل گھر میں یاد مرزا
 نکو بھاتوں دروازے تے بھارپا
 کہ چھینا سوناریاں کا ہے نیک کام
 نکو بھات نظر تیری بیگانے پر
 نین کھول دیک مک توں شوہر اول
 نہ دکھلا کسی کوں توں اپنا جمان
 شرم کا سو برتا نکو مک تے کاڑ
 کہ اوڑ لاج کی داوانی سراو پر
 نکو کر بُرائوں سو اپنا خیال
 نکو لیا بدی بات اپن دل ابر
 نکو جا صحن میں توں گھرتے نیکی
 نکو جا تے کوئی دیکھیں گے اتیال
 نکو جا نظر توں پڑے گی کسے
 مبادا بچھانیں گے تچ کوں سو دیک
 خلق سب ملیا ہے سو اس ٹھار پر
 ہوا ہے خلق سارا حیراں تمام
 کہ دیار سلطان کے تو نہ جیا
 دلیری نہ ہو سی تیرے بات تے
 توں ناری نکو کر سو مہاں کا کام
 حضور بادشاہ کے نکو جا اتیال

عدالت میں ہوتا تھا شہر بیٹھیا
 حسن میمنڈی بی اوسی کھڑا رہے
 توں بیٹھی ہمارے جیواں کے اوپر
 اوٹھی بول دھا کوں کہ سن بات توں
 لگی پانوں پٹنے او منتاں کرن
 کہ لیاوے توں کسوت سومیری اتیال
 کہ مرنے کا احوال مہ پر سو پاتا
 وضو ساز شکرانہ حق کا کری
 کہ واجب کی آیت کوں نکرا کر
 دوا لبیا دینی سو لیبی تیک نام
 سید گھوڑے پر اس وقت ہوئی سوار
 کہ جابک سو مارا سپ کوں گئی اتا
 ڈھکیلی ترنگ کوں سودر بار کتن
 اوسی مارکی میں سو گھوڑا چلا
 کہ دیکھی سولی کاڑے ہیں استوار
 کہ محبوب کے رخ پر رخ جا دھری
 ایس میں اپنی دونوں دیکھن لگے
 پریم راز لیا کر سو نینلاں میں دھر
 پڑی مہ رباعی سو نیہ ساز کی
 کہ اس شہر میں ہوں سیر پوش میں
 کہ کرتی ہوں زاری و خاموش ہوں
 سو نیامہ تے پیکر رباعی تمام
 اگر مچھ سولی دینے محبوب در

بجے کا تیرا دل کلیجا جیا
 نکو جا پچاری بورا کمار ہے
 نکو نے بمن جو بھی نامور
 نکو کر مہیکے جیو او پر گھات توں
 لگی سیس دھرنے دوا کے چرن
 کہ اپکار ہوئے کا تیرا منہ کمال
 اوسی وقت جھکچہ منگی تھی سولیائی
 نماز کر سو سراپنا قیلے دھری
 الہی ہے منجہ سر پر اقتدار کر
 کری ساری کسوت مہر سب تمام
 چل دیں چھپرے پر سوں دروازے بھار
 خلق دیکتا تھا جتا تھا و تا
 رکھی تھی اُن بات میں اب جتن
 لیٹی جا کے پیکر کوں مہنے ملا
 کہ نزدیک پیکر کھڑا ہے سو بار
 نظر پر نظر رک وین جا کھری
 نین پر نین دھر کہ پیکھن لگے
 چھپا راز نیناں سو ناظر کر
 کہ طالب و مطلب کے راز کی
 بچھڑ کر رہی ہوں سودھوش میں
 او بلیتی سودیگ داں کی سر پوش میں
 پر بابت اپن راز کی تیک نام
 خوش سوں سولی سار ہوں سر سر

ترنگ پراعتقا سارا تقویٰ قرار
 کہ وعدا کیا تھا سو بیکرموں واں
 عجب سبہ محبت اس کے اقرار کا
 حسن میخندی کوں اشارات دیے
 دلاور ہوا یہ اس ٹھار کوں
 دھامشہ کوں کورنش سو بید کر یا
 نہ معلوم ہے متھکو اس کا نشان
 اتھا شہد کوں مشکل ہوا سارا حل
 کہ کتوال کے بات پیکر دیا
 نکو ہو تو سبے فام اس تے ہوشیار
 نکو توں سوں واں بھیج کس کوں دیگر
 او سے بھوت چا واں سوں مثل نشان
 نیزاروں او کورنش سوشہ کوں کر یا
 چلیا لیکہ کتوال اس ٹھار سے
 کہ لے یاں کورنش کتے سب سلام
 کہ لے یاں کورنش کتے سب سلام
 کہ اس پاس خو جے سو سارے ملے
 ہوئے سارے مشغول این کار سوں
 کہ توں جس جوں ما ہی میں کیتا مقام
 دنیا میں اندھارا سو ہو آسیا
 کہ دیکھن کوں نیگھا سو اودر بدر
 تب عاشق و معشوق ہوئے بیقرار

کہ دیکھیا سید پوش سلطان سوار
 کھا دل میں یو سار آیا ہے یاں
 عجب صدق وعدا ہے اس نار کا
 اندیش شہد حکومت طرف رخ کئے
 سمجھتا سید پوش اس نار کوں
 حسن میندی کس سر نیچے دھریا
 کھیا میں سو نہیں جانتا یو جواں
 گیا دیک سید پوش واں تے نکل
 اوسی وقت شہد نے اشارت کیا
 لیجا اس کوں رک توں ٹیک ٹیک ٹھار
 رین سارا خدمت میالیوں بند کر
 بچھا ناؤ جاگا کا سو ستر ایناں
 کہ سن بات شہد یک تے سر جھنٹیا
 کہ شہد کا ہر سن کتے بھر پیار سے
 دیا فی یاں شہد نے سو سب خاص نام
 دیا فی یاں شہد نے سو سب خاص نام
 کہ سلطان آٹ کر غل میں چلے
 گیا سب خلق شہد کی دربار سوں
 چھپا سو مغرب طرف جا تمام
 خلق کا جو غم جا سماں چھپا سیا
 دو عالم کی دک بانک سن کر چند
 ستارے سو روشن ہوئے ٹھار ٹھار

بموجب کم سلطان محمود بردن کتوال بہ بندی خانہ پیکر را غم کردن او

الہی دیکھا صبح رحمت ایستال
حکم شہہ کا کتوال جوں پائیا
چلیا لیکہ پیکر کوں خدمت سنگات
بندی خانہ نزدیک تھا نیک گھر
کہ پلنگان جو اہر چڑت کے تمام
تیواریاں و جم خانے کئی دھات سوں
شمع ہو رہیوں رکھے ٹھار ٹھار
کیتی ساریاں ارش ستواریاں مثال
لے کر جا کے کتوال پیکر کوں جاں
کھڑے تھے سو خدمت میں پیادے تمام
اکہ پیکر کوں ان کچھ نہ آرام تھا
کہ جس ٹھار دلبر کاشیں ہے جمال
کہ جس ٹھار درسن نہیں یار کا
کہ جس گھر میں نہیں یار کا ہے تمام
کہ جس دلی میں نہیں یاد الدار کا
محبت نہیں یار جس گھٹ بھیر
نہ تھا کچھ وال پیکر کوں بنیوں کار
لگی تھی برہ آ کہ تن میں تمام
بغیر یاد مہ بن نہ کوئی یار تھا
نہ تھا اس کوں مونس سوں ٹھار
بغیر مہ درد کچھ نہ دھرتا تھا

ضلالت کوں کردہ دکھلا جمال
کہ خدمت سوشہہ کی بجا لائیا
کہ جو امر سلطان کا جوں ہے دھات
ستوارے اسے خوب اہرپ تر
لے کر آ رکھے تھے سو پیکر کے کام
بچھانا بچھائی سوس رات کوں
رکھے موم بتیاں موم دانیان ستوار
ہوا گھر میں جو پھر سوسار او جال
کیا بھوت دلاسا و خاطر نشان
کہ حاضر تھے سارے پیکر کے کام
پلنگ ہو رہیوں سوں لکچہ کام تھا
کہ اس ٹھار ماتہ دوڑن مثال
کہ او ٹھار بیگانہ در کار کا
نہ ہے گھر او جنگل ہے داہم دام
نہ ہے گھر او جاگا ہے کفار کا
زاناں حیوان تے بدبتر
نہ تھا گھر میں کوئی یار اس ٹکسار
ہوا تھا سو گھر اس کوں ماتہ حرام
خیال قد و قامت کا دلدار تھا
اتھا ہم نیر درد کوں کار گر
کہ مہ یاد میں کچھ نہ کرتا تھا

اقص تبیح اس ناٹوں کی نیت مدام
 کہ شب روز مہ بن نہ اس کچھ دیسے
 محبت اگنی کوں سونا لیا کہ تاب
 نین ہو کہ تپسی ترسنے لگے
 بغیر خوں فشانی نہ کچھ کار تھا
 پکارن لگیا مہ انور کھیاں
 میرا جیواروں گاتجہ تام پر
 کہاں پاؤں تجہ مہ کنول کا سورا
 نہ منجکوں چھوٹک ہے سو اس ٹھاتے
 نہ کوئی دیں منجے یاں تے کیتل سو چھوڑ
 کہ مہ کا خرق آکھڑیا منجہ کو بل
 گرد گردنگہ جو پھیر سو پیاری تمام
 کہ تپتا ہے دیکھن کوں تجہ کو جیا
 نہ دیں او دیکھن کوں تجہ مکہ چنار
 الہی کی درگاہ میں او خمار زار
 رفتن مہ و غم خانہ کردن و دوارا بہ زندان فرستادن برائے خبر پیکر
 الہی رکھیا نہیں کس یک حال جسم
 چلی مہ سو پیکر سوں وعدا نبھا
 کہ شب تینراپنے کوں انیر پی سودی
 کہ جا گھر کوں اپنی سو گھوڑا اتر
 لگی رونے ہو رہو لئے دک تمام
 خداں تے عقل منجکوں گیان آ کیا
 کہ گنتی ساری راحت سوداں میں بسر
 زباں کوں سو میں مہ نہ تھا کچھ او کام
 بغیر مہ نہ اس دلی میں دو جا بے
 پوکارن لگیا مہ کا مہتاب
 کہ جوں ابرنیاں برسے لگے
 بغیر آہ و تالاں نہ ہم یا ر تھا
 بغیر مہ سیاہ ہے سو ہر دو جہاں
 بلیاری کوں گاتیرے کھٹا فواید
 نہ دھرتا ہوں کس سوں راز و نیاز
 نہ سکتا ہے ہو دور کینیت کار سہے
 کہ سکتا ہوں نیہ ڈوری منجہ بات توڑ
 کہ جانے کوں یاں تے نہ منجہ بات بل
 کہ قاید کری ہیں منجے اسی مقام
 نکلتا ہے سب رین میرا جیا
 کہاں پاؤں دیکھن تجہ مہ سندر
 بغیر غم اوزاری نہ تھا اسکوں کار
 کہ صیغہ پوئے شادی کہ صیغہ پوئے غم
 نین کی رکتہ میں تن اپنا ڈوبا
 اپن گھر طرف راست مارگ سولی
 بیچھاڑی کھڑی کھائی بھوئیں کے اوپر
 عجب بخت بھونڈے ہیں پیکر مدام
 تہاں نے پرہ منجہ او پردھانیا
 جفا ہو رہم یاد ہے سر بسر

اقص تبیح اس ناٹوں کی نیت مدام
 کہ شب روز مہ بن نہ اس کچھ دیسے
 محبت اگنی کوں سونا لیا کہ تاب
 نین ہو کہ تپسی ترسنے لگے
 بغیر خوں فشانی نہ کچھ کار تھا
 پکارن لگیا مہ انور کھیاں
 میرا جیواروں گاتجہ تام پر
 کہاں پاؤں تجہ مہ کنول کا سورا
 نہ منجکوں چھوٹک ہے سو اس ٹھاتے
 نہ کوئی دیں منجے یاں تے کیتل سو چھوڑ
 کہ مہ کا خرق آکھڑیا منجہ کو بل
 گرد گردنگہ جو پھیر سو پیاری تمام
 کہ تپتا ہے دیکھن کوں تجہ کو جیا
 نہ دیں او دیکھن کوں تجہ مکہ چنار
 الہی کی درگاہ میں او خمار زار
 رفتن مہ و غم خانہ کردن و دوارا بہ زندان فرستادن برائے خبر پیکر
 الہی رکھیا نہیں کس یک حال جسم
 چلی مہ سو پیکر سوں وعدا نبھا
 کہ شب تینراپنے کوں انیر پی سودی
 کہ جا گھر کوں اپنی سو گھوڑا اتر
 لگی رونے ہو رہو لئے دک تمام
 خداں تے عقل منجکوں گیان آ کیا
 کہ گنتی ساری راحت سوداں میں بسر

کہ شب روز کرتی ہوں میں خوں نشان
 نہ رھتا ہے نہ تے سو مک موڑ کو
 جفا ہو دشمن سو سینے سر دیا
 کہ دیکھیاں پڑی مہ پچھاڑی چو کھا
 پڑی تھی سودیکھیاں او بے حال کسوں
 کہ مہ کی یو کیسی پوری نجت ہے
 کہ غنچہ کی مانند سدا ہے نیلا
 نہ کرتی ہیں سوئے مینے کی رومات
 لگیاں چاؤ گرنے سودل چاہ سوں
 کیاں مہ کوں ناریاں سوئے سنی سوار
 چھپا راز تیرا ہوا آشکار
 دے اور نہ مینے مہی نیک نام
 نہ مینا نہ کھیلنا نہ کچھ بھلاؤتا
 کہ کھولنے تے بلکھاں مگر غفاس جائے
 نہ اٹھتی تھی اونارا بن مک تے بول
 رین کا ہوا دگ سوئے تھر لٹا
 کھول مک رکھیا تھا سودر مہیاں جل
 رکھیا لیا کہ او نور دل کے حضور
 چنر کوں مہاں اس گتے جاک شاب ہے
 کہ میکر کے نور ہے ہو کھیدا ہوئی
 کہ پیکرتے پیدا ہوئے سب ملک
 کہ پر تو ہے سارے سوا وہی اصل
 یکا یک دوا سا منے آ کھڑی

نہ ہے منجکوں یک سات آرام جاں
 نہ جاتا ہے منو جو سوتن چھوڑ کر
 عجب سخت تر ہے سو میراجیا
 ملیاں آسہلیاں سوچو نہ ہرسوں دھا
 کنول مک سو کلا برہ جھال سوں
 بلکتے لگیاں یا سے کیا وقت ہے
 نہ دیتا سو مک پھول یک دن کھلا
 نہ ہستی سو لکھن کہ ہیں غم سنگات
 جتیاں ناریاں سب مل او چاہا کوں
 سیاہی کی تن تے سو کسوت او تار
 گیاں ماہ تن تے سیاہ ساز کار
 مینا نیاں جھیاں ناریاں سو مہ کوں تام
 ہر یک سات پیکر سو یاداؤ تا
 بین موچہ صورت رکھی تھی چھپائی
 نہ تاریاں کوں دیکتی ہیں مین کھول
 ایسی فن مے اور دکھیا بن گندا
 چنر دیک رونے لگی او کنول
 کری یاد پیکر کے مک کا سو نور
 میکر بار کا ٹھک سو آفتاب ہے
 عرش ہو رکھو سو پیدا ہوئی
 کہ آفتاب ہو ماہ سا تو فلک
 جتے نور اس نور سوں ہے وصل
 کہ کرتی تھی زاری سواوشہ پری

کہ غم ہو زار زاری کہتے آشکار
 موائے یا جیتا ہے یاد را ماں
 دندیاں نے یو کہتی ہیں کیسا سووند
 کہ یا ہے جہاں سوں یا ہے دار او پر
 کہ یا حق تے پایا ہے کچھ بھی حیات
 نہ کھڑے تو کرتی ہوں مغریرہ گھاٹ
 رکھے ہیں بندی خانہ پیکر اتیال
 کری ہیں او قاعد سو کئی دھات سوں
 لگی رونے زار زار مہ بے شمار
 جوں غنیمت اچھولاں پہ کلیتہا مقام
 پھر یارنگ پر رنگ ہر دھات دھات
 سید ہو کہ دستا تھا سارا گپ
 کدھیں آوے شرفی شہیداں مثال
 کہ سمجھ یونہی درد نہیں اس دوا
 بغیر وصل دار و نہ ہے کچھ دیگر
 کہ پرکھنے لگی اوسومہ کے چرن
 کہ لاکھاں وزا سوں دلار سادتی
 کہ کرتی ہوں تدبیر میں یک دیگر
 کروں گی سو حکمت کہ او تجہ دیسے
 گیا روح تن تے سو پھر دھانیا
 بسر و پیکر رہی سو ملنے کی بات
 دوا جائیں چل ملکہ ہم دو چنے
 بھولے کا سو کھواں دیکھاں کوں

دوا دیک ارٹا اوٹھی ہانک مار
 دوا کاں ہے پیکر سو تنگیوں ہما
 دوا اسکوں ماری یا کہتے ہیں بند
 دوا اس کہہ دے سو کیا ہے خبر
 دوا اس کہہ تو بند یا ہے اذات
 دوا اس کہہ توں سو پیکر کی بات
 اوٹھی بول دوانے کہ سن او وصالی
 کہ بھائے ہیں بندی خانہ پیکر اتیال
 کہ سن تاؤں بندی خانے کا ہانک مار
 تھنڈی تھنڈی خوی آتی مک پر تمام
 آیا تو پر تو برسات برسات
 نکل جا کہ سرخی زرد رنگ بھیا
 کدھیں ہوئے رنگ نیل ماتم کا حال
 دوانے سو دیکھی او سے بے نوا
 برہ کی جراحت ہے سینے بھستہ
 اندیش کر لگی او دلاسا کرن
 سینے کوں لگا کر بلایاں لیتی
 کہ سن ماتی میری تو ہمت پیکر
 نکو رو ملاؤں گی تجھے ہو او سے
 کہ جب بوند نامہ کے کن آسیا
 کہ بی مہ امید کا سو آبی حیات
 دوا کہ منجے چل سو پیکر کہے
 دوا جا کہ دہیں لانچہ کتواں کوں

کرے گھا سو کو شش ہماری کمال
 کہ دیدار تاج منج کوں امرت پلا
 کہ آوں گی تنج سات چھائیں مثال
 دوا جاتیں چل بیگ اس ٹھار کوں
 کہ یا ہے اور راحت سوں یا در عذاب
 دوانے اوٹھی بول اے نیکے نار
 صبور ہے کیلی گزہ کار پر
 نہ جس میں صبور نہیں اور بشر
 کہ دار و طلخ ہوئے آخر شفا
 دیوانی سو ہو کر نکو کھا شکر
 رضا دے توں اب منج کہ بی جاوگی
 کہ احوال اُسکا کہوں گی تو جے
 رضا دے کہ خوبی ہے اس بات میں
 حیزاراں مکر ہو ر نیزنگ سنگات
 کہ خطرے کون کی تھی دوا کی دنبال
 برہ آ کہ بھیدا سو اس مہ کے تن
 کہ جالی آگن آبرہ کی مسمام
 برہ دک آ بھیدا سو سرتا قدم
 کہ وہیں سوز سینے تے نکلی جو بھار
 براہ آہ کی بجلی کرک کر ! اوٹھی
 نکل دو سینے تے چو پھیر پیر
 او ساں ہوا یاں سو پھنچٹ تمام
 آگ سچر یا جو سینے میں داٹ

دیکھا ہے گھا بن کوں او نوری نہال
 کہ پیکر کوں منج کو سوتوں پھلا
 نہ چھوڑوں گی یک تل سوتہ اونبال
 کہ دیک آویں دور تے سو دلار کوں
 کہ یا ہے او ہشیار یا درا و خواب
 صبور ہے پیکر توں نہ ہو بے قرار
 کہ کھو توں صبور سو اس ٹھار پر
 صبور ہے ہر کار کوں خوب تر
 کہ اول مشقت او آخر نفا
 کہ ظاہر میٹھا ہو ر جھیا طلخ تر
 کہ پیکر کوں جادیک کر آوں گی
 کہ جب اول نظر تل پڑے گھا منجے
 کہ لیاوں گی خبر چاک یک سات میں
 رمانے جلی مہ کنے تے سو جات
 ولے نہ نہ جاتا تھا اس تے دنبال
 کہ سد بد و بھائی سو سٹ اپ وطن
 ہو احرص ننگ نام گھر ہو ر مقام
 بغیر آہ تالاں نہ تھا اس کوں دم
 سماں ہو ر عرش کرسی ہوئی بے قرار
 کہ ہفت و طبق آ سماں ساری چھوٹی
 فلک سا تو سوندی یکس یک اوپر
 ستارے ہو دیتے گلن ہر مدام
 تدھال تے نیکل تھنگی والے تھا

اگن ہو رہی تھی ڈگی ہوا چاند سور
 لیک ایک چھجھا باد آیا اوسے
 چھجھا چر کہ دیکھن لگی یار کون
 سوتا ہے یا بیٹھا ہے یا ہے ہنسیار
 کہ یا اس رکھے ہیں گلے طوق بھیا
 نہ جاؤ کہ کسی کسی عذاباں سنگات
 نہ جانو اندھیا رے میں کیوں پڑھیا
 کہ یا ہے غریباں من بے ادھار
 کہ یا پھر دھیا ہے سوشہری غریب
 کہ یا ہے او عاجز بیتیاں مثال
 اسی حال سوں مہ سوزاری کری
 گدھیں ہوئی ثابت کہ گلہ اوداس
 کہ گلہ چھجھا چر کریں جاں فدا
 وہی مہ رکھی تھی نین باٹ پر
 الہی بنا یا زماں پڑ بہنہ
 الہی توں ستار سوار پھوں غفور
 دواجب رضا لیکہ مہ تے چلی
 کہ گھر چھوڑ جانا ادھیرات کون
 فکر آ کہ مشکل یو کاری کھڑی
 مگر کوئی پوچھیں کے تو نار ہے
 کہ دنیا جواب اسکوں تب کیا پھر
 جیتی فکر بھوت دھات اس بھانہ
 زمانی سو کسوت سٹی کاڑ کر

کہ دین ہو رہی کون سو ہے اس تے نور
 چھجھے پرتے پسکر میرا منجہ دے
 بیکارن لگی یار کس ٹھار توں
 کہ یا ہے راحت سوں یا خوار زار
 بندی خانے میں یار رکھے ہیں چھپا
 گذرتی ہے اس پرکھٹن آج رات
 چھجھ دھالسی کھلتے ہیں اس کا کیا
 کہ یا ہے ڈاؤں ڈول یا ہے قرار
 کہ یا ہے کیلا کہ یا ہے رقیب
 کہ یا ہے سواں کا پیریں کا حال
 کہ دھیں ہوئیں دانا کہ دھیں سدہری
 کہ دھیں پکڑی امید گاہے نیراسی
 کہ گاہے تلیں آگے کاریں دوا
 بندی تھی دل ایسا دوا گھاٹ پر
 کتیاں یار سا ہو رکتیاں پر مگر
 نہ کتیا کسی عیب کسی پر مشہور
 ولی او فکر میں سو ساری گلی
 نکلتا وطن سٹ سوکس دھاسوا
 میرے سراو پر بازی بھاری پڑی
 کہ جاتی ہے کسی کام کیا کار ہے
 کھڑے گا وقت منجہ او پر آہوا
 کہ جانا ضرور ہے منجہ اس راٹ کون
 شہم پیر ہن کی سٹی بھاڑ کر

کیتی بھیس مرداں کا مرداں مثال
 منڈا ساسندی خوب آپس پر
 کہ شہر وار موزے سو پلینے اولہ
 مکر بند بند ہی ہو اور اوپر برولا
 کہ چادر سو سب تن لیتی ڈھاپ کر
 لیتی یک فرنگ بات میں آب وار
 کری ساری کسوت سو سب زر زنی
 نکل آئی دوازے کے بھار او
 جلی پنت پکڑ کر سو پیکر کی کار
 نظر تل پڑیا لو کہ کتوال جب
 کہ کتوال پوچھیا کہ توں کون تر
 دیتی جواب اس کون دلاور سنگات
 کہ میں سر خواص ہوں سوشاپی جہاں
 کہ خطاب میرا سو محلدار خاں
 کہ بھول ہے سلطان منجکوں ایتال
 رکھے میں سو حرمت سوں یا خوار
 کہ کتوال سن یوں گیا ہڑ ہڑ
 جیکچ امر سلطان کا سر بسر
 لے کر جا کہ سکوں سو پیکر مقام
 رکھیا ہوں سو پیکر کون حرمت نکال
 سپارش کرو مہر شہبہ عفتور
 چلی چھوڑ بند ہی خانہ کتوال کون
 کہ جا گھر میں ساری سو سوت اوتار

سٹی سب زناں کا جتا قیل و قال
 کہ بینی جمع کا ہو رتبا جفت کر
 کہ ہوئی چست چالاک مردان کے سار
 بندی کا بند شمشیر اس سوں مل
 نہ سچے اگر دیکھیں کوئی گیاں دھر
 ہمت ہو رتقا سوں کیتی قتل
 کہ مانند تحقیق جوں لشکری
 رکھی تھی اپنا من کوں یک خوار
 کہ انہی کی تہک سات پیکر کی تھار
 سلام علیکم اوٹھی بدل تب
 کہ آیا ہے کمرے کوں مکر دہنر
 کہ بے شہد کی منجہ کن سونا لوک بات
 سمجھتا نہیں ہے توں میرا نشان
 کہ نزدیک ہوں میں سو غزنو کے وال
 کہ جادیک سپیکر کا کیا ہے حوال
 کہ یا ہے اور اراحت سوا یا ہے ادھار
 صدر رھوڑ ہٹ جوڑ آنکے آکھرا
 بجالیا نیا ہوں سو میں خوب تر
 دیکھا یا سوا حوال اٹ کر تھام
 حکم جوں کہ شہبہ کا انبیاء سوا دھات
 عفو تم لوں دائم اچھے کا غفور
 کہ جس حال آئی اویسی حال سوں
 رکھی بستاں جس تھار کیاں تھار تھار

اول کی روشن جوں کی اپنی اتھی
 کہ جادیک مہر ہے اوسکی حال میں
 کہ لے جیو جاتا تو ہوتا بھلا
 سینا کوٹ لیتی تھی سسلی تھی خاک
 کرمی پیر ہن خاک سب تن اوپر
 کتنی تھی دوا کاں ہے پیکر کہاں
 کہاں دھندوں کس دیں جاؤں نکل
 کہاں ہے گلے کا میرا لال او
 نہ جانو سورج بن وریجن کے ہات
 نہیں او بندہ خانہ باغی جناباں
 کہ جسی ٹھار پیکر کا جھلکار ہے
 کہ جسی ٹھار او مہر نوری نہال
 منور اچھے گکاسو گھر ہو رانگی
 بندی خانے کے لوگ سارے تمام
 کہ پیکر کون دیک کر سوراخ نہ کر
 اچھے کا او نو کون سو آرم جہاں
 کہ نگ دیک نینا اچھیں گے تھندی
 یو کہتی تھی سر کوٹ لیتی تھی مار
 کدھیں کھا بچھاڑی سو وہ بے قرار
 دولے جو دیکھی سو مہ کا حمال
 کہوں گی حکایت سو پیکر تمام
 کہ سن نانوں پیکر سوار ڈا یکار
 دھار اس کہہ دے سو کیا حال ہے

پھر اچھیں ہوتی تار جون مہ پیتی
 کہ پیکر کے زاری کے افعال میں
 نہ پڑتی برہ سرک میرا گلا
 اور اُڑاتی تھی تن پر سو جو پھرتے راک
 ہوا نکڑے ٹکڑے نین نیلر جھبر
 بغیر ونو منگیوں سیہ دو جہاں

کہاں پاؤں پیکر کی صورت بچھل
 کہ ہے مہر جیو کا سوکٹ مال او
 سنڈر کر سو بندہ میں او ہے کس دھات
 کہ جاں ہے او پیکر زنگیلا پتاں
 نہ ہے بند او جا کا سو گلزار ہے
 کہ شب روز دائم ہے نت واں او حال
 اچھیں گامندی خانہ جوں گل چمن
 مشاقت اور محنت سو ہرے وام
 کہ عاشق اچھیں کے اپن سدا بہر
 اپیں کرتی ہوں سب ری خون فشاں
 پڑی ہی منجہ او پر سو دگ کی بندہ
 بغیر رونا تینا نہ تھا اس ادھار
 کدھیں پوئیں پوشیا پیکر پکار
 نزدیک آ مہر اس یہ کیتی کمال
 پوشیا ہو پیاروں رک بن میں غلام
 لگی کرنے منشاں سو کتی لک ہزار
 ہوا ہے کہ چیتا یا خوش حال ہے

اوٹھی بول دوانے کہ دیک مرکی دھات
 میں تو کبھی ہوں نینا سو پیکر کوں جا
 کہ جیتا ہے پیکر سوا س وقت پر
 کہ دیکھے ہوں بیٹھا پلنگ کے اوپر
 کہ خدمت او کہتے ہیں بت جو تمام
 رکھے تھے سو تعظیم تکریم سنگات
 اوٹھی بول مہ نے یوں ہے سب مکر
 کہ تحقیق کہہ توں کہ ہے اوحیات
 کہ کہہ دے کی ہے اس یا کیا سبب
 نکو منجکوں ٹھکلا توں میری دوا
 نکو دے قریب توں منجہ اس بات تے
 نہیں پیارا پیکرتے منجہ جیو اوپر
 منجہ کون پیکرتے پیارا ہے آج
 پیکر ہے جیو جان ہر دو جہاں
 کہ سن ماہ سو گند ہے منجہ بلا
 کہ سو گند بنی ہو رہی آل کی
 کہ سو گند ابا بکر ہو رہی منجہ عمر
 کہ سو گند عثمان و شیر خدا
 کہ پیکر ہے راحت سوں چو لہ کارام
 کہ سن مر عقل میں سبوں آسپا
 الہی میلے گا کہ یک وقت پر
 الہی کا اس پر ہوا ہے کرم
 کہ سن مہ ذواتے شکر حق کری

نکو دے ابن عقل کوں غم کے بات
 کہیوں گی تیرے کن نہ رک سوں جیسا
 او سے کچھ مشاقت نہ ہے سخت تر
 بجھانا سو ستر اٹھا خوب تر
 کہ کتوال پیادے سو سب خالص عام
 کہ دیتے ہیں حرمت اُسے برت دھات
 نکو کہ دواتوں سو منجہ سوں بھتر
 کہ یا منجہ دلا سے کی کرتی ہے بات
 تیری بات لگتی ہے منجکوں عجب
 نہ چوسوں برہ تے میں بیکتل جدا
 کہ دمیوں گی میرا جیو میرے بات تے
 کہ پیکر ہے منجہ جان تھے خوب تر
 منجہ کر سکا ہے سو پیکر کے باج
 نکو کتوں لے بات منجہ تے نہاں
 نہ کرتی ہوں میں کچھ مکر سو رحیم
 نہ تھی بات میری یو تفل قال کی
 کہ بات منجہ راس نہیں کچھ دیگر
 کہ اس چار یا راں پر منجہ جان خدا
 امید ہے مع کوئی پوتہ نیک نام
 خلاص کارخ اس کوں دکھلائی
 کر یگا تمن کوں سونیک بخت در
 رکھیا ہے الہی سوا سکی شرم
 توکل و تقویٰ سو حق پر دھری

نہ کر س امانت گوں توں کچہ خلل
 خدا کے حوالے کیتی نامور
 میرا جیو سو پیکر ہے منہ بھر دیا
 بغیر از تو کل نہ تھا کچہ ادھار

الہی میں سو پنی ہوں تجہ کون اول
 سنی ہوں ہزاراں مسائل خبر
 امانت توں میرا سو منجھکوں میل
 امید حق بکھڑ کر سیتی دل قرار

کھولیں

۱۰۶۴ م ۱۶۵۵ء

از

ابن تشاطی

قصہ گل و بلبل

صفت اس گل و بلبل کی تھا عاشق سوس گل کا

عجبت سوں مگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجہ عقل کا دیکھ تازہ تقویم
نکل کر مہر مہر ہی کے شکم تے
دیا سو فیض پھر جگ کوں دو چندان
جو تھے غنچے کے طفیل ان میں کھوپے
اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھسار مہکار
گلیاں لالے کی سرے کیاں نشانیاں
کلی پور پھول مل دستے تھے اس دھات
دیسے ہاون کلی کا ہو کو، لا لا
یہ سے یوں پھول میں لالے کے کالے
پڑے دکھ بلبلان کتنے شکے ہو لاں
گروے سو بلبلان سنن نمہ سخی
چن کا دیکھ ہزاروں خوش تماشی
بدل کے میر سوں گل تر کئے لب
وہ ایسے وقت شہر مجلس کیا تھا
دیسیا اس ٹھار پر یوں و وجہا نبان
یکایک باغیاں یک پھول لایا
تھا وہ یونی میں سب مشک کے سار
نہ تھا مشک و غیر تھا قدر کی پھول
دوہ پھول مشہ کے بات میں جون

کیا ہے بات کوں اس دھات تر قیم
ہوا یونس من من مفروق غم تے
ہوئے پھولان شگفتے پور خندان
بندے پھل ڈال کے مرغیاں ہندو لے
کھلے تھے پھول جھاڑوں پر ہرک ٹھار
دیسے یا قوت کی ہو سرمد دانیاں
کہ جوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات
دیسیا اس میں لگے تیوں مشک کالا
چو اجیوں لعل کے پیالے میں گھالے
بندے شبنم کے موتی گل کے چولان
لگیاں سب کو یلاں گانے کر بھی
لگے کرنے نوی مضمون تراشی
پنچھل یا بی سوں سیرے دھوئے مکھ سب
رم کا زیب مجلس کوں دیا تھا
کہ جو کس دوس میں بیٹھا ہے رنوائ
ہو کر باد صبا خوش بوئی ڈھایا
تھے اس کی باس میں غیر کے آثار
جو تیس کی باس پر مجلس رہی پھول
شگفتہ پور یا شہ پھول کے شہ

عجب رہے شاہ ہور شہ کے وزیر
گیا شہ پھول دیکھ اس باغیاں دھیر
دکھائیں جھاڑ ایسا گئی چمن میں
اگر توں پھول کا جھاڑ لا گا
تو بخشش سوں کروں گا میں کمر
شہنشاہ کی زباں سوں جیوں و مالی
سینا لویات سور کھ بھیں اُپر سر
جو مالی پھول کوں ڈھنڈنا چلیا سو
کتک دن کے پیچھے و جھاڑ لایا
و مالی روزاٹ یک پھول کوں لائے

دسے تیں پھول میں خشکی کے آثار
رہے کی۔ پھول کا یوں رنگ تغیر
رہیا ہے پھول یوں مخمول سو بول
”اچھوتازی تری شاہی کی ڈالی
سٹیا ہے عشق کا اس گل پو جالا
کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے
کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھنڈولے
کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تل
اسی کے واسطے ہے پھول مخمول
منڈ و بلبیل کی خاطر ایک پھاندا
جو چمٹیاں لیویں انکھیاں تیں کئے منگ
جو سانپاں لیوے کچلیاں تیں کئے وام

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاں دار
گیا شہ باغیاں سوں ہو کو دلگیر
ہوا ہے کیا سب دن پھول سو بول
جواب اس دھات دیتا شہ کوں مالی
کہ بلبیل ہے چمن میں ایک کالا
کبھیں آ پھول پر و پر پتسارے
کبھیں جنگل سوں اپنے پات کھولے
کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں ہل ہل
اسی بدلے دے ترو لیدہ بہر پھول
یہ سن کر شہ گیا کر دل کو رہ ماندا
کوہ خلقیاں کوں پھانڈے کے تیتے تنگ
بتا چ سست کو ساڑو ہاں دام

تو پچھلی کے غنن اس ٹھار سنہرے
تو پنکھی کے غنن واں آدغا کھا
منڈیا اس جھار تل جا کروو کاری
کتک جیسے کے ڈالیا اس میں دانے

اگر پانی جو اس جالے کوں انیڑے
اگر بار اکدھیں اس دام کن جالے
لے ایسی دھات کا پھاندا شکاری
وغا بلبل کو دے پھاندے میں بھلے

گرفتار بلبل را پیش شاہ آوردن

رضائے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کو پھاندے میں کے محبوبس زندانی

کر کا ماں دام کے ہیں اس میں سارے
کئی اس کے کام تے غافل نہ اچھنا
سدا حاصل ہے اس تے بے وفائی
پنم کے چاند کوں پس دن نکلا دے
بدل کوں امان دیتا نہیں گھڑی کہیں
بنات النعش کران کو بکھیرے
سے جوزا کے نعتے دن کوں کروڑ
ہو کر عقرب انوں کوں ڈنک مارے
پڑے ہیں جا بجا اس بھار دانے
کتے ہیں بخت چھر سوں ساز کاری
ستارے کامرے مجھ پر نظر ہے
فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب
لے مجھ آج دونوں خوب یک بار
کروں گا پھلے کا بارے نظار
گلا کر بس کے بس پیش بندی

فلک یک دم ہے دانے سوتارے
فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا
ہے خاما فعل اس کا بے وفائی
صبا اٹ کر سورج کے تیں جلاوے
ستارے کو کدھیں رکھتا کدھیں نہیں
ثریا ہو جو گئی بیٹھے ہیں ڈیرے
رہے ہے یار و جن عینک تن ہو
خوشی سوں بیٹ جو گئی یک پیارے
وہ بلبل جیوں دیکھا بیکار دانے
کیا طالع دے ہیں آج یاری
مگر کیا برج میں میسر چند ہے
خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لالہ
وہ چارا ہو محبوب مل کو یک ٹھار
بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا
نہیں معلوم ہو چارے میں کدوی

رکھے ہیں زہرِ شکر میں ملا کر
 پڑیا دیوانہ ہوا دلِ پولیس
 پڑیا پھاندا گلے میں آنیکا یک
 لگیا پھاندا سے میں پڑ کر پھڑپھڑانے
 نہیں کچھ خوب اے صاحبِ زمان!
 پڑیا دوسرے میں آخرِ حیا را
 طمعِ داری میں نہیں ہے رستگاری
 وہی ایسی بلا یاں تے چھٹے ہیں
 لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب
 اے راحتِ روح کی اے دل کے ساتی
 ترے لب سوں تھے شیریں بین میرے
 جدائی میں تری ہے مرگ میرا
 رہوں تج باج کیوں کریا میرے
 پڑیا تھا چھانوں ہو تج پانوں تل میں
 بچھا تھا بلک کوں نا بلک مار
 میرا ایک دن رات تیرے سات تھا میں
 ترے سایہِ صحنے میں آج تک تھا
 یہی غم ہے جو میں تج سے پڑیا دور
 ولے پھڑے سوں تیرے ہو ہوا دل
 دیکھت وودود تے پاپی شکاری
 غضب سوں آپنا گردان کر ڈوب
 ستم کی آستیاں کوں حیرا کر
 اسے لیا بات پھرے میں کیا گھسات

نہیں معلوم جو اس ٹھار لا کر
 خوشی سوں اپنے دل میں ہو کون گل گل
 گیا کھانے کو جوں ووبگ بگ
 بھارا وہ گیا چارے کوں کھانے
 طمعِ داری بڑی ہے۔ اے عزیزاں
 طمعِ داری سوں کھانے جا کو چارہ
 طمعِ داری تے آتی یارِ خواری
 طمعِ داری کے سرتے جواٹھے ہیں
 گرفتار اس جو پھاندا میں ہو واجب
 کہ اے جیو کے مرے ساتی اسنگاتی
 ترے رخ سوں تھے روشن بین میرے
 اتھا ج دھرتے تازہ برگ میرا
 پڑیا ہے نین تل اندکار میرے
 رہیا تھا آج تک نا بھاگ کر کئی
 جدھر جا کر بھی آتا تھا اسی ٹھار
 جدھر تھی توں ادھر سنگات تھا میں
 بیہوش دیساں تھے تج سوں جھسلک تھا
 میں سینہ پایا ہوں سو غم میں مجھ کوئے حور
 پڑیا ہوں دام میں سو میں ہے مشکل
 سینہ کو دام میں کرنے کوں زاری
 بکڑ غصے سستی دانتاں منے لب
 دین آیا دور کہ اس غم زدے پر
 شیا پولیس پوسے رحمی سستی بات

بیتا کچھ تنگ تھا پنجرے کی لٹھار
 بخیلاں کی اتھاو گورتے تنگ
 سکت نہیں تھا جو دم نکلے اسوں بھار
 کہ تھا وہ بلکہ چشم مورتے تنگ
 وہ پنجرہ کون لیا تسلیم کیتا
 جڑت کے بھا کو پنجرے میں شہنشاہ
 رکھیا بلبل کون مجلس میں ہمیشہ

دیدن بے قراری بلبل و پر سیدن احوال او و اظہار آں

پوچھا پنجرے میں شاہ اس کوں توں کہ جو کچھ چہتا ہے
 ہوا ہے کس بدل قبول نہیٹ بے ہوش نادانی

دکھا بلبل جو وہ دیساں نہیں رہے
 مدد نہ نکھاں میں اپنے گھال لے کر
 تپے اس بھول کوں کو یاد اپنے
 کہ بولیں گے کوئی اس گل سوں یو بات
 کہیں گے کون اس گل سوں مرا حال
 بچھڑنے سوں ہوا سہے تلخ جبینا
 دنیا دوزخ ہے مجھ اس حور کے بار
 پڑ یا سودر میں اس گل بدن سوں
 یون بن میں ہے میرا کوئی محرم
 یون کون کہہ کہ اے خوش باش بائے
 اگر اچھتا تو بارے کا مرا تن
 کہاں وہ پاؤں جو میں اس تلک جاؤں
 ضبا او یوں لگیا کرنے کون لازمی
 لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہا ست
 نیٹ درس کے دروازے بندے گئے
 لگیا رونے کون پنکھاں ڈھال لے کر
 لگیا رونے بلکنے ہو رہے تپنے
 گذرتے سو مجھے حنفی میں دن رات
 ہوا سو حال میرا غم سوں یا حال
 کر بیٹھی ہے ہو رہی ٹھاسے سینا
 دسے دن رات ہو اس سو کے باج
 ہو کر سکتے ہیں کانٹے تن پوراؤں روں
 جو بولے بھول سوں جا کر مرا غم
 مرا دکھ بھول سوں تلک بول بارے
 میں اڑ کر ہاں تے جاتا کہ ہر یک فن
 وہ آنکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں
 دیکھ یک دن شاہ اس کی بے قراری
 لگیا شاہ بولنے بلبل سوں اس دھات

پریشاں جیو ہوو خاطر پریشاں
توں کئی، پکڑا ہے بارے کی خصلت؟
توں کس کی زلف کے بدلے ہے بتیاب؟
ہے کس لیلیٰ کی خاطر دل تراخوں؟
لگیا ہے کس نگہ کا تجھ کو تبیشہ؟
توں بلبیل بول کس مقبول کا ہے؟
دیا بلبیل جواب اس دھات موں کھول

ہوا ہے کی۔ ترا سڑیوں پریشاں؟
ہے تجھ میں کیا بدل بارے کی عادت
توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب
مرے دھربول توں کس کا ہے مجنوں؟
لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشہ
بھنور توں بول مجھ کس پھول کا ہے
دریا تے نین کے موتیاں کے نیتیں رول

بیان کردن بلبیل پیش پاوشاہ

اگن کے پھول میرے ناچنے تو
زہیں ہے سخت ہوو اسماں ہے دور
جو گئی برے کے پھاندے میں بڑا ہوسے
وہی بوجھے گھڑا ہے جس پر مشکل
نہ کئے میں فائدہ ناچپ رہنے میں
پر ت میں نہیں مرا جلتا ہے حیلہ
کہے تو بات کس سوں فائدہ کیا
آپس کے دو کنول تے کاڑ شبنم
درنگ پر کام اپنا توں نکو پاڑ
نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام
کہ شاید کام تیرا ہوسے منج بات

بھلا ہے دکھ مرا کئی ناسنے تو
کسے کوں درد دیو دل میں جو ہے پور
وہی جانے یو دکھ جس پر گھڑا ہوسے
بجھاڑیاں غم سوں کیوں کھاتا ہے دل
نہ کئے جانا نہ آتا ہے کئے میں
ہر یک تلتیل ہو کر جاتا ہوں پیلا
کھوں یو بات کیا میں جیب پر لیا
نین بلبیل کے غم سوں شاہ کو غم
کیا ہے غم کے بن کے درد کے جھاڑ
شکر بن کھائے میں ہوتا مٹھا کام
مرے دھربول اپنے جیو کی بات

سنا یا شاہ انکے بلبیل جو کچھ مطلب تھا اپنا
دیکھیا سو عشق کی شدت ہو اسو دیہ طرائی

زبان مطلب کے باتاں سوں اُچایا

دلا سا شاہ تے بلبیل جو پایا

لگیا کھنڈا دل گزرے سو باتاں

برہ اس نین سوں کیتا سو گھاتاں

مرا تھا باپ سوداگر ختن کا
 بڑا تھا بھوت سب سوداگراں میں
 مٹاں سوں تھا دوبا کھنڈیاں سوں
 قماشوں کے جدھر دیکھے بی بستے
 ہریک کا ایک کے ہریک کے اوپر مول
 حریر و یافتہ ساو سہری صاف
 سمور و سندس و سرک خطائی
 خرواکسوں و اللس دق و دیبا
 مطبق، نیک و سقلات و مخمل
 پتیمبر و چھینٹاں ہور سوسیاں
 بہوت نازوک ہندی پنجپوٹے
 یونا ہو کر بی سودے تھے دریائی
 پتہ چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑے تھے
 پتے اس قافلاں کے تھے کیناں
 ستم دودن جو گاڑیا تھا گڑاوا
 کہ میں سودا لے کر جاوے عرب کا
 کہ میں سودا لجاوے روم سوں شام
 کہ میں واسط سوں جاوے سفر اُن
 کہ میں تیر پڑتے شروان جاوے
 کہ میں ارم سوں جا منزل کرے طوس
 کہ میں اچھا مقام اس کا سراندیل

نہ تھا پروا اُسے کچھ مال و حق کا
 اتھا مشہور سالم بندراں میں
 تھلا کھانا شرفیاں کڈیاں سوں ہٹا
 لے جے تھے لے دوکاناں پر دور سے
 رکھے تھے سب نمونے کے بدل کھول
 مشہور، تاختہ، داراے زر باف
 سلیم، صاحبی ہور کر بلائی
 ختک ہور طاش، خطی سو فیبا
 قلم کاریاں و چھینٹا ہور مسلسل
 تھے شالاں خوب کشمیری و طوسیاں
 بہوت باریک تاواں ہور پتہ لے
 ہے جس میں فائدہ دیوڑی سواتی
 دریا گری سوں سکے گد گڑے تھے
 نہ ڈھوسک تنگ آئے تھے زمیناں
 پڑے تھے بندراں سالم بڑاوا
 کہ میں شیشہ لے کر جاوے حلب کا
 کہ میں جاتا بنگالے پر تے آسام
 کہ میں جاوے صفایاں تے ملائین
 کہ میں ہمدان سوں کا شان جاوے
 کہ میں اترے جو یک منزل اچھو اوس
 کہ میں شیراز اچھتا ہور ارومیل

وطنِ گمراہ و لڑا چھتا خستن میں
 گدھیں شیراز سوں جاتا داند
 گدھیں کابل تے یہ لاہور جاتا
 تجارت کے بہت سودات سوں دو
 اتھا میں اس سفر میں اس کے سنگات
 مری اس وقت تھی اول جوانی
 جوانی کے برس سو' بیس لگ ہے
 کہنے میں با ضرورت تا چہل سال
 اتھی اس ٹھار پر زاہد کو بیٹی
 چتر، چنیل، سرگ، کشتل، سہانی
 کہوں کیوں میں الگ کوں اس سرکاں
 بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کر
 چندر آدھا کہوں گرثیں پشانی
 کہوں کیوں اس کے میں پلکھاں کو تیراں
 غن کوں نرگساں کہنا ہے ناساز
 مین نرگس کہنے کا سو ہے زوری
 کلی چنبلیہ کی کر ناسک کوں بولیاں
 کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا
 ادھر کوں لعل تھے کر، کیوں کہوں میں
 دس کوں کیوں کہوں انار دانے
 ٹھنڈی کے سار جگ میں سیب کاں ہے
 کیوں جو بن کوں کیوں میں تہہ نور
 کہنے پھل گیندج آتا ہے نمان

کدھیں دکان کھولے جا میں
 کدھیں جاتا بخارے سوں سمرقند
 کدھیں ماند و کدھیں ماہور جاتا
 گیا یک مرتبہ گجرات کوں دو
 گھڑیا سو کیا کہوں اوس ٹھار پر گھات
 نوی انیسڑی تھی محمد کوں شامانی
 بندھے ہیں حد بڑے تائیس لگ ہے
 بڑیاں کوں ہے سمجھ پلاڑ کا حال
 بڑی یک خوب کئی عابد کوں بیٹی
 نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
 سرک میں دل کشتائی کے اتر کاں
 دو کاں ہے نور محراباں کے اوپر
 چندر آدھا نہیں ویسا نورانی
 ہوئے ہیں کوئی تیراں کے اسیراں
 چمن کے نرگساں میں کاں ہے وفاد
 کہاں ہے نرگساں میں لال ڈوری
 دے تبلیہ میں ناسک کوں بولیا
 ہر یک لالے کے درمیانی ہے کالا
 ووزی ناز کی کس، لال میں نہیں
 اتھے اس پر دیوانے ہو کو دانے
 یواس میں عشق کا آسیب کاں ہے
 ہے قہ نور کے، اس پر بلا دور
 کروں گا بھول کے گیند اس پو قرین

شہوں میں کروڑاں میں اس کے آثار
 مکر کے سامنے شہرِ ناز ہے، سحرِ ناز
 انہی نے کاں سکت اس قدر کی حد کوں
 کہ خطا تہوں، کیا صفت کرنے سکوں گا
 ہنسو گرتس پہ ہنس ہنس کر گیا ہے
 تماشے کوں مراد دل سرا آجا یا
 تو ہوتی تھی سینے میں گدگلی منج
 پرت کا ٹھنڈ پور بار انگیا سو
 پرت کی چٹ پیٹی حجہ کوں لگی زور
 لگی چپوں شمع ہو کر جیو جلنے
 اسی باتاں سوں ہسیا دل میں دگ
 ہوا ٹکڑے گریباں پھول کے ناد
 گرم بھاپاں سوں ہڑٹاں پوچھائے
 طبیعت کی مری سب دھات بدلی
 اجل منج پیر ہن میں ڈھنڈ سکے نیں
 لگے دینے گواہی آستیناں
 دوسے جاتا فسلانے کا فسلاتا
 جو آیا دل منے میسر ابل شوق
 بلو چھپ کر دیکھوں اس آجیل کوں
 مکر کوں اپنی دامن باند لے کر
 چلوں اس کا ند تھاس کا ند کوں لگ
 پیادہ جاؤں گھر لگ دیکھئے رتس
 چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا

کہاں ہے کروڑاں میں اس کے آثار
 مکر کوں کیوں کیوں میں اس کی شہرِ ناز
 سرو تھا کیوں کیوں میں اس کے قد کوں
 میں سرتے پاؤں لگ اس موٹی کا
 جو کوئی اس چال کو ہنس کر گیا ہے
 ہوس اس دیکھئے کاجج کوں لہا یا
 جو یاد آتی اتھی دو چلبلی منج
 پیاری کا پرت پیارا لگیا سو
 اول تھا حال کچ آخر یہ ہوا ہورد
 لگے چشمے ہو کر نیناں ابلنے
 لگیا سو بھار دل کوں باٹ کر لک
 کلی نمٹے ہوا دل تنگ ناشاد
 دھوین آہاں کے ہو سر پر بدل چھائے
 سو وادناں پر من ذات بدلی
 ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں میں
 سمج کر رہے جو کوئی تھے ہم قریباں
 لگے کہنے ہریک کئی پا کو چھانا
 جو اس کوں دیکھئے کا منج ہوا ذوق
 ہریک نس جاؤں اس دھن کی گلی کوں
 سینے میں دم کوں اپنے ساندے کر
 نہ دیکھئے کوئی تہوں آہستہ دگ ڈگ
 تہ رنگ پر شوق کے ہو سار ہر نس
 کیل اوس گلی میں کئی نہ دو جا

کھو اس چندر بدن کے گھر طرف مولا
 ہر یک شب غم سوں وہ نہ جو اچھے جاں
 کروں ہر شب نہیں سوں آپ پاشی
 کیتک دن کے پیچھے امید کا سود
 نصیبان منجہ سوں جو آخر ہوئے یار
 یکا یک چھانک کر دیکھی مجھے نار
 نظر باز اڈ یا سوب نہ رک سک
 گیا سود مشق کا آہو نیکل کمر
 اسے دیکھ عشق سوں میرا جھلسا دل
 ہوئی سو مہرباں آخر بری زاد
 کہیں میں سر سوں چلتا جاوےں لگا
 کہیں میں اس کے جاتا تھا قدم کن
 کہیں انیڑاؤں میں اس گھر لجا کر
 کہیں اس دھات سوں نہیں سب گذرتے
 کہیں کتنی ناسنے تین بات کرتے
 کہیں دیکھ مسکٹیاں میں دینو آتے
 کہیں دیکھیں یکسی ایک دیدار
 بہر حال اس سندسوں مل ہمیں دو
 یکا یک یہ خبر زائد کون انیڑاؤں
 نہیں کچ خوب چاڑی کا ہے چالا
 نہیں آتی ہے چاڑی خوش خدا کوں
 نہیں چاڑی علی انکس تے قبولے
 گلیا زائد خبر سن تمللانے

ہر یک نس نین کے تارے بکھروں
 دھویں سوں آہ کے بانڈوں کھلاواں
 اسماں سوں کروں ہر دم فرشی
 مرے نجتاں کے نیناں کوں دیا نور
 مرے طالع رک آیا، سورک بار
 مرے پور اس کے دو دیدے پتھر چار
 ہوا میں حسن کی اس کے رہا تھک
 پڑیا اس کچھ کے گلشن میں پھسل کر
 چمن دو ٹوکے دل رہے نیک پھول
 کروں جیوں یاد میں دو بی کوئے یاد
 کہیں دو بی لکھے محمد نین پیرنگ
 کہیں میرا کرے گھر دو بی روشن
 کہیں انیڑاؤں دو بھی منجہ گھر آکر
 کہیں جا پرہستے لوگاں کے ڈرتے
 ہلو باتاں اشارت سات کرتے
 یکس کوں ایک نظراں میں چراتے
 پیار آنکھیاں پلک کوں ناپلک مار
 محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو
 یوں اس کے دھیر جا چاڑی کوئی کھائے
 ہے چاڑی خور کاٹوں جگ میں کالا
 نہیں بھاتی ہے چاڑی مصطفیٰ کوں
 نیرنگاں کوئی نہیں چاڑی پوچھو
 آپس میں اپ بچھاڑیاں غم سوں کھانے

ہوے اس ہوش کے طبعان فراموش
 رہتا نہیں جیور و دے ہو رہتے ہیں
 دریا غتہ کر آیا اُبل کر
 اچالے آبرو کی آگ جیباں
 خدا سب کا رکھن ہارا ایسے شرم
 دو جا حجرے میں خلوت سون تنہا
 پیسا اپنے دوہت جیوں داک کے پات
 منگیا صورت ہماری ہونے تبدیل
 کھلے تھے فیض کے اس چمن کو اڑاں
 سپر میں ساتوں انبر کے گندہ گئی
 قبولیت کے شانے پر لگی سو
 ہوئی زائد کی بیٹھی صورت گئی
 گئی تین توتے اس کی سینہ چاکی
 دو نو گیس کے غن ہے توتے بے خواب
 کھایوں مختصر اس دھات کون کر

کہوں کیا میں تجھے معلوم ہے سب

مرے سو بخت ہو تیری نظراب

در بیان صور اصلی یافتن بمعجزہ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی بکڑ، شہادت میں اپنے

پھر ایا گل و بلبل پر ہو پھر کر شکل انسانی

خزینے دار کون اپنے بلا کر
 دعا جس میں لکھیں ہیں جیوں اثر کا

حیا پر کا اڑیا، کرسن کو سر پوش
 لکھیا ہے سوانہ پڑتا ہے و لیکن
 پڑیا سو شرم کا گوہر شکل کر
 لئے دیکھ آبرو جنگ میں نصیباں
 کہے ہیں جیوتے پیارا ایسے شرم
 ہو کر سب خلق کی کثرت سوں پنہا
 کھڑا ایک پاؤں پر ہو سرو کے دھات
 منگیا صورت ہماری ہونے تبدیل
 تھے رحمت کے کھلے اس دن کو اڑاں
 دعا جیوں تیر ہو، اس کی سحر کی
 اجابت کے نشانے پر لگی سو
 ہوا میں ماتمی کیسوت سوں بلبل
 رہا ہے توتے منج میں دردنا کی
 ہے منج میں توتے سنبل کے غن تاب
 دعا سوں ختم بلبل بات کون کر

سنیا سو بات و دوشہ یاد لیا کر
 کیا، جا، اس انگوٹھی کون لے کر آ

تو صورت میں اول کی پھر کر آویں
 کیا حاضر انگوٹھی کون اسی چھن
 دیاں تے آیتہ الکرسی کون پرٹھکر
 دونوں پر اس انگوٹھی کون پھرایا
 ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں دو
 کیس تے ٹیک تھے روشن ہلالاں
 کہ پوسیلی اسے ہو رو سو مجنوں
 مگر السبح تھے شیریں و فریاد
 کتے تھے جن کو یوسف ہوڑ لیا
 لگی لب کھول بنسنے پھول کے ناد
 کر یا شہ شکر کا دوا ر سجد
 اثر کرتا رہے دوجا سو حاتم
 کیا چاواں سوں دونوں کو ملا بھاؤ
 حضوریاں میں اسے جاگادیا شاہ
 قصہ سوں روزشہ کا وقت پہلائے

اگر مسوخ پر اس کون پھراویں
 دوشہ فرمایا تیوں جا بیگ خازن
 انگوٹھی لے، وضو اول پکڑ کر
 گل و بلبل کون شہ انگے منگایا
 خدا کے فیض سوں تھے حیوں اول و
 کیس تے ٹیک تھے صاحب جمالان
 کہے ہر کوئی دونوں کا بھاموں
 دونوں کون دیک آیا ہر کسے یاد
 مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا
 دکھت ہو حال شہ ہو بھوت دل شاد
 تھے کورتا ہوں میں کرتا ر سجد
 اول باری ہوئے ہیں پھر کو آدم
 دونوں کون شاہ پھر دکھلانے کو چاہو
 مراتب یک بڑا دے کرا سے شاہ
 صبا اس شہ کی و خدمت منے آتے

بیان پادشاہ و وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے بچیں یک خمبہ بیچ تے
 کہ جس سوں دفع غم ہوئے اچھے ہیں راحت جانی

کہا ہے یوں حکایت میں حکایت
 توقعتہ بول کہ مجھ سامنے آج
 کہ کاماں عشق کے ہیں سب تھے فام
 کہ یو وولذتاں ہیں تیج کون روشن

جو کوئی دھرتا ہے باتاں کا فراست
 کہ یک برس اس حضوری کون کیا راج
 جو اچھتا عشق کا گچ اس منے کام
 یرت ہو رہوگ کے اچھتا یو دامن

حکایت سوز کا یک یوں کہتا دو
ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دل
بوندان مینہ کی دسین تیس دل انگے کم
اسے ذریاں ستی اگلا حشم تھا
جو بیٹھا تخت کے اُپر ال آ کر
کئے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں
بچھتہ نقش لکھ لایا ہے نقاش
پڑیا غم میں پھسل کر عیش کا پاؤں
گیا تھا ملک لینے جین کا جھیں
سنی نہیں گئی تھی بات اس کی زباں کی
کہاں بیٹھا ہے لے کر ملک بلکا
ریشے سوں دسیا شہ جیوں کماں ہو
کہ جاتا ہے طوا جیوں میان میں عین
تیراں سارا اس کوں کرنا ہو رقبہ پاں
فلک چھیلو اُسے جیوں رنگ کے ناد
ندیم یک تھا سو بولیا اس بکا کر
توں دل سوں ہر سہو یو رفیع کو غم

ادب سوں شمع کے نمٹے کھڑا ہو
سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اوّل
سرب دل کا بیل اس پر تھا مسلم
بزرگی میں سُرُج تے محشم تھا
دو شہ یک دیس مجلس کوئی بھرا کر
خبر انیٹراے لیا ایسے میں شہ کوں
کہ یک کئی چین کا آیا ہے نقاش
سنیا جوں شہ یکا یک چین کا ناؤں
وزیر یک اس طرف لشکرے سنگیں
خبر تیش آئی تھی کئی دن تے واں کی
اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں ہلکا
سپہ سالار اوپر بدگماں ہو
ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں ہیں
جو کئی پھر پھر کو بدلاوے ہے ایماں
جو کئی اپکار یکس کا نا کرے یاد
اندیشا خوب نیں کر دل میں آ کر
حکایت بول کر یک، دفع کر غم

اول تے دو بچھتا تھا حکایت

مناسب بات بولیا یک رعایت

حکایت نقل روح

حکایت خوب یک شہ کن پیر مندی سوں بولیا دو
سکایا تھا اسے جوگی منتر سوں نقل روحانی

قلم کرتا ہے نقل ایسے فن سوں
 کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا
 اتھا و معتقد جو گیاں سوں دایم
 تھے جو گیاں بھوت اس کے اعتباری
 سٹیا تھا دوستی کا یوں دو پایا
 لگا لاناں کوں درے ہو چکری
 ہر یک مدراسو جیوں سورج چند تھا
 سسکی قوس و قزح کے سار رنگ دار
 لگا کر ایرایا تن او پر خاک
 اے جا کر کوں لیا یا شہ ملا اس
 کہ کاں اچھتے تمیں کمرٹھا رتے آئے
 کیا جو گی، کہ اے شاہی کے مانے
 جو کچھ کرتا سو حق، کرتا نہیں ہو
 بہر حال اس رکھیا شہ دے مراتب
 دیکھیا سو شاہ کا، جو گی بہت پیار
 منتر سکھ لایا یک کاڑ کر بید
 منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا
 وزیر اس شاہ کن تھا ایک کامل
 قضا را اس دیناں میں یک کسبل کام
 کیا شہ اس پہ ہو کر بھوت خوش حال
 وہ پھر یوں شہ سوں بولیا پس نہیں دھر
 کرم بخشی تو اتنی ہی کر یا ہے
 منیر جو شاہ اس میان سے ہے

کرے جیوں روح کوں نقل تن سوں
 ہر پورنہم کے بی دور میں تھا
 ملے دو خاک کے جو گیاں سوں دایم
 کرے ہر ملک کے جو گیاں سوں یاری
 سو یک دن ٹیک جو گی گئیں تے آیا
 سنکی یک ہت میں یک ہت میں کچری
 کھلے کے ناداس ہت میں چکر تھا
 کچر تھا اس کئے خوش دلو کے سار
 دسیاں یوں ٹھیں پھیں اترا ہر ناک
 لگیا احوال پوچھیں بید اس
 کرم تھا جو درس ہنا کوں دکھلاے
 ہمیں ہیں کوں آنے ہو جانے
 ہے بات اس کے ہماری نات کی دودھ
 کیا گھن دودھ اس کوں روز رات
 کیا میں بی کروں یک اس پر پکار
 اتھا جس میں جو نقل دوس کا بھید
 منگے تو پھر کر اپنے تن میں آنا
 ہر یک تدبیر میں تھا بھوت غافل
 کھڑا سو ٹیک آیا دے سماجام
 جو کچھ منگتا سو منگ لے نیک اعمال
 تری ہمت سوں کم نیں سیم ہو زر
 منگوں کیا تیری دولت سب بھر یا ہے
 جو نقل روح ازمانی سکے ہے

نہیں قسطے سوں ہوتا ہے دریا کم
نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان
عجب نہیں ہے کرس تو اوس سوں آگاہ
لگیا اندیشے لاگال کوں بات
دے تیوں ہے موں میں جانا پکے پاؤں
کچھ تیوں ہے پھرت آپا توں پر پڑ
ہے جاتی سوہلا کوں جیوں بلانا
مری بخشش سوں دل اپنا رنگو کر
دروغی میں ہے حاصل بے فروغی
جگت میں کون شاعروں کوں پتیا گے

یو باتاں سمجھ لے کر سب اول
بھاس سوں ہذا پر کر تو تل

اگر چہ شاہ ہے حکمت منے یم
منیر کے ہے لگن کا شاہ جیوں بھان
نظر رک مجھ یکنے کے اپر شاہ
نسیا سوہ سراسر اس سوں یو بات
گیا میں یو ہر جو اس کوں سکھلاؤں
یو مایا یوں ہے دنیا اس کو آنیٹر
بکٹ یوں ہے یو بات اس کوں دکھاتا
ولے بولیا ہوں میں ہر کچھ منگو کر
نہ بولوں گا تو آتی ہے دروغی
اگر شاہاں جو جھوٹی بات لیا لگے

بیان شکار کروں و سیر کروں

ہرن کے جسم میں جیوں شہ سیا پر دھیان میں جیوں
وہ سگنے کیڑ و رہ کر دکھایا فعل شیطانی

لکھایا بات کے پنکھی کوں یوں پر
جو نکلیا موں سوں اپنے کاڑتا آگ
جو پھرتا تھا لگن صحرا میں بے غم
ستاریاں کے اڑے مرغابیاں سب
چرندے ہور پرندیاں کا دیکھنے رنگ
خیال ایسے ترنگ :

ہو سناک اس بچن کا اٹھ ہوس دھر
گوئی تے شرق کی جیوں سور کا باگ
ہرن مہتاب کا کھایا دیکھ اس رم
نکل کر باز آیا مسود کا جب
کیا شہید کا اس دیس آہنگ
شہی کا تاج اپنے سیس پر دھر

اٹھا دو بی وزیر اس شاہ کے سات
 اٹھے بار اس دناں میں پھول ہو پھل
 نہ تھا قدرت سرج کو دیکھنے جہانک
 کھڑا ہے کیا مگر آسمان آکر
 تو آفے سیس کوں داں بیس کر جائے
 سہادے میں دسیا سب کوں لگن و
 لگن پر جگمگاتے جیوں ستارے
 جلے جیوں تل سوں بارے کے بارل
 لگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے
 ستاریاں سوں جندربادل میں بیٹھیا
 سیر گوشتیاں کوں تختیاں تے آتا رہے
 چتیاں کے گل نے دیتے کھول ناڑے
 چرندیاں میں اُجانے کو دھولا رہے
 لگا دے ٹھونک پٹیاں، ویں ہوتی دور
 بڑے ہرناں پہ ہو تو پاں کے گولے
 ہو رہے بے ہوش، کر ہوشاں فرموش
 اگن کے جس روش اڑتے ہیں باباں
 کماناں تے جو تیراں چھتے ہیں جیوں
 جیوں جیوں جہندیاں کے ہیں چالے
 بلوں نزدیک چھپتے دشت جیوں
 چرندیاں کے تھے جنگل کی دانتیاں
 جنگل کے وحشیاں کوں یوں شہار
 زمیں لھوسوں چکر ہوئی جاں تہاں سب

چلیا لشکر کوں لے سب اپنی شکات
 بہر حال اس طرف تھا ایک جنگل
 تیا ووداٹ تھا جنگل جو کھول آنک
 دے دو اس روش جو پھر چھا کر
 اگر بار اگدھیں واں پیس کر جائے
 کہ چھا یا تھا سوہنی چارو کدھیں وو
 دے یوں ہو کہ پھول اس ٹھارے
 دے پتھیاں کے یوں اڑتے سواں دل
 زمیں پرواں کی بستے تھے چرندے
 لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا
 ہو س کا درس ازبر کرن بارے
 ہتیاں کی بیٹھ تے جھولاں کو کاٹے
 سیر گوشتاں کے تختیاں بی آتا رہے
 ہر چیتل چکاریاں کوں کرن جوڑ
 چیتے دکھلا کے اسپس کر غولے
 سیر گوشتاں کوں دیکھ وحشی سیر گوش
 کہتے ہر ناں یہ یوں کہتے اڑاناں
 سیر گوشتاں چکاریاں پر پڑے یوں
 چیتے سب تن کے پتھیاں سات کالے
 یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلا
 کتیاں کے دانت تھے بلکہ دانتیاں
 ہر یک اونچی توانیاں میں ہر یک ٹھار
 لگیاں بہنے ندیاں لھو کی وہاں سب

بڑے دیکھ جانور جھیس کے اپڑٹاٹ
 بجائے کر ایس کوں اس خطر تے
 ہوا پر دیکھتے پنکھیاں کے زوریاں
 ہوس ناکاں دکھا کر اپنے انداز
 کلہ انکھیاں پوتے بہریاں کی کاڑے
 یونا ہو کر بھی یک دھیر لوگ تھوڑے
 ترستیاں ہو رشکریاں ملے جھٹ پٹ
 ہوں پنکھیاں کے دکھلا دور تے مون
 دوشا میں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال
 زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سو وول
 سینے پر نوک دھر پنکھیاں منڈھیا
 پنکھیاں کے یاد ہو پنکھیاں کے گھوسوں
 ہا دیکھ حال پنکھیاں کا نظر سوں
 دیکھت مرغاں کوں سارے کتے سو جھپٹ
 ہوا حاکاں کا پرندیاں سات کر صاف
 ہوا رعبت جو گھر کا شہ کوں غالب
 کر یا سو آخر اپنا کام قنہیر
 پڑ یا شہ ایک دھیر ہو رشکریک دھیر
 وزیر اس باج میں تھا شاہ کن کئی
 یکا یک دیکھتا ہے باٹ میں تو
 دھیا ہے جو سوں تن ہو کو خالی
 بے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نہیں تھا
 کیا شہ تن سٹ اپنا اس میں جاؤں

محل تھا شیا پکڑ اسمان کی باٹ
 چھپی پاتال میں جاگا سے ڈرتے
 جکا سے پاؤں نے بازاں کے ڈوریاں
 کتے چمکار کر بازاں کو پرواز
 کلک ہو سیاں جو تھی اس حق میں گاٹے
 چوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے
 ہوئے جا کر پنکھیاں کے سات لٹ پٹ
 اڑائے یک طرف تے شاپنیاں کوں
 دعا جیوں کا ملاں کی جاوے آپال
 قضا جیوں آسمان تے ہوئے نازل
 لگے سٹنے گلے چنگل سستی چانپ
 دسیا میہوں ہو ربارا ہو کے سب کوں
 رہیا کس کی نظر نا پڑ کوڑھوں
 چھپا سی مرغ جا کہہ قاف میا نے
 لہجہ واں کی جرتندیاں سات کو صاف
 پھر یا واں نے لے شاہی کے مراتب
 پڑ یا شہ یک دھیر ہو رشکریک دھیر
 قضا کیس کھڑی دیکھو شب اس میر
 زحل بن اس نہ تھا اس ماہ کن کئی
 پڑ یا ہے یک ہرن جیو اپنا کھر
 نہ تھی کچ تن منے دم کی آلیاں
 نہ تھی ساری تھی اتا تیل نہیں تھا
 نہ کر کیا ہے سو وارے پتہ اڑاؤں

چھروں لے بیٹھ سوں ہرنیاں کو سارے
غزالاں کوں ایس کا زور دکھلاؤں
ایس کا جیو ہرن کے تن میں بھایا
چلیا بھرنے کوں جوں اسان دو ماہ
سو لکھن جیو کے اس پیر ہن کوں
حکومت کا ہوس اس دل میں آیا
بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش
سٹیا جیو آ پناشہ کے جسد میں
سنے کے جام میں جیوں زہر بایا
ہرن کر شاہ کوں، شاہی کیا چٹ
مروت کی سٹیا آنکھیاں میں مٹی
نمک کھا کر نمکداں کوں سٹیا بھوڑ
کر یا صاحب سوں اپنے بے وفائی
سیلہاں ہو چلاوین اہرمن، وو
ہلوں وین تخت بیٹھ مملکت لے

چلا وو بد گرواں تے محل میں تنہی رانی کن
سمجھ اس کی خصال کوں رکھی تھی اپس رانی

چندر سورج کدھیں دیکھ نہ تھے چانوں
نہ دیکھی کہیں پلک کے کھول کر پاٹ
دیکھ اپنے نین کی پتلیاں کوں شرماے
نونا ہے بچے کا کر دیوے ڈال
اپس کے کھینچتی تھ مکھ پو آ غیل
سداں کھاتے تھے اس کی لہریاں

جنگل پکڑاؤں ملک ہرناں کوں بارے
ہریک جا آہواں کوں دیکھ اکھلاؤں
ہوس اس بات کا جیوں من میں آیا
ہرن ہو کر چلیا جوں سیر کوں شاہ
وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں
اُسی اس سلطنت کا دل میں آیا
دلی نعمت پو اپنے ہو بد اندیش
نہ باقی رکھ کے ذرہ کچ جسد میں
مبارک تن میں شہ کے پو وو آیا
جسد اپنا کھرگ سوں توڑ کر سٹ
جو سورات آ کے اس کے دل میں دلی
نمک خواری کے اپنی سب دھرم پھوڑ
وفا داری کی سٹ دل تے صفائی
چڑیا سو بات شہ کا پاک تن وو
وو مکار اس سند سوں سلطنت لے

تھی رانی شاہ کو یک ستونتی ناؤں
ہنیں پکڑی تھی وو گھر کی کدھیں باٹ
کدھیں دربن میں جو مکھ دیکھنے جاتے
کدھیں لبوے کنگوی جو کھولنے بال
کدھیں نرگس جو پڑتی تھی نین تل
سدا شاگر تھے اس کی گت پھیلیاں

دوست کی ستونتی اقرار تار
 جو دیکھی دو چلن ہو اس کی دو چال
 کہ گستاخ ہے منجہ ووشاہ یونیں
 نہیں دو خوب ہو ہونا پیشاں
 وو کرنے کون جو آوے سیج پر چال
 غرض مندی کے لے آوے تو ووفن
 چڑیا سودن پودن ویں برہ کا بھار
 نہ دی دوست بھری کس بات کون راہ
 تھی آپس میں اپنے روتی و تپتی
 لگی گھٹنے و چندر ہو کو دن رات

ہرن کا پر ہو کر شہ لڑیا اپنے محل پر ہوں
 پھر کتبہ میر سیتے و دکھایا شکل انسا

رہیا تھا سب کسی سوں ہوا بولا
 جو مشک اجتا ہے نافے منہ جوں
 گھٹے ٹخنوں جگر نافے کے نمٹے
 بجکتا دیکھ اپنی چھائوں آہی
 ہرن کی شاخ نمٹے پیچ کھاسے
 غصتے ہوں ہر گھڑی ووشاہ صابر
 دریغی سوں کہے یوں دل میں ہو روئی
 گیا ہے جن جھگ میں یوں گلا کاٹ
 برائی دل میں ستمی کیوں اندیشا
 کیا مجھ سرد آخر دشمنی ہو
 بلا میں بھاد غایاں دے کون جا کا

کتیک دن ہو ہرن ووشاہ بھولا
 ہرن کے تن میں شہ کا جو تھا یوں
 دل اپنا تنگ کر نافے کے نمٹے
 جھکے تب دیکھ آپس کے پاؤں آہی
 جو غم جس وقت دل میں یاد آوے
 نہ کر سک درد دل کس سات ظاہر
 بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کئی
 خدا اس کون دیوے گا کیا بھلی باٹ
 دیکھو اول وویکوں خوبی سوں پیش آ
 کر اول گرم مجھ سوں دوستی کون
 سمجھ نہیں تھا بلا یوں لاکو بھساگا

بہر حال اس سہو چند روز تھا شاہ
 نہ ملتا ہے نہ چلتا ہے ہوا تھا
 دیکھا اس شہ دل میں لایا ابچہ یو خوب
 جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود
 گند اپنے دل منے اس بات کا ہار
 جدا یک زندگانی کا کیا مست
 کر اپنی روح کا طوطی یہ سایا
 پھر کر بھیس آہو کا، ہوا طہیر
 شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر
 اسی کے گھر پوچھا اہوال اُتر یا
 شکاری دیکھ بکڑنے کوں بعد ہو
 تیرت راواں خیال اس کا سچ کر
 کیا یوں واپس کے راز کوں کھول
 کہ لے پھرے ہمارے نت ڈھونڈا
 پکڑنے کے بدل جیلیاں سوں ج کوں
 ستم آیا ہوں تیسرے دم میں میں
 ولیکن بیچ توں منج، شاہ کے پاس
 کہ ایسا شرط راواں اس سوں ہر حال
 بچا راو جو یک بار اس کوں پایا
 شتانی سوں لجا اس، شاہ کوں دے
 شکر ایسی ووشن راویں کی گفتار
 مٹھی پاتاں سوں اس کا رکھ مٹھاؤں
 شکر کی اس، پھری ہے کہ نہ جانیا

سود کچھا رہ میں یک طوطے کوں ناگاہ
 تمام اڑنے سوں کام اس کا ہوا تھا
 کہ طوطے سوں کروں میں ایسے خوب
 مرا اس کام میں بیگی اچھے سود
 ملن کے نادراواں کا ہوا سار
 خضر کے نادکیتا سبز کسوت
 زمرہ کے نوے پھرے میں آیا
 یکا یک ویں اڑا سود و سبک سیر
 پکڑ کر بیچتا تھا دو جن اور
 وہیں باتاں مینے در حال آٹھا
 لگیا کرنے کوں پھاندا مستعد و
 اُچا گردن، مونڈی کوں اپنی کچ کر
 اٹھیا یوں و بلند آواز سوں بول
 بہن ایسیاں کے لے سنن طلب گار
 مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں
 آبی ہو اس پڑیا ہوں کام میں میں
 دو لک سن میں نہ دے گر کم ہو یک گام
 کیا اپ سوں حوالے اس کو در حال
 لگایوں اس کے تن میں جان آیا
 پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے
 رخصیا حیراں ہو ووشاہ مکار
 رکھیا اس ستوتی رہتی تھی جس پٹھا
 خرابی ہے کہ اپنی نہیں پچھا سنیا

دیکھی پنجرے میں سونٹ جھانکتاواں
 زباں آہستہ نرمی سوں اُچا کر
 جوانی کا ہواگی رنگ بر باد؟
 جو کرتا تھا سداے سرو کوں رو
 گل سوری غنم کی زر دہے رنگ؟
 گیا رخسار کے کی پھول کا آب؟
 ہوا کی غنم سوں گل کر دل ترانیر؟
 پڑے کی مہ کے غنم کھد بوجھیا یاں؟
 دیتی پھر کر جواب اس دھات و و ماہ
 دیوانیں سو سہا دے کس سنتا
 وہ کیوں کر خوب ستاموں سوتوں بول؟
 کیوں اچھا، تو بچ اس کا بول عالم؟
 ہے جینا بیو بن مشکل ککر جاں
 محبت میں ولے ثابت قدم ہوں
 ولے جا گے تے اپنے نیں ٹلی ہوں
 محبت کجا دنا داری میں دیکھیا
 کھیا سب اس کے دھر گزریا مواحوال
 لگیا اس آئے تیوں پھرتن میں ہیں
 لگیا اس آئے تیوں پھر کر سلیمان
 بچھڑ کر گئے سویاراں آئے وو
 لیتی تدیر اس کے دفع کا پوچ
 حیا کے آسماں کی شتریا سوں
 اُسوں یوں بول نہا ہوتوں ووراجا

اچھا چند روز بارے وال ووراواں
 کنگ دن کے پچھیں فرصت جو پا کر
 کھیا اس دھن سوں یوں لے سر آزاد
 ہواگی غم بنفشہ کے غنم فتد؟
 کلی کے ناد دل کی ہے تراننگ؟
 رھیا نیں زلف کے سنبل کر تاب
 لگیا ہے تجھ کوں کسی کے درد کا تیر؟
 ترے دونیں کی دستے ہیں بایاں؟
 چلے سودل سوں اپنے مار کر آہ
 کے سبالم اور پر روشن ہے یو بات
 جونیں جس کے اچھے کاموں میں تنبول
 جونا پھرتا اچھے جس تن منے دم
 برہ میں جیو دینا بھوت آساں
 پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں
 اگرچہ شمع کے غنم جہلی ہوں
 جو طلی قائم، اس یاری میں دیکھیا
 انجو موتیاں کے اپنے ڈھال کر ڈھال
 سنی یو بات جیوں ووپاک دامن
 سنی جو اجرا بلقیس دوراں
 عجب کچھ دیس راحت کا ہے وو
 سیر لیتی اپس کے نفع کا پوچ
 کہا طوطا وویوں اس ست پھرسوں
 جو آدے گا ترے گن وو ملاجا

کہ دھرتا تھا وونقل روح کا فن
 دیکھا اس فن میں گریوں ہے تو کامل
 موی قمری کون اس کے سانس دھرت
 وہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام
 سبکی تھی جس روش سوں تیوں تھی بول
 توں کیوں منج آزما تی ہے سوا زما
 سٹی سٹتے ہیں جیوں گئی آزمانے
 سٹیا قمری میں اپنا روح دو کور
 جو خالی غیر سوں مسکن کون دیکھیا
 پکڑ کر ٹانگ قمری کی پچھاڑ یا
 خوشی ہو ریش کا لے رخت بیٹھیا
 کہ یا اظہار اپنا حال سب سوں
 لگے کرنے کون سارے تخت بوسی
 اوّل مدح و ثنا شہ کا بجالا
 گیا بد بخت وویوں ہو کے فصایع
 ہوا جیوں سلطنت کون کھوکے بال
 اسے یوں پھر پچھیا شاہ فرخ
 گنوا یا بات سوں اپنے لگیں کیوں؟
 لگا کہنے وو قصا شہ کے سامن
 وو ایسے حسن کا لیا تا عبارت

گماں آتا ہے تجرہ مج کون ہر چھن
 منجے کا ہے دیکھیا تھا وونقل
 دیکھانے گر ہنر آئے تو کا نہ
 کرے جب سوج کون نا ہوئے تیوں نام
 حرم میں نیک دن آیا سو وونقل
 اچھل پڑ کر کہیا حجت آپر آ
 موی قمری کون لیا کر دیمانے
 ہنر کا اپنے دکھلانے کے تہی زور
 وونقل اپنے اصلی تن کون دیکھیا
 تہرت جیو کون آپس کے اس میں پاڈیا
 سلیمان کے من پھر تخت بیٹھیا
 کھڑا سو دکھ سراسر کھول کر موں
 دنیا بھر کر کرے سارے عروسی
 یکا یک کئی وزیر ایسے بنے آ
 گیا شہ سوں کہ اُسے فرخندہ طالع
 جوں یک شہ بھل کو کئی عدت کے آپراں
 یوں کر بات شہ اس دھیر کر نہ
 بھولیا عورت پو و کو تاہ میں کیوں
 قصا سننے پو ہے کر شاہ کا من
 ہوا ہے عشق کا جس کون اشارت

گلشن عشق

۱۰۶۸ هـ م ۱۳۵۷ ع

نصرتی

ہو ابابت راقصہ کنور منہر کے والد کا زنا جس خوش ہو تھی جسے بن نسل حیرانی

جیسے ملک شاہی کراخت تخت تھا

کنک گیر سو تخت کا ٹھار تس

ڈوبیا تھا کنک میں کنک گیر جم

پراو لکار پر کاج پُر درد اچھے

زمین کا بی ابلے دھن اس نا تو تے

ہوا قبال اچھے بندہ در پاس جم

کیا تھا گا جھل زحل کوں سپند

ادک بدھ کے بازار کا جوہری

سدا سرخ روئی منگے اس تے دام

چندر مہر انکے تس کے شرموں گلے

تو زہرہ ہو جیوں ڈومنی جلوہ گائے

شہنشاہ سے شہر عرفان کا

جتے فن میں ہر مرد آراستہ

کہ اس دھات گنجینہ غیب اچھے

پڑے تس کے کوئے میں ایک فن

چھو لیا سو جتا پائ دل ہو ر سپاہ

پسینے میں جھلتے رہیں گے ہزار

کہا وے سورا جیاں کا سر تاج اپیں

لگیں فوج میں اوس کے سردار سے

جئے چقر دھارے تب آداب سوں

اول دور میں یک بلند بخت تھا

سہے نالو بکرم جگ ادھار تس

نہ بکرم کہ تھا وہ سحاب کرم

جواں بخت یکہ جواں مرد اچھے

پتھر ہو سنا جس پر س چھانو تے

دشیا جس کے گھر داس کی داس جم

دکھا اپنے طالع کی قدرت بلند

سعادت کے گوہر کراستری

شجاعت پر اس کے سو بہرام رام

سورج تس جلالت کی جھل سوں جلے

جب اس بزم کی چھب عروسی دکھائے

سو غواص اچھے جس گن گیاں کا

دھڑے صف میں اپنے چپ راستہ

غایت جسے رہے بے ریب اچھے

جوخالی کریں بحر پور برکی کھس

دھڑے بے گنت لشکر و پائے گاہ

مٹی ہست حلقے کے تھے بے شمار

ہو پر تم نے یک چتر راج اپیں

جئے راج بھاری بدل بھار سے

سبھا ہر صبا جب کہے داب سوں

لگا لگ کھڑے ہو رہیں ہر طرف
 جنم یک روشن خاص ہو رعام پر
 نگہبان بے گانہ ہو ر خویش کا
 گھرے گھر بچے طبل شادی تے تس
 ولے سخت محتاج تھا بن لیسر
 دھرے پن نت اس غم تے جیوں داغ
 خلف چاند سائیں سونا تب مناب
 یو تاریاں سے عالم پہ اند کار ہے
 کہے من میں یو آہ افسوس کر
 بھسم ہوئے یک دن بھر کدھ کی نار
 خدا بن نہ تھا اس کون ہراز کو
 لے نیکی دھرے بیر سوں بیر نت
 کرم کا مگر بحر تھا باج انت
 کرن مہر طبلک پہ دن کا حکم
 رہیں آن کر نور تنی کے ڈھکار
 ملیں شہ کے جب دان کارن تمام
 کرے دُرفشاں صبح شبنم کون جیوں
 تو کچھ دھوونے کاج پانی منگائے
 شریک اس کے اقبال ہو ر بخت کی
 اپن طشت ہو ر آفتابہ لے بات
 وہیں آن الوان نعمت کھلائے
 پنا کر روانہ کرے پان دے
 شہزبج آسبب گے لیوے سلام

مکر باندھ خدمت میں تس صف لہف
 دھر نہار تھا سورس ایک نظر
 دُفخش تھا ہر دل ریش کا
 نگر میں نوا کاج نت آئے دس
 دیا تھا خدا اس کون سب کچھ مگر
 دل اس کا اچھے گرج سب کچھ سوں باغ
 ابس عمر کاج ڈوبے آفتاب
 لگن بادشاہی کیڑا خور ہے
 جفا اس اندیشے کا نہ سوس کر
 اسی سوز میں کیا جنم کا چنار
 نہ دیکھے پن اس دھک کے دریا ز کو
 خدا کی کرے باٹ میں خیر نت
 سبجیں اوس کے بخشش اتھوان گنت
 کہ جب خازن شب چھپا دے دم
 تب اس شہ کے خازن مولک پار
 سدا ہر نگر کے جتے خاص و عام
 دونوں بہت سوں جوتخت ہر صبح یوں
 اتر تخت جیوں شاہ گھر بچے
 جو رانی اتھی شاہ کے تخت کی
 ادب کی ادک شرط سوں دھن سجت
 سہیلیاں تے ہو جیوں انکے کچھ دھلائے
 پچھیں کسوت خاص ادک مان دے
 تو اس وقت وہ شاہ عالی مقام

زیناڑے پاس کچھ سون ہر تن کے نیاؤ
 سرب بادشاہی کی لیوے خیر
 رچتے بھڑ پڑیاں کوں کرے سرفراز
 صبا پر صبا ہوا ہیں بے گمان
 نکل باغ شاہی جو کھل مچول ہو
 دیکھو جاں اچھے جگ میں تسیوں کرم
 نہ دیکھے تھو کوئی اس زمانے میں کاج
 جنے جگ میں یوں راست بازی لکھے
 نہ کس خیر ناجیز ہو جگ میں بس
 تو قتل پہ تسی جس ہے ثابت یقین
 عجب ہے ہمارا دل ناصبور
 جی حاجت جو موقوف اچھے وقت پر

نہدھے خلق مرہم سوں ہر دل کے گھاؤ
 دھڑے پیا نازک نت رعیت اوپر
 نوازے جسے پاسے صاحب نیاز
 کرے خلق کا باؤ ایسا رواں
 سوتب عیش میں اپنے مشغول ہو
 تو کیوں تسی یہ قائم ہے کوئی غم
 کیا تھا جو اُن حق کے کچ امر باج
 خدا تسی کوں تیوں سرفرازی لکھے
 کر دیتا ہو داتا دھنی یک کوں کس
 نہ کہتھے تسی کے مقصود دنیا و دیں
 جو پڑتا ہوا امید سوں حق کے دور
 وہ بر آئے جب اس کی ہو یک نظر

سبب فرزند ہونے کا جو یک دیش آگے پر
 اُنسی کوں شہ چلیا ڈھونڈنے مسافر ہو بیابانی

عجب حق کے تقدیر کا کام ہے
 بھلا ہے اُسے تیج سہنا بلا
 کہن ہار یو قصہ دل پذیر
 کہ یک روز وہ خسر و نیک فن
 سو کچھ ہاتھ دھونے تے فارغ ہو سب
 وہ تب نار کندن کی چوکی پر لال
 سٹیا شاہ جیوں ہاتھ نعمت کے دھیر
 لگیا شہ کوں آواز سن یو عجیب
 اندروں چھجا لڑنے کرنے سوال
 نہ کس پر عیاں تسی کے انجام ہے
 خوشی دے پھیں کر اول مبتلا
 کبھی کھول کر بات یو بے نظیر
 سخاوت تے پھر آسمے دا یم تمن
 کیا اپنی رانی تے بھو جن طلب
 دھری جرٹ کا آں بھو جن کا تھاں
 پکارا یا جھجھج تل تلک یک فقیر
 کہ باقی ہی سائل اچھوں کیا سبب
 چلیا سامنے اس دہی لے کے تھاں

کیا جیوں جو سنو کہہ ہو چک چار امیر
 کھیا شہ لیس دل میں ہے شدید کیا
 وہیں دوڑا پس کیس دھر اس چرن
 کرم سوں ہٹک آکے پھاں لگ اول
 یوشہ کے بچن سن غضب سوں شتاب
 کہ چل بیگا او چا کج چرن پرتے سیر
 بچن سن یوشہ گھر ملے پھیر کر
 گیا تھا خوش سوں جو لالہ عذار
 چنتا غم کی پرسن سوں بازی کیا
 مل انجواں کے طوٹاں میں شر شور سوں
 پھوٹیا تس طوائے سوں بدھ کا جہاز
 بڑیا فکر کے بحر کی موج میں
 بھو جنگ تس میں بے طاقتی کا پڑیا
 گیا ہوش تس بس کرے تاب میں
 دیکھت شدہ کا یو حال رانی ہو دنگ
 گراہت بچن سوں ول سا اول
 دکھانے اسے دکھتے شکہ کا کنار
 کہی سن کے لے جگ بتی نیک فن
 نکو کج اندیشے کے پڑا بخیال
 وہ درویش کوں بیگن ہڈے کوں جا
 سچ فیض بخش اس ہما کا نشان
 بکھا دیکھا اندھارا اچال امتام
 جو ہو وہ ہما صید خ دم میں

نہ لے کج بی چپ پھر چلیا وہ فقیر
 کہ نہ لے چلیا بھیک ہے عید کیا
 کھیا یوں کہ کہہ کج سوں او شاہ من
 مجھے دیکھتے پھر چلیا کیا بدل
 دیا یوں مٹھے لب سوں کڑوا جواب
 روائیں جو یوں باغ کے گھرتے نیر
 خجل ہو چلیا جیو کوں دل گیر کر
 پھر یارخ ہو سب زعفرانی نزار
 کچن زخم سوں پھوڑ تازی کیا
 اساساں کا بار اچھوٹیا زور سوں
 ڈوبیا صبر و طاقت کا سامان و ساز
 ہوا دنگ ہر موج کی فوج میں
 گلے دا طحینہ وادک بس پڑیا
 ڈوبیا جیو جا غم کے گرداب میں
 سو ہمدرد ہو دھر کے سچ کھلی ننگ
 سچ گئی یو قصہ ہوا سو سگل
 نصیحت کا تختہ سٹی بدھ بچار
 کھیا کیوں توں چپ میں ہلا کی میں من
 کمر نید ہمت سوں آپسی سنبھال
 جکج من کے مقصود سو اس نے پا
 سعادت کا جس اوچ ہے اشیان
 تردد کا سٹ جگ پہ جال امتام
 کرے شاہ مات اس دلا نام میں

چلاؤں گی میں نت ترا ملک و راج
 پھر آوے سفر کرتوں جب ہو سرس
 بجا مارتب تیرا پس بات سوں
 بولا لیوں کر بہت سوں دربا ذکر
 وہی نقش کر شاہ دل کے بھلا
 لمن جاؤں درویش سوں ہر کے بچ
 چلیا یوں وہ جوگی ہو پریش کوں
 سو کچھ کول ثابت توکل کیا
 سنگی کر لیا آہ کے دم کی ہاں
 کیا جلیں زنبیل ادک ہوش سوں
 لیا راگھنی بگ تلیں آن کر
 چلانے ہو س کی دھونی نت سگل
 بھوکا کر جگانے سنگاتی کیا
 گھنیری چکر تیز دعوات کے
 اٹل قصہ کی بہت مُتاری کیا
 لیا عہد شس خیالوں کے چیلے سنگات
 ہو خادم منگن یوت کی دان کوں
 رضا لے چلیا کام پر ہو بجد
 لٹکنے لگیا چرخ کی باؤ لگ
 جھگانے لگیا نین کے نیر تے
 پڑے پھول نازک یہ جیوں شے اوس
 نت انپاچ ایس رگت ماس کا
 دسے شیر تے جلد تر ہو سیک

توں آوے تلک عقل سوں کر علاج
 چھو تل ٹنگاتی ہوں میں یک جرس
 نشانی سوں آکر ادھی رات کوں
 سنوں میں وہ گھانٹی تے آواز اگر
 بچن نا جب عقل سوں کی ستار
 دھندلانا امیہ کر دل تے تیج
 پھرا کر سوشا ہی کرا بھیس کوں
 کنٹھا سخت محنت کا اپ گل کیا
 چڑھایا سوتن پر قناعت کی راک
 صبور کی مڈری دیا گوش کوں
 یوں راحت کی دنیا کوں مرگان کر
 لیا حرص کے بھاڑے کوں بغل
 اپس نفس میں ران کر سنگ کیا
 دھریا خوب ہتیار کر بات کے
 کمر بستہ ہمت کا بھاری کیا
 دھرن جلد ہر کام میں تیز بات
 مگر پاک نعمت کی اس کھان کوں
 کر اس دھات اپس من کے میں متد
 رکھیا سرو آزاد ہون میں بگ
 رھنے تازہ سب کھ وہ یکدھیر تے
 دھریے نرم یک یوں چھلے دکھ سنوں
 کیا توں کون بھوک پیاس کا
 سدا بھوک ہو پر پیاس کا سونک

سبک سیرالپس کرے جیوں یوں
 ہریالی پہ سوئے سٹے نس کون کاٹ
 فلک اوڑنا تو پیدر کا لحاف
 جلا گرم دل رہی ہوس کی دھونی
 جو نس دن کے پوند سوں ہو گرچہ پڑ
 رہیا سکھ ہو کاڑی ساڈن کینج
 رکھے پڑ تو کل کا کچ کول جسم
 بجاوے سنگی آہ کی دھیان دھر
 جو من بھائے تو تدا سے توت بھائے
 کرے صبر شش حلم کی دھر زبیل
 پھر آوے چکر مار دعوت کے
 چلے باٹ مشکل پڑے جاں اگر
 سٹیا باٹ کے ڈاٹ میدان تنگ
 جلیا دھیان دھر بولتا آب آب
 دیکھا بیچ بن بیچ ماراں میں جا
 ندیکھا وہ گس مار کی بھن میں من
 نہ قلمت میں پایا وہ آب حیات
 نہ دسنے لگیا آپ اپس جیو یوں
 کرے سب سے ثابت تو کل سوں پت
 لگی دھوپ سودور دیکھا بچھا
 دیکھت خوش ہو اجل کے جا اس کے دھیر
 ہوا ڈاٹ نہ ہوئے نس دن سبج
 سولکھن پنکھی مل کریں جم انند

کرن تل او پر خانوں ہو رچمن
 گھٹاوے سو گھٹ ہو گھن دن کو باٹ
 اتھی بھیں سو گھائی ہریالی غلاف
 پت نس کون دن تے پڑے جب ہوئی
 وہ محنت کا کنٹھا رکھے گل پکڑ
 ریاضت کی نت راکھ سوں مانج تن
 مناجات میں حق کے بہت کھول جم
 رکھ آسن کی راحت کون مرگان کر
 کہ اس نفس کا سگ جو پھر خوش لیا تے
 جو کئی ناسزاکوئی زبان چھوڑ ڈھیل
 سنجلی پالیات و آفات کے
 خیال لاں کے چلیاں سوں تحقیق کر
 گیا کئی ملک چھوڑ ڈھنڈ ڈھنڈا لنگ
 سو پیا سے غن دھوپ کی یا سراب
 ڈھنڈ یا ڈھنڈاں کئی سو غلاں میں جا
 نہ پایا سو وہ فعل کس کھن میں پن
 نہ لگیا پیرس تیس اجالے میں بات
 رہیا جیو با بیج گھٹ گھٹ کے تن
 ولیکن جتنی کچ کھڑی سو پت
 قضا لکھ کی ن توٹس یک بن میں جا
 دے حوض یک باغ سوں بے نظیر
 سو حنیت ہے ہر عمار سے چھاؤج
 لگے ہیں سو میوے بھرے رکھ بلند

گلاں سے چن ہر منور اچھیں
 جنم جگ جو تھے رکھ سو گلشن کے پاس
 جن پنج جو کج وہ سنگ جم اٹھے
 سو وہ دل جلیا دیکھا آرام پا
 گھڑی خوب یک واں گمیاں جگ
 سنگ بن وہ یک یار روشن ہوا
 سورج نور سول تس رہیا ہوسیا
 ڈریا شہ کہ آئی قیامت مگر
 نظر تل پڑی نور سوں جھانپنی
 تلک وہ پریاں تن سوں کسوت اوار
 کنگ وقت پرشہ جو چہر ہوش پا
 کہ موتی نکل سب صدف میں تے بھار
 یقین تب ہوا اس کوں یوں پریاں
 پچھیں دل میں اپنے یوں تحقیق کر
 پریاں نے اتار یاں سو کسوت سنگل
 کنگ وقت کو جب پریاں تیسو کر
 دیکھے ہٹا پر نہیں ہو کسوت نہیں
 یکا یک ٹھکیاں ہو رھیاں بے قرار
 تب ان سات تار یاں کوں بکھاراں
 ایس میں اپیں ہو رھیاں فگ یوں
 پریاں سخت عاجز ہو پوشاک باج
 کھیاں کون ہو توں سو کہہ بیگ بات
 اگر عیش دنیا کا ہے تیج پہ بار

سوبا سجاں سوں بن سب معطر اچھیں
 ہوئے تھے اگر بھید نس دن سوبا س
 سڈنگ مشک عنبر تے کج کم نہ تھے
 رھیا پال پر بیس دھر تھیا لوجا
 پریاں سات اونزیاں واں انگ
 رتن کھن اچالے سوں گلشن بد
 ادک تاب سوں جل گیا قرص ماہ
 کہ ساتوں ستارے پڑے دھرت پر
 چھٹی تن میں تیس ہوں سوں کانپنی
 گیاں تیر نے حوض کے جل منحصار
 اسی ہٹا رہی دیکھتا ہے بچھا
 ڈھلکتے ہیں نقرے کی تھالی منحصار
 ہو ریاں ہیں یاں تیر نے گن بھریاں
 کہ ہے ان کوں نو گھنڈ کی سج خبر
 ہلوں دست کر یار بیٹھا بعل
 دیکھیاں اپنے کیریاں طرف پھر کر
 وگر ہے تو خالی خلل تے نہیں
 کہ یو کاں تے بیٹھا ہے آدھن ہار
 سیہ کر سٹیا دھر کے غم کا گران
 کہ اب نیر تے جا سکے بھار کیوں
 چھرا رخ کوں سر چھیں دھریاں لا علاج
 ہن شرم پر چپ جو کیتا ہو گھات
 یکس کوں ہن میں سوں کو اختیار

پڑے جس پری پر ترا بول آ
 پریاں کی یوسن بات شہ دھیر کرن
 کہ نہیں آج سودھن پہ کچھ مج طلب
 فقیری معنے گرچہ یوں آج ہوں
 سرب کھ سوں مج گرچہ دل باغ تھا
 قضا للہ درویش صحرانشیں
 کرم کا سوا دل جگا چارغ
 وہ چمنے کی گفتار درویش کی
 میں آخبر ہوا اس درد سوں ماعلام
 وہ گلشن کوں پانی اپس خار کو
 ولے مج یہ لکون ادک ہوئے رنج
 تمن رہ نہائی تے انجن جو یادوں
 جو ہو تل عنایت مج اس گنج تے
 پریاں سن بچن یو گھڑی چپ بھیاں
 حکمت میں خیالوں کے قاصد تمام
 لگیاں بولنے یوں یکسی یکے دھیر
 دمنی لغمتاں کا وہی آج ہے
 چرنہ سے دندے ہو یک دل تمام
 اپس میں اپس خوب کمریوں بچار
 کہ اے شہ کچ اس بات کا غم نہ لیا
 گھڑی یک توں پھر بیس دھرم دیک
 ہمیں ہو یک وعدہ کرتیاں اب
 یک یک زلف کا تار ہر تن اتال

ہو خوشنود یوں ہمیں بات اوجھا
 لگیا بولنے یوں دندن سوں بچن
 پڑا ہے مرے سرو لے یک سبب
 ولے یک بٹے ملک کا راج ہوں
 نہ تھی نسل سو بن پڑا داغ تھا
 مری یا رگہ پاس چیل آ یقیں
 چپ آخبر گیا داغ پر دے کے داغ
 کہی تازگی پھر کہن ریش کی
 نہو خوب جان اس کے مرہم باج
 یوں ہو کے کرتا ہوں جگ تل اوپر
 جو کس کھنڈ کے کچ میں ہو وہ گنج
 تو ہو حج عیاں بے شک اس میں کائنات
 غنی ہو چھٹوں فقر کے رنج تے
 ہو ر اپنے میں آپس تصور کیاں
 رواں کر کیاں سچ اسی کا مقام
 فلا نہج بن بیج ہے سوفقیہ
 جسے جن ہو ر ایش کا راج ہے
 اسے سیوتے ہیں جنم مل تمام
 کیا شہ کے سب سائے یوں قرار
 ہمن کیسوتاں بیگ دے ویں پھرا
 لجاویں توں ماریں تلک یک پلنگ
 پھرے گا توں مقصود یا اس تے جب
 جو دیں گیاں سو حیون جتن لکھ سنبھال

جلد بیچ میں سب ہم ٹھانوسوں
 سلامت ترے ٹھارا پڑ آئیں گیاں
 پھرادی وہ سکوت وہ تاراں کے بات
 تلک وہ پریاں کسوتاں سوں سحر
 وہاں تے ہوا میں چلیاں وہ پریاں
 یقین وہم پریش دستی کیاں
 اپیں ہو رھیاں غیب اس بن منجھار
 جہاں پروری جس سزاوار ہے
 دکھایا وہ ویسے کی صورت کا ٹھانو

صفت درویش روشن دل کی ہو اس کی غایت کی
 ہو ر آوے شاہ لگ فن سوں چلائے راج سورانی

کرنے فن کی یوں برسوں شیریں تریاں
 وہ پایا اسی سرتے تن من میں جیوں
 وہ درویش سرمست کامست بن
 سنوار یا تھا باغ کی بزم کوں
 طبق سبز میں جام جیوں مئے بھلے
 وہ لبریز تھا جام تے ش شراب
 متی ہو کے جھلٹے اٹھے ات بے خبر
 کو پیاں جین کیاں لے پھریاں رنگ رنگ
 رکھے بزم مئے بھر ہو ساقی صبا
 کناں ہو کے مستی سوں رنگیں عذرا
 عرق بیچ رھیں عرق مدوش ہو
 نگاراں ڈولیں مست پھل ڈال کیاں

وہ تاراں ملا سب ہم ٹانوں سوں
 تو نے حب کی آت سوز دھرائیں گیاں
 سنیا سونگی شہ کوں یوں خوب بات
 وہیں پھر کے بیٹھیاں اکھیاں موند کر
 ابیں گرد ہوش کو میاں نے دھریاں
 نہ کیں فکر سے پل کی بستی کیاں
 اوتار اُس کوں درویش سستی کے ٹھار
 عجب جگ کا خالق سکت دار ہے
 کہ جس کام کا نہیں سمجھتا سونا نو

ہنرمند اس باغ کا باغیاں
 گیاں چھوڑ وہ شہ پریاں شہ کوں جیوں
 دسیا جب نظارہ کیا جو کدھن
 مگر جگ تے گوشہ پکڑ عزم سوں
 سہیں حوض پر ہر جن میں ہرے
 بھتا تھا نہ چمنائیں چو گرد آب
 وہی ہو ہر یک لکھ کے تن میں اثر
 سہاویں کلیاں یوں کنول کیا سرنگ
 پیالیاں سوں خوش چنپی جا بجا
 دیکھت مئے وہ تر گس من نکھ پیار
 کریں خارا پس عشق کا جوش ہو
 لٹاں چھوڑ سنبل کے خوش بال کیاں

کلیاں پر ٹھنڈا نیرسٹ چھب سوں ویں
 کرے بزم کوں تازہ پھرے درنگ
 ہو عطر بپون برگ کا دف بجائے
 سو سرخاں دیویں کیخو سرخوش گلا
 خوش آواز گنجشک مل چھب سوں سب
 لگیں ناچنے مور ہو بے خبر
 ہو ادھر کیوتر کولائیاں میں آئے
 ادک خاتیاں کے دلاں ہو کے چاک
 بہار ہر جنس کے جانور
 پرندے درندے چرندے تمام
 ہوئے خود اچھیں حال خود میں عجب
 زبے طبع کا صاف درویش تھا
 کرن زندگانی کی راحت آنج
 محبت کا جم تن کوں جڑوا شراب
 موجد ہوئے یک نہ جانے دو جا
 یکٹ دھیان کی دھن پہ خوش آن دست
 جگا کر اپس شمع سے نور کوں
 توہر صبح و پر ہلاتا نکل
 دھراپ من کے منکے پھرات میں
 تل یک فصل و درسن تے پڑے تہ بعد
 خوش یک حال میں رہ کے نس دن نہٹ
 سچیں کاں اسے جگ کی پر دالے اچھے
 سب اس بزم کا بھاؤ خاطر میں آج

ہنسا تس مکر او نیند یاں کے تیں
 دھرے جشن میں سرے خوش راگ رنگ
 پیہا و کوئل نول تان او چائے
 کوں گوک کوک کے دلاں ملتا
 کلیاں کے خیمے رنگ ہر رکھ کوں تب
 کریں حال لوٹن نکل رقص پر
 پراں جوڑ تالیاں سوں دستک گل
 اچاویں ہر یک دم وصت کی پاک
 ہر یک بھانت کر نقل شیریں ثمر
 چہ بن کا مئے خانہ جن کا مقام
 سوہر تن وہ درویش کا لکھاداب
 رہ راست میں جس قدم پیش اتھا
 اتھا سچ سنگار بے شک کی سچ
 دیا تھا جہنم من کوں مستی سوں تاب
 کہیں بلحد اس جن جو دو جا یو جا
 اتھا گنج خلوت کی عشرت میں مست
 رکھا تھا سو پرواز کر سور کوں
 پڑ نہار تھا تس نظارے میں جل
 رکھا تھا لباب راز کی بات میں
 اتھے من من دل کے چک دھن صند
 ہوئے غم اتھا جگ کے دھندے کوں سٹ
 جینے خط میں معشوق کوں پالے
 ادب سوں چلیا پیش مجلس پچھان

سو کر تیج تس یزم پرتے گون
 اُنکنتا اُنکنتا جل صف بصف
 یقین سر و آزاد کا دھر کے بات
 یون نیس کی سے کا تن میں اثر
 گیا بھول آپس کون ایس دھیان یوں
 دل اس کا صفا اپنا در پن کیا
 ہو قطرہ پڑ اس صاف دریا منہار
 سمج پن وہ درویش روشن ضمیر
 ہر یک روز محشر کے دن تے کٹھن
 ہوئی دیکھئی شہ تے خدمت عیاں
 لگیاں بولنے یوں کہ لے شہ فقیر
 یک اوتار پھل ہو سوا س کے اوپر
 بڑی لگا اوپر تے یوں رہ ہت پسار
 چھیں جمع دھر کر توکل پہ دل
 نہیں شک جو ہو فیض پروردگار
 یوسن بات کو شاہ سرتے سرن
 لیا ریا سوہت آپڑیا تس منہار
 نکل یزم تے بن کیسری بھار
 معشر سو وہ زلف کے تار کون
 نکلی آکے حاضر ہو یاں شاہ کن
 کنگ گیار کانن سو بے جان تھا
 مسما غن اس کے تن میں پریاں
 سخواب یک شہ کی رانی کی بات

وہ درویش کون دیکھ کیتا سرن
 مل اس خادماں میں ریا یک طرف
 کیا قاتمی جوڑ چھاتی پہ بات
 ہو سرت ڈولتا رھیائے خبر
 اوٹھیا جھوتے ہت دھو کے ان ان سوں
 ایس ٹھاکرت تس میں رہنے دیا
 مدد میں پیسے کی کیا بستی ٹھار
 ستم کی کیا کہ نہ دیکھ اس کے دھر
 ہو گئے جو چھ ماس یوں رات دن
 تب یک دن وہ درویش ہو مہرباں
 تھے سر پہ ہو رکھ سو دیکھ اس کے دھر
 توں کر تیج تس پر طلب کی نظر
 وہی لے کے اپنے منکر کون سدھار
 کر اس خرچ یک ٹھار رانی سوں مل
 تیج امید کے کرکھ کون آوے تو یار
 پھر یاواں تے ہو رکھ پر رکھیا نیکن
 بجالیا بہت شکر پروردگار
 تب یک ٹھار تے ڈھونڈ کر آگ لیا
 چلاتے وہ ساتوں یریاں ٹھار سوں
 پھر یاں شاہ کون لے وانچ تے دھر یوں
 ہلاکی میں بڑجگ پریشان تھا
 پھر یک دم میں لالچ سرتے بھریاں
 چلتی وہ کیوں ملکے کر کے گھات

جس ٹانگہ سی رات یک بام پر
 کری یوں نگو میں خبر آشکار
 بحین بول سکتا نہیں ہو کے متد
 بتنگ آئے دیکھے تو کسی کا درس
 پریشاں ہوئے سبکے من جیوں یوں
 جو تھے جگ میں نامی حکیمان بلالے
 دکھانے لگے سب مل اپنے سینہ
 اتارے سٹانے لگے بے قیاس
 حیلانے فقیلے طلسمات کے
 دیوین بھیج سب بی وہ رانی کے پاس
 وہ سبارواں رکھ کے یک ٹھارنت
 ہر یک بھانت ہر روز دیوے جواب
 اپنی سبے رنجور اچھے مشہ سبب
 پڑے نس تو ہر شب انگلی لچھے
 بھرے دکھ کے چھایاں میں چند سوگال
 ہوارنگ دھرعین چیند رکاتن
 ستارے کرے رہنا نین نت
 برس بعد یک آئی فرخ زین
 چھچھے پریشانی کی گھانٹا بجا
 رکھیا تھا چھپا کر جو تیر و حمان
 حیلایا سگا تیر تس گھانٹ پر
 جس کی زبان تے صدا سن اپار
 سویا شہ کے درپن کی نعمت برس

کہ جس رات وہ شاہ کیتا سفر
 محل بیچ پردے بندھا ٹھاکے ٹھار
 ہوا سہ یکا یک جو شہ درمستد
 سدا دھیان یکٹ پن کا دھرتا پس
 جب ارکان دولت سنے یو یکن
 اسی وقت ہر ٹھار قاصد بٹھلے
 جیتے جاں جو سی بی سن آئے کر
 منتر ہو رختروں سچ س کی راس
 دیوین بھیج لکھ کاں سو دعوات کے
 حکیمان بی کردارواں خوب راس
 ولے دھن وہ تعویذ و طومارنت
 دکھا در دکا طبع کوں بیچ و تاب
 صبح جگ تو یو غم نہ سہ کیا عجب
 وہ کئی دن تو یوں چک اسوں دنگ لچھے
 ہوارنگ دجوا تھا سور لال
 اٹھا لکھ سو سورج کے درپن نمن
 برہ کی جلن باٹ ہر رین نک
 بیت تھی اسی دھات رانی پہ پن
 خدا کے کرم سوں وہ پھر شاہ آ
 جو یک ٹھار جاتی تیراں کرنشاں
 اسی ٹھار شہ آگماں چاق کر
 جو رانی اٹھی سال کی روزہ در
 چل آپی کھولا در ہوئی سیر بس

سیرہ کی قیامت کی گھڑات عذاب
 بکٹ باٹ کا لگ انکے پل صراط
 بلایاں کی جاسخت دوزخ میں پڑ
 نورانا تن اس کا جو تھا عین ماہ
 سو ہونے میں تیس پر خدا کا کرم
 دی بھو مان مل چھب کی گت سے اسے
 دھرن جنت عیش کے کام میں
 لباس گدا کی کو کرتے دور
 پنا کیسوت تازہ تن کے منجمار
 سنوارا پیس کھولی نہ لگ موج نہیں
 لے بھو صدق سوں ناؤں کرتار کا
 دو تیل وہ امید سوں بانٹ کر
 جو حق گن نول شہ میں نیسان کا
 جو بادل خوشی کا مدن رت سوں بھر
 خدا کا کرم ہو کے تب بے شمار
 نول سیج پر یا کے رنگ رس گھنے
 جو کچ کام اول سے آخر گھٹایا
 دیکھت لہجہ ادک شہ کے ہرین میں
 کیا شاہ نے جب وہ قصہ تمام
 ترے پر بی کیا تھا سوا حال بول
 کہ حج بن اٹھا کیوں یوا حال جگ
 بچن سن کے وہ نار گنیمہ من
 کرن قصہ اظہار نس لہج کا

گنہ کار خمتاں تے ہوئے حساب
 نچل سک تل یک عقل کا احتیاط
 ادک دھوپ کی آگ میں جاسیئر
 ہوا تھا وہ دیو رشب تے سیاہ
 وہ رانی ملک طبع فرخ قدم
 پکر پرت نکال اس پیت تے اسے
 لجا حومن کو تر سے حمام میں
 ڈھلا آنگ تس تن گرے رشک سر
 لجاں آرم سار مندھر سنوار
 پھر آپس ملی ہو کے جیوں حور عین
 نکالیا وہ شہ سیوہ اوتار کا
 کیے خرچ سکھ سیج پر نار و نر
 ہو ر اس نار میں بحر عمان کا
 برستے وہ گنیمہ دریا اوسیر
 جیا در مبارک مدت کے منجمار
 لگے تب یکس حال یک پوچھنے
 وہ سب کھول شہ سرتے قصہ پڑھیا
 لے آئے لگی نیر پیس نہیں میں
 گلیا پوچھنے بھر کہ اے نیک نام
 چھپا گنج نکوراز کا گنج کھول
 چلیا ہو یو کیوں راج کہہ آج لگ
 لگی بو لئے کھول اپنا بی فن
 کھلے درتداوی کرے گنج کا

بھونگ سا لیس دھن کا قعر دراز
ہوا دنگ بے ہوش ادک لگ عجب
دیا اتنے سوں چھاتی لگا
سوں سکھ سوں کر دکھ فراموش تباہ

نکالے سوئس در کون کرتیچ باز
دیکھت زہرا لودہ شہ قعر سب
تردد پہ اس کے بیٹھا مرجھا
پتے مل دونوں حظ سوں پھر جا ہی

بیان مجلس آرائی و آنا تحت پرشہ کا

وہ شہ کون دیکھتے ہوئی سو جگت کی باتیں مہلانی

نکالیا جو کچن کی جیب تم تے کوک
ہوا ریز عالم میں چوندھیر سب
بھریا شش جہت سرتے کچن کا نیر
زرافشان کسوت تے پکڑا جھلک
دھرے سد جو مخمور تھے رین کے
نیچے شہ کے دربار طبل و ڈول
کہ شہ خوب ہو آج لیتا ہے نیر
ہوا سرتے عالم پہ یک روز عید
گھرے گھر ہو یاں مستعد نعمتاں
ملے سبھے ہو پڑے صف بصف
کہ جیو ہر خوسے تن میں سرتے بھرے
محلے محل خوش آرایش کرائے
دکھائے زنگارنگ گلشن چھل
پڑیں تیس ادیر تو رہیں سد بسیار
دما سے لگے گا چنے سا جتنے
لگے بانٹنے لاد راج ات بلی

صبا شرق کے پال کے پل تے تھوکی
البتا نکلی نور کا نیر تب
تہی تھا سو یو جگ کا حوض غدیر
سیا ہی کو چھاتی تے دھوا نلک
کواڑاں کھلے خلق کی نین کے
ہوا سو صبا سن یو مژدہ نول
ہوئی بات مشہور یوں خلق دیہر
سنی سو خبر یو خوشی کی سعید
تنے تن پہ ہو تپے نوئے کسوتاں
خوشی کے ہوئے بانگ چاروں طرف
مگر یو خوشی عیسوی فن کرے
بے عالم کون ارکان دولت سب آئے
بچھانے بچھا جا بجا ہر محل
عینور چاک کے جیوں پر یلک کی پیار
ہر یک جنس با جے لگے با جتنے
شکر شکر کی خلق کون ہر گلی

ہوا انجمن جگتے جب زیب دار
 فہنے ہو رہے دیکھتے رشتہ کا بکھ
 جو تھے روزہ سب درسیاں کے مین
 کرن شاہ نظارہ ہر یک سب
 خوشیاں سو بٹے ڈھال ہو گچ متی
 بھڑے سنگ سنگ کا وہ ہمدست ہو
 کیو تر کیے بازی گازیار سوں
 جکج جس منے تھا سو کال ہر
 پچھیں شاہ عالی نظر بے گمان
 جڑت ہو جواہر ترنگ ہو رہتی
 وہ کان دولت جو ہمدرد تھے
 وتیاں کوں ہی شہرے تو کر سرفراز
 چلے دل جو نہ سہ کے غم کا زوال
 وہ پا چھاؤ مشہ کے کرم کی ایار
 کہ یار ب بلند چرخ تے بے نظیر
 کہ سر سبز ہو جم یو رکھ نام دار
 کہو کوئی بی دیکھیا جو داتا ر پاس
 جینے صدقے حق سوں حاجت دھرے

بیاں شہزادہ پنجا سوہاس کا ناتو نہر رکھ
 جنم کا لکھ پتر دیتے جو طالع کھول کر گیانی

نکالیا ہو اس دھات در عدن
 بدھیا وہ مگر بحر میں چھب کی تو کی

دراقتان غواص بحر سخن
 جو خوبی سوں پوئے بھرے ماس نو

بیکھا شاہ تب آ کے مجلس منجھار
 کیے جیو بلبل ادک پا کے سکھ
 ہوئے میر سمجھے کہ ہے عید اپن
 تما شیخ ہونے لگے ات عجب
 کیس یک سوں جھو جن لگے اپ سستی
 ہرن چھٹ چیتیاں پر پڑے مت ہو
 پیسے جوت سورج کے پرواز سوں
 رجھائے دکھا شاہ کوں سر سہر
 کیا جگ یہ سورج غن درشاں
 ادک جگ یہ بخشش کیا جگ بی
 جو اس دکھ کی گرمی سوں دل سرد تھے
 گھنے ملک دھن دے کیا بے نیاز
 زمانے تے تھے سو پریشان حال
 متکے حق سنے یوں دعا ہت پیار
 توں اس رکھ یہ بھیج اپنی رحمت کانیر
 دھرے زندگانی کا خوش میوہ بار
 منگیا ہونے ان نیں پروا ہے آس
 وہ بے شک رواں سب وہ مطلبے

سعادت کا ہو وقت غمناض جیب
 قبیلے پہ سب شادمانی ہوئی
 ملیا خمیل خانہ وہ رانی کے پاس
 اوتھج کی گھڑی بوجھنے تیں تول
 ہوئی دائی حاضر تول دھت کی
 جو تر بیع و تسلیم کے گھرا تھے
 گلن سعادتاریاں کی تاثیر سوں
 جو تھے خنس اکبر سو وہ بے گماں
 اپس تخت چڑھ دھڑ خرف آفتاب
 اسی تیج پاکسوتاں بے بدل
 نو لیا رنگ آمیز ہنگام بھیج
 حبادر بی ہر جنس ہر مٹھار میں
 سو ویسے سعادت بھرے وقت پر
 سمجھنے منجہم گھڑی وہ سرس
 بجایاں برس جلد اسی وقت سب
 سکیاں دیکھتے اس نول سور کیوں
 کیا نور تند جگ میں ایسا جھلک
 کتے وقت کوں جیب دکھیاں ہوش پا
 خوشی کی خبر جیوں کہ شہ پاس آئی
 اپیں اٹھ کے آدیکھ اُس سور کوں
 ہوئی ریزکیوں دائی پر نور تن
 کیا سکھ وطن واں عزیزاں کی سار
 دامے یو شادی کے گا جن لگے

نکائن منگیا جگ میں گو ہر عجب
 زمانے پہ پھر نوجوانی ہوئی
 سکل چاو کرنے لگے بے قیاس
 منجہم ہوئے بھار حاضر سکل
 سہرور سعادت بھرے بات کی
 ستارے و ہاں سعد سب بھرا تھے
 ہوا تھا ادک لوح تکسیر سوں
 ہوئے سعد با سعادت کا قراں
 جگت پر کیا تھا کرم بے حساب
 ہوئے تھے سکل جلدہ گر کوہ و تل
 بچھایا تھا بھیس پہ بھولا کا تیج
 گمیں رقص و نغمے سوں گلزار میں
 تولد ہوا شاہ گھر کنور
 سہیلیاں جو جیتیاں اٹھیاں دھڑ میں
 لیے لکھ منجہم اسی بل کوں تب
 انکھیاں سب کی مویاں گیاں سور میں
 رخصت ہو کے ظلمات چو تھا ملک
 سٹیں کر کے جیو کے رتن رونما
 چھو گیا خوش ہو یوں تن میں کونہ مائی
 دیا روشن نین کے نور کوں
 جو اُس کن منگیا کھول دامن گلن
 گیا دکھ سو دندیاں نمن جگتے بھار
 ہر یک بھانت باجے بی با جن لگے

گنایا بڑی میزبانی یو شاہ
 ہوا عید نوروز پھر یک نوا
 بلایا انکے سب میاں کی صف
 جسے حل اٹھا زچ و پستک پران
 رکھو شاہ زادے کا یک سعد نانو
 رکھیا نانو اسی کا سو منہ کنور
 ہوا خوش سچ بخت میں بے مثال
 شہ یک حیت رکا ہو نہارا دسیا
 دیو ی کے رعیت غن باج سب
 پھر آوے فلک تیں جو کچ پھر سوں
 اُبر سے نہ حال یک رتی جو رمیں
 نہ جڑ لھو خاک بی دھڑ کے کوئی لگن
 بھتے نیر پر کوئی جیں جبین
 نکر سی بہم کچ بی قس امر بن
 لگائے سو چودہ رتن پھر کے مت
 بن اس سرور میں آیا اٹل ایک خطر
 خطر ہونے بار ایت اس پاس ہو
 چلے اڑ کے یو باغ شاہی تھیں
 جھو لینگے خوش اس روپ برکتی بھنور
 پھر آوینگے اس گل کون گملا کے حال
 پھر آوے ہو پروردہ اس بن کے دھر
 کریگی سو پر حال اسے مبتلا
 یو باد خزان پا، ہو ا خار زر

شکر بانٹ کر شکر دی بارگاہ
 ہر یک خلق پانے تے عیش و ہوا
 پچھیں شاہ پھر آ کے مجلس طرف
 جو سرسرس میں جس نا تو تھا گن نہاں
 کیا خوب تر دھر الپس من کوں ٹھانوں
 پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر
 پچھیں اس کے طالع دکھا کر خیال
 قوی بخت کا تس ستارہ دسیا
 جسے مان نو کھنڈ کے راج سب
 کر گیا جہاں زیر شمشیر سوں
 خوش اس کی عدالت کی سوری دور میں
 نہ اس امر تے بھاس سکے پون
 نہ دیکھینگے تس ظلم سیتے کرھیں
 کریگی زباں قید اپنی آگین
 نہر کا تو ڈر یا وہ سچ آئے ہت
 اٹھا گرچہ بے مثل پون بخت ور
 کہ چودہ برس دس پہ یک ماس ہو
 او جاوے بلا کے جو خطرات ٹھوں
 پھر لگا سو بیجاں سوں کئی ملک پر
 پڑینگے گھنیری بیت کے زوال
 سلامت وے سب کے ہاتھ تے پھیر
 ویکن سو ہے لادوا یو بلا
 منجم یہ جو عین تھا نو بہار

سو ہو تیج احوال اس کا تغیر
کہ اے گن ندھاں اب کناج سوں لک
وہی شہ کو تسلیم کر گن ندھاں
ملک بخت کی اس کے سنا تھا جس
وہ جب آ کے انہرے خطر کے بچن
محاس میں تھا تب حکیمان کا صف
کھیا کیا ہے دنیا سے وہ بلا
حکیمان اپس من میں خو ہیں بچار
کہیا شاہ پھر یوں کہ اے خوش مقال
جو ہے یک سہاس پر خطر کا برس
کچھ تب حکیمان کہ کئی دھات ہیں
اول سب میں ہے خو برویاں کا سنگ
کبت عاشقانہ بی لے آئے عشق
بھی ایسے کی دھات کر قید آج
حکیمان کیے سواد اُنہرے کے چھند
کھیا یوں لکھوں کہ کہ جگ تے نہراں
جیہ ایسی لک بھیت ہوئی نہ پوش
محاس کوں یک دہرتے کے سر فراز

یو چھیا شاہ دھال دیکھاں کو دھیر
یکا یک بچے کیا دسیا سکھ میں دگ
جو طالع میں نکلا سو کیتا بیان
اُس سنگ چڑھتا دسیا رنگ رسا
مکدر ہوا و بچ شہ کا بی من
نرہ سک یو چھیا دیکھ ان کی طرف
دعائیں جو کوئی اس سوں ہو متلا
سو وہ عشق ہے کر کئے سب قرار
کہ کھیا جائے کس فن سوں بی یو بھال
وہ ہر کیوں توں بی سرتے ملتا یوس
نیاتے سو وہ عشق کی ذات ہیں
خوش آواز خوش رقص خوش لاگ لگ
رنگ آمیز ہر جنس سر جائے عشق
رکھیا تو یو عقل کا ہے علل
کیا شاہ ہر یک بچن وہ پسند
نہ دیکھ کہ صیغ خواب میں آسمان
تو کاں کر سکے عشق تس من میں پوش
کیا اس تردد کیسری درکوں باز

بیان او جلا سنوارے محل جاں اکھ منہر کوں

لگے تھے پر قدس کرنے بلاتے کر نگہبانی

کھیا ہے سخن صافیوں پر محل
چھپا پالنے اپنے پوت کوں

سن ہار خوش طرح یو بے بدل
منگیا شاہ جیل ککلت سوں

بندھانے محل صاف خوش طرح کا
 بلایا وہ گل کار کل کارواں
 ہنرمند فریاد سے سنگ تراش
 لیے خشت ہو رگج کوں چونے کی ٹھال
 اگر ہو چندن کا جو بیٹہ پاک
 بنا کاخ فرخ گھڑی بوج کر
 بندے پیشہ و زرخوش خوشیاں سن ہم
 جھجے کھن کے منڈوے بلند مد لکن
 چینی چوتھے صحن میں سجایے
 پسا صاف الماس موتی ملا
 جلا خوب پا جیوں وہ روشن ہوا
 دے دن کے پر تو تھے توں تمام
 لگے نیس کوں یوں عکس ماہ و فلک
 بناتے وہ جیوں آرسی سا محل
 پلنگن رکھے جڑ الماس کے
 صریاں و کرسیاں دھڑے ٹھاٹھا
 صفا سچ ہر یک جو حق و لقریب
 پلنگ پوش اندھیا رپاں پرے تمام
 لہو اسیاں صفا صاف تکیے عمد
 جیسے شمع فانوس اس میں انوب
 دھڑے طرف ہر یک جلانے کون شام
 دھڑے نور پر نور ہر ٹھاٹھا صاف
 لگن کی نشانی بی جانے کون چھپ

گنت گاہ و عشاق ادک فرخ کا
 بڑای بڑای کی صنعت گران
 دھڑن ہاراپس فنی میں شیریں تلاش
 زواد و صدف ہو ر بلور آپ دار
 پتھر تس میں بلور کے تاب ناگ
 ہٹے بانٹ بحر رنگ خوش صحن پر
 طلبیاں کی مٹی دھر ہمارا نام
 سفید آگینہ ڈھلائے سنگ
 گلاباں کے گل کے سجے چونکے
 گلاباں کے ہو دیے یوں جلا
 چندر سور کا عین درپن ہوا
 لگن ہو ر سوچ تس میں جیوں ہم کام
 چلیں بھر میں جیوں جہاں یک ڈھلک
 صفا صدر تس میں کئے بے بدل
 بہات اس گل بیج اکاش کے
 ڈولارے منڈوے لگے زیب دار
 پر تو کی ٹھالیاں سوں تھا ان کون زیب
 و تیاں کون ہی اچلے قما تھاں پر کام
 اچھے لوٹو پالشت اچھے بے عدد
 بلند عود سوزاں و پیری سٹرب
 شفاف و بلوریں و سینما تمام
 بن اویج کون رنگ نہ تھا بے خلاف
 دیے جو ر لگن بھر کے اچلے منڈپ

دیے شایزادے کوں تیریاں مقام
 سو اس پاس جانے کوں ہویں فاپوش
 امونک رتن صاف تس میں دے
 لگے پالنے نت بہت چاؤ سوں
 دھڑے پہلے چندر تے چڑتے کلا
 سدا سیونے تیں محوسی بنی
 لمیں ناں تلک چکدہ ان پان کوں
 کرین خلق پر روز گوہر نثار
 سوہونے میں لیاے معلم کے پاس
 ہر یکہ موج تس فوج گن گیان کا
 دھڑا س من کی سیپی میں مکر دکھائے
 ہوا خط بنی مشہور تس بات کا
 ہوا اور سادہ میں مستم تے ور
 اپنی لکھ لکھ بھار جھنجن ہوا
 پو عالم میں ہوتا سو کیا بکرواؤ
 کیا پر ورش ات چھپے جھند سوں
 سو بھیا بھول انیری یکا یکہ رات
 پھرا کون کرتا ہے تدبیر سوں

سنوارا گیا جب محل یوں تمام
 اچھے سو جگہ سے زربانی پوش
 جو بہرست شہزادہ کارن کیے
 چھپا رکھ کے بھل بھانک کے باؤ سوں
 ہر یک دن صفا نور تس نرملا
 ہو ماں یا پ تس سور کے درستی
 نہ دیکھے لگ سس حسن کی بھان کوں
 ہر یک دن کا کر شکر پروردگار
 برس چار پر چار دن چار ماس
 کنور تھا نیٹ بحس عرفان کا
 کہ جس علم کے ابرتے بوند آئے
 کیا علم تحصیل ہر بھانت کا
 لکھیا سب بی ترکش نبی کے ہنر
 سو ہر یک ہنر میں سپورن ہوا
 پن یک تل نہ تھا فہم دنیا کا بھاؤ
 سدا شاہ یوں گرچہ فرزند کوں
 جو نکلے تھے پن اس کے طالع میں گھات
 جو کچ حکم نازل ہے تقدیر سوں

نشہ کی کنگش ہے وزیراں سول چنجا راں لے دیک
کئے فوجاں جو غنیاں پوتعین ہم سوں امل

ادک حسن میں رشک نوروز تھا
ہوا تھا زمین و زمان نو جوان
دیئے تھے سچا ہو پھر زندگی
کرے تھے ہرے تن پر کسوت دھن
سنواریا ہرک بن کی محبوب ادیک
دیں آدے نظر میں اودیکھے تو یوں
تکٹ کے کنارے کا والا حریا
ہر ایک پھول بست بینی امول
ہندی حیدر ریاں کا سبزہ جوڑا
ڈبل تے نیفٹے کی پینی انجسن
دسیا نقطہ تس دانت چھلنی کا خال
کل اورنگ کاری ہے یا قوت کے
ٹیلایا چ دیا قوت کا خوش نظر
رہے باولیاں ہو کر نیچے ڈھلک
چنبے اُن کھلے کالکے در ہوئے
کنوں ہوئے بل کڑی میں کے لال
مکٹ مال ارکند کے غنیاں کے جیل
گل چاند صاف آئینہ تاب دار
چوا پھولسری کا چہ راج ہوا
کریں تازی سر و خوش لاف بد

جو یک روز فرختہ نہ فیروز تھا
یک یک روپ لے دھرت ہوا کساں
ہوا دیکہ گلشن میں پتر مردگی
قبا ابر کی پر میں پین گلگن
صبا کر کہ مشاطہ گی خوب ادیک
صفا کا لوے بن کی چونہ پھر جیوں
کہ پینی ہے محبوب رنگ رس بھریا
زمیں لے کہ گلشن کے مورچکوں کھول
چن مانگ سنبل پٹیاں میں چھوڑا
کرے نیل شبنم کوں کر مکہ منجن
دیا سب کو رنگ پاں کا لالہ لال
ہوے سیونتی سیس پھول روتکے
دسیا زعیب و خوبی سوں ماتھے پر
دیس پھول سرے کے جھلکے الگ
کرن پھول خوش گل قلعہ ہوئے
گل افتال جرأت کے ہیں جھال
جو بن پر کی حالی دے جیو کی بیل
رہا ہو درسی دیکھتے بار بار
طرح پاں کا پھول فالج ہوا
بانے مسدنگ بن میں خواباں کے قد

گلاں سوں تو یوں جلوہ کریں اینک
 سیہ ابر ہو نور برسیا سوتند
 جودا کان کے خوش رنگیلے دسیں
 ہوا حقہ لعل ہر یکہ انار
 بھریا کوزہ ہر آنب کا نیرسات
 لبالب دسے جام میں خوش گلاب
 ہوتے شالواں شربت کی کم کمی
 پچھل جل میں شادو کے کھرائی تھنڈی
 جھنسی طرفہ صندوق ہے خانہ دار
 کلیاں پردہ کھیں انہی القان سوں بند
 جو بن پر ہو س کر خفیاں چنیداں
 ہر یک موز کی پھاگ پیچے پر ہوڑ
 توش ہو رشیریں جو خوک دسے
 بنے دیک بن کے بنے خوب دیات
 زہے شہ کا خلوت سر اول نشیں
 جند رچہ بچا ہر چین صد لگن
 شہنشاہ نش ہٹار فرما کر صدر
 دیکھت تخت پر شہ کون خوش سار سوں
 دل و جاں سوں غل غل کے شادابی
 کھڑا اندہ اقبال پوشہ کے پاس
 قلک دوڑنے شاہ کے حکم میں
 کہتے آ کے عبر حضور کی تمام
 درستہ کھڑے صف بہت آدیر

رکھے تھے جی خوب میویاں تے انگ
 ہوئے سیب سے صاف پانی کا ٹنڈ
 مسور قندیلوں کے جھیلے دسیں
 دسیں جامنیاں عقد نسیم کے سار
 جوئے یہاں ہن بھا کہ آب حیات
 ٹیکتا ہے انجیر سوں شہد ناب
 لبان نرم کھرائی تے نسرنی جی
 جھپٹے جوں کہ امرت دہی کی ہنڈی
 بھر یا میوہ ہر خانہ بھر دل بہار
 ہر یک مارنگی کے چھبیلیاں تے گند
 دیکھیں رک کو چوٹی میں امرت پھولا
 دیکھیں دسیں ایاں انکلیاں جوڑ
 ہرا بروے خوب بے شک دسے
 منگے شاہ گنتے کوں خلوت سنگات
 گلستاں سوں ہے صدر مغل زمین
 رنگا رنگ تارے دسیں پھول بن
 لگن کار تھے تس نشین کوں قدر
 بڑھا دایکھی گاتے آواز سوں
 نظر ہو رنج سوں لیا رنگ دسی
 کرے خدمت آج بھی ہو کہ داس
 کھڑا کھنڈیاں سوں مگر بند اپن
 کھڑے خرمی ہو دھر اپنے مقام
 نئے مت گچ ہوڑ کہتے نہ شیر

جگوئی تھے سو مخصوص درگاہ کے
 کہن پرورد و برائے نو خواستہ
 یک یک آصف دھڑ والہ لقب
 ہر یک بوعلی خوب تدبیر میں
 سرب پائے سو تربیت شاہ سوں
 کنگ وقت کوں شاہ و ملک دکن
 ہوئے دور نا حراماں تب تمام
 ہر یک مرد مخصوص احصا کا
 اسطوائے دوراں چہ کہنا جسے
 سیسے بات جس حل عقد شہی
 زہے رائے زن رائے سولے مد
 بڑا دور ہیں چشم خورشید کا
 دیو تھار کر عقل سوں بے تفاق
 یقیناً آئے جس عہد پر ساؤ چور
 حق آگاہ و حق ہیں ادھر حق پسند
 اچھے نیک نفسی جم اس جیو سوں ملی
 سکت جس دیکھے دل کو آرام بخش
 سپہر سخا بہر نفس و کرم
 جم اس ابر بخشش کو باری زندگی
 فضیلت کے تن کا ہے جیو جس کی ذات
 طبیعت تے جس بات میں رس بھرے
 کھڑک جس کے ہست جس کا فرمان ہے
 کیا رہ پر جس صدق سوں دل کے دھانوں

ہوئے مجلس شاہ جسم جامکے
 ہر یک فن میں ہر مرد کار راستہ
 زمانے کا لقمان و عالی نسب
 نہ بوڑ جہر ان کی تقریر میں
 سب ایڑے سوشہ بہت تے جم جاگوں
 کتے خاص خلوت کے حوش انجمن
 رہے ملک کوں دین بار انتظام
 وہی پیش خدمت میں شہ کے ہوا
 تو او عین عبدالمحمد سے
 سکت ملک کوں جس کی کارا گہی
 یوں پرند نہار حکمت سوں سد
 ادکھ نکلتے داں جام جمشید کا
 کیو تر میں ہو رہا زمیں اتفاق
 دیوے عقل و شکر سوں شاہی کوں زلف
 عقیدت منش شہ سوں خلاص مند
 نظر میں امانت دیانت میں دل
 سخن نامراداں کوں نت کام بخش
 دے سے بگردل موج تس کفت ہے جم
 دیوے علم کے باغ کوں زندگی
 ہر یک علم کوں ذہن تس کا حیات
 من امریت شیریں سخن بول کے
 ترنگ پاس تس ملک میداں ہے
 کر یا اپنا ناموس رکھ شہ کا ناموں

اسی صنف میں تھا آصف نامدار
حکومت وزیر شہر کامراں
کہ خوشبو ہے ریحان اخلاص کا
جتے رازداراں ہیں ات محقر
حوال مرد خوش خلق و نیکو نہاد
دکن میں زرگی کون تس گھر ہے ٹھانوں
دھرے دل میں جس کہتے دولت مندا
دیوے بحر دل جس کا بادل کوں آب
دھر نہار جم قرب شمشیر کا
دھرے فوج شیراں کی یو شیر مرد
کھر گرن میں کھینچے توجہ یو شجاع
بڑے نام و ناموس و اوشان سول
انتھا خان شہر زہ خدا جس مدد
بھتر آب ہو جائے جس پاک تے
لکھیا ہے فلک جس کے پنجے میں جس
نکو طبع و خوش خلق و ہمت بلند
جکوئی ملک در بستہ تھا بے کلید
شہنہار او کھیل ایس جیو یہ ہوڑ
جب آتا ہے شہر زہ سول او دھان میں
کواتے جو تھے گچ بتی اہل نغز
نظر شہ کی جاں وہاں ملک تس گزر
اگن کا چہ جگر اسے تس فوج جاں
پڑے یو اگن جس کے دل پر بھر ملک

دکن کا سپہدار عالی وقہ
مسی محمد و اخلاص خان
خلاصہ ہے اس کلشن خاص کا
مقرب شہنشاہ کا ہو رعیت
بلند بخت امتال والا ستراد
چلنت میں ہے تس جگ میں عزت کا نشان
کوئے غر تس بہت تے تو کش بتدی
یوے تس جلال تے بجلی نے تاب
رہ سر پنجہ ہوئے تس کے سم شیر کا
کیا جس پر وہم تس کیا مار کر د
سورج پنہ نختے جلے لک شعاع
فدا کام پر شہ کے نت جان سول
عار کا خلف مصطفیٰ جس کا جہد
چھے سنگ میں آگن جی دھاک تے
کھڑک دیکھ جس فتح پاڑے اُمس
توی بل سول بازو کے قبال مند
اسی فتح کون رہنا یو شہید
مخالف کے دل کا طلسمات توڑ
ایرا پت لہوے اند کی ٹھان میں
سٹیا پنجہ سٹ کا رانی سر تے مخر
رکھے واں قدم جاں جلے ناظر
زباں آگن تس تیج آتش فشاں
گھر اس کا جلے دل تے بھر کا بھر ملک

مگر ہے یوشہر کی گنج مت فوج
 علی کا نواز یا مدد جم علی
 او عبد الکریم بن عبد الرحیم
 خرچے کوں جیو نقد ادا کہ بات ادھار
 دھرتیا رنصب کا یا یہ بلند
 ادا کہ کار دانی میں ہیشیا رنغز
 ز رہی تس قلم تے کم و کاستی
 کیا مار کرونت لگا مونج جس
 کھڑا رہے یہ سوندل کوں ڈوگر دے
 فرنگیاں بجلیاں میں تیراں کا ابر
 سعادت منش پور شجاعت نشان
 لڑنہار گھاڑا اداک محار یا نوں
 اٹھ ایک تھ دکن کے وزیر
 کمرنہا رہیت دکھا فتح جنگ
 جماعت جماعت اٹل خاص خیل
 وزیراں میں نامی خرد مند تھا
 مہا بل ہے دولت کے بھاراں منے
 مغل سچے دل میں نت خار خار
 اٹل جادواں دھاک توڑے کتے
 اندل کار و حک تھا پ دکنہ اسکے
 بھروسے کے اس ملک گاراں کوں دیکر
 کہ لے رخت شاہی کے محکم لٹاپ
 کہ میں سلطنت کے تیں آج گھانپ

بگولا ہے خاھے سوں یکدست فوج
 فداحکم پرشہ کی یو مہبلی
 اتھا پوت بیلول خاں کا عظیم
 بڑا نامور پور بڑا فوج دار
 سدا سر یہ ہوشہ کا سایہ بلند
 بچنہار دولت کے رنگرں کا لغز
 عمل بات کا جس کے نت راستی
 دستہ دار دریا عن فوج تس
 بزرگی جم اس کی دندی پردے
 برسنے تے جس دل دندی تھوتے صبر
 بڑے کامگاراں خوانین حناں
 رکھن شاہ کی دستگیری کا مانوں
 جھو جاراں جو نامی اچھے بے نظیر
 یک یک فاضل و ہر افضل ایک
 یکٹ بھان ہارے تنگ صفیں میں
 یکو جی جوشہ جی کا فرزند تھا
 سچ دار اداک راج کاراں منے
 دیکھت فوج میں جس کے بھالیا کا بھا
 ڈورے کھانٹ کے گھوڑ پھوڑے کتے
 کھڑاڑے کتے باندرے چھوٹے
 شہنشاہ دکن کے جھنجھاراں لیکر
 کچھ خوش ہو یوں شاہ گردوں جناب
 رہا گھر دکن کا تیارے تے تھانپ

ہوا ہے مغل آج بد عہد گل
 اگر پیش رو اہل تلبیس ہے
 دیکھا یا یو بد عہد کون لوگشت
 دیکھا یا دریا کون کر ایک سراب
 اگنی کون سمجھا دیا لالہ زار
 کیا سوہم یا ہمن تے مرد
 اگر متفق بد سوں بد جنس ہے
 اسے گرچہ بل بت پرستی اچھے
 پناہ اس گرویر کفار کا
 جو تھوڑے ہمیں لے تو اوکیا گال
 سکندر ہو میرا لہو اسد ہے آج
 اچھے خار و خس کے اگر یک دھگڑا
 تمیں خیر خواہاں جو شاہی کے ہیں
 لے نہیں ہے لگ اوائگے انکے حاد
 کھلاؤ کیس سر کا یک سر کون مغز
 کیس یک کے گل بھاؤ انٹریاں کے ہار
 کھلاؤ بجلی خوب مہرباں کون پان
 بچھا جھلاں رنگ کے نت یک تلہار
 جو آویں یہاں لگ تو میں خوب لاٹ
 بسر گے ہیں بڑ کا یلے دیکھ دو
 لیا خون اپنا ایس سر بسا
 لکھو آج مردی سوئے مرد نام
 سننے جب وزیراں نے یوشہ سوں بات

اچانے یہ ہیں یحساں ملک اکہ گل
 اسے رہنا اہل ابلیس ہے
 بتیلی میں اپنی طمع کی بہشت
 رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب
 اناراں کے دانے دسے تسلی نگار
 ہوا پھر ہمیں سوں بد اندیش بد
 ہمارا مدد خالق ایس ہے
 ہمیں قرب ربی کی مستی اچھے
 ہمیں ہے مدد حضرت آثار کا
 لے تیر شمشیر ہے درمیاں
 نہ سمجھیں او یا جو جھان لے باج
 اوسب جانے پس نہنایک انگار
 جو منظور ظلم الہی کے ہیں
 سدا انکے تعظیم کرتے بلاو
 یلاؤ کیس یک کون خواب نغز
 سنو گیند کیس سر کی یک بک تلہار
 چھڑا کر لہو سترنگ کر سٹو بے گمان
 کرونت دسن چھان گوہر نثار
 جہنم کون بھیجوں فتاحیچ یاٹ
 اجل لے سنگات اپنے آتے ہیں کود
 ایں ہو جو مطیع میں آوے سسا
 تمن نانوں سوے ہو رہا لاسو کام
 ہے ہم چھکے سب جماعت سنگات

بدھانے اپس نام دیا کویں کویں
 کیس یک تے آجلد اودھان میں
 تیرے دولتوں سیتے ہم بے نیاز
 حقیقت میں شاہ زمانہ نہیں
 ہر احسان کامندہ دلشاد ہے
 تیری بندگی مایہ زندگی
 تیرا سایہ طوبی تے خوش باردار
 نمک اوہی وقت کرنا ہے چیز
 شجاعت ہمارے ہمیں سب پرور
 ہمن قبضہ جمدھر و گرز افرنگ
 ہمیں پیس دل میں کریں لوٹ پوٹ
 ہمیں کوئے ہتیار سوں چھوڑتے
 دکھن کی لڑائی تے کھواتے ہیں
 کہیں یاد رکھ پوت اس بند کویں
 کہ زہار نیں پھر او آنے کے ٹھار
 کرینجے ہیں ماواں لیاں پو پلاق
 جس امرت تجینا ہے دو جگ میں جم
 جنم جگ ادھر پارے جیونا عزیز
 کیا اختیاری سوں ہر شیر مرد
 کیا عرض تسلیم کرے درنگ
 ہوا کہیں نہ شاہاں میں صاحبِ قرآن
 لڑانا و لڑنے تیرا چہ حق
 تیری تیغ پر آج سو گند ہے

مشرف ہوشہ کی زمیں بوس سوں
 اُل تیرے شرزے اسی آن میں
 کہے سب کہ تجہ شر کے ہم سیر فراز
 زمانے میں شاہ یگانہ نہیں
 کوئی بندگی تے تجہ آزاد ہے
 غریباں نوازی میں تجہ بندگی
 تیرا گھر ہمن جم ہے دارالقرار
 تیریاں نعمتاں کھا سکے ہم تیر
 مغل اصل نامردین حبیلگر
 مغل کا ہے ہتیار تیر و تفنگ
 لڑیں چھپ مغل نے عرابے کاوٹ
 کہاں رہی یہ اوسان اوچھوڑتے
 مغل آکہ اول جولت کھاتے ہیں
 یک یک موت کے وقت فرزند کویں
 دکھن پر مہم ہوئی تو سٹا اور نگار
 لیا آنے سوا کشر ہیں او پوت عاق
 شہا آج امرت ہے تیرا کرم
 جینے بھاں ترے کام پر پوتے چیز
 بجن سخت ہمت کی جب فرد فرد
 وہیں نامور خاں شرزہ اینگ
 کہ ہے شکر تجہ ساد اور خواں
 لیجا یا نہیں سابقاں پر سبق
 دلیران کویں تجہ چال کے بند ہے

شجاعت تیری دیکھتی ہے خلاف
 سکر آج شاہاں پر شاہی تھے
 سبھوں نے توں صف جنگ میں پہنچتے
 جو جو ہر صلابت بداندیش کام
 کیا تھا شرانگیز ہو کر کہ لاگ
 بجانے کھرگ آب سوں اوانگ
 مہابت سوں تیری مہابت تے اٹ
 جو حق ملک طنار کی جگ میں ہاک
 چکنے میں جس ملک کا جاکہ حد
 توں توڑیا سودیے طلسمات توڑ
 نہ ٹھاری جہاں عقل وال تہہ مقام
 سکندر بنی نارنگ کے تہہ رکاب
 تہہ ایسے کے ہمت کاہوں میں سرفراز
 کہ لڑتا ہوں میں یوں مغل سوں ملک
 چل آتی ہیں بے فکر ہو چیل پیل
 جو بھری کی سرکوب منزل دھوواں
 کھڑے ٹوں تو دنبال کو ملک بد
 کیوں آتی ہیں یاں لک کے سکھ کر بند
 چلیں تو طیا پچیاں سوں برانوں چال
 کچلتا ہوں سانپ سا سیں دم
 کہے ہو رہنگا کروں یوں تلف
 رو دیکھینچہ تک بیجا پور جھانک
 بہاری سپہ پن کی تو کیا لڑائی

سٹے سب سپاہی تہور کی لاف
 دلیراں کہے شاہ سپاہی تھے
 ہوا تیغ انکے تیسرے گج مست بہت
 پھراشہ تے گرد کوٹ لشکر تمام
 لگتا گھرے گھرتے فتنے کی آگ
 لڑیا صف بہ صف جب توں لالہنگ
 گیا ٹھاٹ یوں جو مواسینہ پھٹ
 نہ تھا پس جس میں سکندر کوں لاگ
 لگیں کمی نیراں طلسمات و سد
 لیا تخت راجے کے ہمت تے مڑ
 چلے ناظر جاں کرے وہاں توں کام
 تو بعضے سلطان کا کیا حساب
 اسے کام کارن رکھیا ہے نواز
 لڑے ناد کوئی نیں لڑیا آج لک
 انکے ہو رہے ہیں بند کنگاں کے چیل
 بگولیاں نمں سب کوں گولا کروں
 ٹھگیں خشک لب تالاب نہ بد
 رکھوں کووند دھڑھکا پچھنیں کر کہ بند
 کروں نت بچی والی کو کڑی کا حال
 کہ تا مینچہ کھاتے رہیں ہو کہ گم
 نظر نا پڑے دارنہ پانی علف
 پیادے پھرین لیکہ تھواں کوں ہاک
 جو اچھتیں ہمیں شہ لک آدے لڑائی

اگر لک مغل آئیں تو کیا ہے حد
 کرے کام کہتا سو اس تے دو گن
 سبھوں کوں کر یک ٹھار سو دیکھ بید
 کہ لک کر یہ بارے کروں لک نگاہ
 وزیراں میں ہو خاص کہیم لوک
 چلیا لوک مجھ سے کوں گردن سراز
 تیرا وہیں شمشیر کی آب کے
 شریفان و سادات صاحب شرف
 مدین و مکی و رضوی کہتے
 بخاری و مجہری کہتے مشہدی
 صدیقی و فاروقی و نورانی قریش
 و برکھاری خلجی اوٹ ہست توڑ
 کھنڈال و کجلی سٹی سوختی
 نہ بدست شہزیاں کی صف مہدی
 و میں شہیر سو ندل میں خوش دھاکے
 جو نظر ان نہیں جنگ بھ کچھ خیال
 مغل کے جو ہیں کال اہل حبش
 کراکی و دامود کوں کا اکو
 جو نا سارتی کالہ کافات کی
 زبردست و ثابت اد کہ پاؤں کے
 دیو ہیں رنج سودے میں جو نقد ادا
 کر جیو خرچ کر آج رکھنا ہے نام
 مغل سے اولہو کے ہیں پیاسے اپار

سپاہی پہ اچھا علی کی مدد
 عجب لہول میں ہے یو شرے کے گن
 شہنشاہ کربات سب کی پسند
 کیے حکم یو سب پہ عالم پناہ
 چلانے کوں ویسے مخالف کوں ٹھوک
 کیا حکم جوں شاہ عالم نواذ
 سپاہی دکن کے بڑی داب کے
 بنی ہاشمی مصطفیٰ کے خلف
 حسینی و حسنی و علوی کہتے
 انجو آتش و تادری سردی
 عرب شیخ و انصار فرخندہ کیش
 جھیدی و جھیلیم و انبی امور
 جھندی وال و انجان و بڑی متی
 ہر یک جنگ میں فتح پانے نوی
 بہادر سرا ڈور گجرات کے
 جیون پور کی ہو کہتے باڑی وال
 دکن کے جھو جاراں میں اتے کینہ اش
 اماری و نورانی اد کہ نام جو
 اتاری و نکرہی جگ آفات کی
 دلاور جتے مولوان نانوں کے
 دھریں جیوتے ناموس پر بھت پیار
 کہیں سب پڑیا ہے ہمنشہ یہ کام
 پٹھاناں جو دہلی کے ہیں تام دار

لڑے سخت رہو اسیاں کوہ کے
 لہانی و سورانی و سطر بنی
 بلوچ استرانی و سر جانیاں
 غزہ خیل و غرغشتی اقعان کتے
 تہا ہی جہند خوشگی نا مجمہ
 اوڑنی و کٹرانی و کھو کھاں
 نیازی و بابی و بابر کتے
 مندی غوری مشروانی جلوانیاں
 لڑے پاؤ لے کے لینے بات کے
 اندل کار و نلوار و نیپال کار
 سند ہی پاندری نم کلی بھونسل
 بورانے و کانہے دور دو پی بھوڑ
 بھنوسے و چوہاں و بھاندول کار
 لوکاٹے و چاٹے و ساٹے کتے
 مندی برگگی و گولی و سنگراں
 برادر ہے ساواں کے چوراں کے پاپ
 دکھاوے چند رکوں ایس دلبری
 پڑے بیچ میں دیکھ آہ لداں
 منڈا ساٹے اس کاڑی بات بات
 پچھیں شعلہ باری کی بھلیاں پڑیں
 کھلے گا چند رچھت تے کاڑے کڑا
 تو تیزیاں کی انگلی سوں کھولیں گنگٹ
 تفنگ سوں کر نہار بادل کے کام

روپے ہیں ترکش بنداں روہ کے
 بٹنی و لوڈی سترانی پنی
 میان و مکی و جھوانیاں
 غزنی و غلزاری و اغواں کتے
 ترین و دلیراک و سرخ و کنبو
 لدا خیل و یوسف زئی و ناغڑاں
 خلیج سور وینی و کا کڑ کتے
 ستمی ناصر و تانک و سروانیاں
 مہراٹے کتے ذات و کمی دھات کے
 سینا کی دجگ تھا پے جاد و نیوار
 مہیٹے کھارے و کھنڈا کلی
 بکٹ کھانٹ کے گھوڑ بھوڑے موڑ
 پتوے ورن غھوڑے پوڑوں سنگار
 کتے لومتے بان پاتے کتے
 کھنڈارے کتے ہوڑ کتے ہنبراں
 دسے نا او جلدی کے وقت اپنے آپ
 ہر یک مادواں انکی گویا پیری
 کرینا پھر جو کاویاں کی خوبی عیاں
 کریں دوڑ میں آکر بارے سوں بات
 چیل پن سوں جہاں انکے تل گر گر دیں
 ہر یک نیزہ یازی میں راقبت پڑا
 جو دھن توج کے ناز میں تھپٹ
 بھلے برق انداز روحی تمام

جھوٹا راجا کہتے جھانٹ پتیار کے
 سلج میں ہر ایک تن مکمل دسے
 بٹے دھاؤں دکھنیاں کے کوتاہتیار
 پٹھانوں کے سوندل پہ کرڑی کمان
 دیکھتے سب کچھ کی نظر خوش بھری
 کہے شہ دکھن کے ہمیں یاد شاہ
 سپہ پنا تن جگ میں مشہور ہے
 دیکھا ناسپ یہاں کانت پھا پھر روپ
 مغل ناسپا ہی سپا ہی سوں کام
 دکھیں نت سکے باب سوں اور داغ
 سمجھتا ہے جو مرد سپا ہی کی قدر
 جگہ کی جیو جو بیجا ہے عزت کے کاج
 سپا ہی کے ہم تیک کوں مان دیں
 سپا ہی تے ہے بادشاہی کوزد
 نہ یک دل سپہ تس بزرگی ہے جھوٹ
 خزانہ سپا ہی ہوئے میرے پاس
 کیا ہوں ہر ایک تن کوں جن جن کے پیار
 چلی آج لک ہو یکسی بکتے سات
 ابس بول رکھنے جسے لاج ہے
 مہن گھر پہ گرپ آ مغل سا غنیم
 اچھی جس ہو میراث حب الوطن
 مجھے نہ کام پر جتن دسیا بے نظیر
 جتنے کام پر خرچ ابس جیو کیا

حضور آتے سب مرد اوچار کے
 یکس یک تے جلوے میں یاد دے
 ہتھیاں کوں پھراتے یہ بانگیاں سوار
 مہراٹیاں کے ٹھیکرے پہ اول اٹھان
 سپا ہاں کے طالع کی ہوتی برتری
 تمیں جھان کی میراث داراں سپا
 ولے ٹیک کی بی خبر دور ہے
 کہ ناخوجی سے سورج باج دھوپ
 نہ لیوں سپا ہی کا خوبیں سلام
 داغ ان کا ہوئے اہل عزت کوں داغ
 سپا ہی جو سمجھے سپا ہی کی قدر
 منگے کیا مہن پاس آئے مان باج
 سپا ہی کوں صف میں اول پان دیں
 دسے صف کی خوبی سپا ہی تھے پور
 بڑا او ہی نہیں جس کے لشکر میں پھوٹ
 گھر دان ہوں میں یعنی مردم شناس
 رکھیا سوں تن کام پیر اعتبار
 تماری زباں پور ہمارا سواہت
 او سب کام کرنے کا وقت آج ہے
 چلیا ہے بد اندیش ہو کر عظیم
 انے جیو دے گھر کوں رکھنا جتن
 کیا پل میں اس سپہ کوں وزیر
 کر بے بی میں اس کوں دولت دیا

دلیراں یو سب سن لچ اپنی مروڑ
 ہمیں سات پیڑی کی ہیں یاں قدیم
 ولے کیں پڑیاں نیک کی نظر
 تہہ ایسا تو شاہاں میں صاحب جلال
 تیرے خلق کوں خلق تسخیر ہے
 ہمیں جیو تہہ خلق کے بات میں
 اٹھا اسم شاہاں کوں کر شہریار
 کیا پیار سوں شہریاری تہیں
 سپاہی بنے کا تہیں قدر جان
 تہہ انکے سپاہی کوں جیو عزیز
 سلامت توں اچہ کیا تہیاں کو تم
 ہمیں سات پیڑی تے کھا تہہ نیک
 صلابت ہاری ہے رستم کا دھات
 ہمیں تیغ سوں کیوں کریں دوستی
 شہاں آج اگر نیک دنیاں کی میناں
 تیری فوج کی توہین غازی ہمیں
 دیکھیں لک گنواراں او دنیاں کو بار
 کہ اس گلہ بانی تے دھنگرا کھے
 دلیراں کے دل شاہ یوں آزا
 نظر میں یک یک تن کوں کیا لکھوان
 بڑی سرفرازی کی دکھلا امید
 وہیں شہ وزیراں کو کر سرفراز
 کہے لے آپس فوج ہر صوبہ دار

لگے بولنے جیو کی پروا کوں چھوڑ
 سننے ہیں کہ ہو گئے ہیں شاہاں عظیم
 کہ کوئی شہ ترے ساں صاحب نظر
 نہ دوسرے بی عالم میں ہوئے تہہ مثال
 بچن کی محرامت سوں توں پیر ہے
 کہے ہیں خدا نیکوں تہہ بات میں
 گھمایا او تہہ نانوں لے نامدار
 دسیا حلم کی جگ میں بھاری تہیں
 بڑھایا ہے جگ میں سپاہی کا مان
 جیا تو بڑا ہوئے مواتو بے چیز
 کہ جم جم کرے پرورش تہہ کرم
 بدی سود ہرین قرباں دل میں نیک
 ہمیں یک انکے کیا ہیں دس دیوتا
 کہ رجسوت افیونی مغن پوستی
 گنواراں لے آتے ہیں ہو گلہ باں
 کر یں عید گرتیغ بازی ہمیں
 کر یں ذبح لکھاں کو لہر دم بچھاڑ
 سنے تو دہنی لے اوتا پھٹے
 بچن کا خلاصہ ہر اک تن میں یا
 آپس بات سوں سب کوں دے دے کر پان
 سکھا کر دیے جیو فرچنے کے بھید
 فرنگاں سوں مل خلعتاں دے نواز
 ارسطوئے دوراں یہ دے اختیار

یکس ایک کے جیبوں بہادر تمام
 جتے بات سوں دے کہ ہر تثن کو چوہ
 دینے جیب لٹھ سب کوں شہ مہلبی
 ارسطو کے دوراں تو ہے حق پسند
 اول خوش خلا میں سوں دل سیکے بات
 آئیں میں سنبھال آج خوب اتفاق
 لئے نوگزری سات فیروزہ انگ
 لکا لک لئے بان کارں و بان
 لئے چن سلاھاں دھرن ہار آڑ
 بہوت بادشاہی خزانہ لئے
 تلک خان شہزادے قابو بچان
 جھڑپ نہیں دیا لک پو باڑا باہڑا
 چلے راج سوں دکھنی ولا در جوان
 یک یک عمدہ یک ملک کا صوبہ دار
 پھر میں من میں دکھلا کہ یوں خوب تول
 بڑا دل مغل کا نہ اسیر یا چہ لک
 کہ دکھنی وزیراں چہ ہیں تول میں
 دیکھوں آزما بازی قہم شیر کون
 ترنگ کام پر تیر کا دھرتا ہے کیوں
 بھلے بھائی سب مل لڑ نہا رہیں
 بچھانے پہ سب کون مغل بد نہاد
 کہ قابو یہ ہو اس تردد میں تھا
 خدا ہو کہ تہس پاک عیت پہ شاد
 کہ جس جس حق ناؤں دینے پہ آئے

کرو متفق ہو کہ صاحب کا کام
 روانہ کئے توکل پہ سوہنپ
 اچھے سوچہ بولے درد یا علی
 کہ خلق خدا سوں ہے اہل من
 کھیا ہو ہمیں آج یکس ایک کے سات
 غنیمات کو جو نے تے دینا فراق
 دمامہ لئے فتح کا طاس سنگ
 لئے کوہ دارو کی گولیاں کی کھان
 ہتھیاراں لئے خوب پکڑی سوہنپ
 نکل دیں مخالف طرف رخ کئے
 مغل تک کیا باد ہو یک اٹھان
 بدل دل علی کا چلیا کڑ کڑا
 وزیراں چلے نامور سپکر
 وزیراں ہر یک پاس کے کامکار
 بڑھانا ہے آج اس غنیمات پہ بول
 وہیں خان شہزادہ بچاڑیا تلک
 لوہا مارتا ہوں اتنی جوں میں
 نکالوں ترنگ کون بی تلک پھر کون
 دندی پر کھڑک کاٹ کرتا ہے کیوں
 لوہا سرکشوں پر کر نہا رہیں
 مرا ناؤں اول رکھے سب میں یاد
 یک اوچار کرنے کی خوش بد میں تھا
 کرم کر کے یوں مینکے دیتا مراد
 تردد بی دیکھو جس دل میں یلے

فرنگی

فرہنگ

الف

آ

وہ	اُ	اپنا نیت	آئنا ہسٹ
باقی رہنا	اُبرنا	بہوگی	آپ بختگی
خاموش، گولگلا	اُبولنا	عدالت، دشمنی	اُد
بے حد بے انتہا	آبار	سلام	آداب
لکالیں	اپاریں	آدھی	آدیں
لکالنا	آپارنا	سہارا	آدھار
فاقہ - روزہ	اُپاس	آسودہ، مطمئن	آسودا
اُدیر	اُتر	شانسی	آسشتی
اعلیٰ خوب تر	اُتر پ	ایک قسم کا لوٹ دار لوٹا	آفتابہ
ناہد	اُتر پ	اکلے، آگے	آگل
اپنا، اپنے، اپنی	اُشیں	آگنی، آگ	آگون
اپنے آپ، اپنے آپکو	اُشیں	آم	آنب
احسان	اُپکار	جسم	آنگ
ہم، اپنا اپنی	آپن	آگے، سامنے	آنگے
اپنا ہی	آپناج	آئیں	آیاں
اپنا، خود کا، خود	اپنگ	آئینہ	آئینہ
اپنا	اپنگ		

آپ ہی، خود ہی	آپیں
بہت زیادہ	آت
اس	ایت
اتنا، اب	ایتا
صدقہ	امار
اب، اسی وقت	امال
بے چین، بے قرار، غصے، غمنا	اماول
جواب	امتر
اعلیٰ	اتم
زیادہ سمجھ، سمجھدار	اتم سود
تھی	اتھی
اٹھ	اٹ
اٹھ کے	اٹکھ
اجالا	اُجال
سورج	اجت
سفید	اُجلے
ابھی	اُجھوں
راز، تعریف	اُچار
اٹھانا	اُچانا
اٹھانے	اُچانے
چاق و تیز، بند، خوش مزاج	اُچل
اچکل	نوش نصیب
اچوک	بلاشبہ
اچھریا	حوریں، پریاں
اچھنا	ہونا
اچھو	رہو
اچھیں	رہے
اچھے	رہے، ہو
اخلاص خال	بیجا پور کا وزیر، کچھ سالار
اڈکھ، اڈھک زیادہ	
اڈو	سورج
اڈھار	سہارا، وسیلہ
اڈھر	لب
اڈھیرات	اڈھی رات
اڈیک	اڈھک، زیادہ
اڈیکھے	دیکھ، بغیر
اردگان	غوم کی ایک جدول
ارگند	ایک قسم کا پھول
ارڑانا	چلنا، پینچ کر رونا
ارڑا کر	رو دھو کر
اڑسری	تقابلہ، مسو کشی
ازات	آزاد

اُساس	آہ	اُن پان	دانہ پانی، روزی، تواضع
اُساساں	آہیں	انپڑنا	ملنا، پانا
اُسپاس	آس پاس	آنت	بصید، راز
اُستوار	سیدھا	آنتر	فرق
آسنگت	ہجر، جدائی، فراق	انٹ	ہاتھ، راز، کمر
اُصلا	بالکل	انجن	سرما
اقرار	وعدہ	آنجو	آنسو
آگن	آگ	آنجواں	آنسو، کی جمع
آگن	ایک خوش آواز، چڑیا	انجھو	آنسو
آگٹی	انگھٹی	آند	اندر راجہ
آنگ کر	پھاند کر، اچک کر	آند	آند، آرام
آنگلی	چاہنے والی	اندرے	اندھیرے
آلوگ	ایٹک	انکار	اندھیرا
اُلیانی، الالی	جوش، جذبہ، ولولہ	اندھارا	اندھیرا
اُمت	زیادہ	اندھیرے	اندھیرے
آمرت، یمن	میٹھے بول، میٹھی بات	انگ	جسم
آمرت گھڑی	نیک گھڑی	انگ	آگ
آمسس	جوش، انگ، ہمت	انگلی	انگلی
آمول	انہوں کی لائقیت	انگے	آگے، سامنے، مقابل، مستقبل
آن	بیش قیمت	آن مان	(الومان) اندلشتہ خیال
آن	رزق	آنن	انہوں نے، آن

اولیٰ ہی، پہلے ہی	اَوَّلِیٰ
اونٹ وال	اَوْنِٹْ وال
اونٹ، کڑھنا	اَوْنِٹْ، کڑھنا
اب	اینا
اب	ایتال
ایراوت، راجہ اندر پاتھی	ایراپت
رازار، پاجامہ	ایزار
ایک ہی	ایکج
اس طرف، کم تر	ایلاڑ
یہ	اینوں
ان سے	اینوتے
انہوں نے	اینونے

ب

راستہ، راہ	باٹ
ہوا، آندھی، طوفان	بارا
بارش	بارندگی
تیز دھار	بار
کھیتی	باری
کھیتی	باری

بے شرم	اَنگ
الو کھا	اَنو پ
نا انصافی	اَنیاؤ
وہ	او
جوش، جذبہ، غصہ	اَو بال
بیقرار، ادچھا	اَو تالا
آڑ، پردہ	اَو ٹ
اٹھا	اَو ٹھیا
اجالا، روشنی، اجالا کرنے	اَو جال
والا، روشنی کرنے والا	
اٹھا	اَو چا
غلبہ، حملہ	اَو چار
دوڑتا ہوا، جوش سے	اَو دھکان
قبول کرنا	اَو رگن
آڑ، اوڑھنا	اَو ر
لحاف	اَو رنا
اُس	اَو س
آہیں	اَو ساساں
بد خصلت	اَو گن
نہا سمجھ، بے سلیقہ	اَو ٹھ
قدیم زمانے میں	اَو دویس

سوجا	سوجا	کان	باڑی والا
سوجا مشورہ کیا	بچاریا، بچاریا	باغ جناں	باغی جناں
بات	بچن	سانپوں کا بادشاہ	باسک
بولنا، بات کرنا	بچنا	قاز	باقو
بچھونا، بستہ	بچھانا	باقی ہی	باقیچ
پہچان	پہچانت	شیر	باگ
بچھوئے فرش	بچھانے	تکیہ	بالشت
بھگا دینا، ہرا دینا	بدانا	تکئے	بالشان
بدولت، بدلنا	بدل	خیال کرے، خیال کئے	بانچے
عقل مند	بدولت	کپڑے، لباس، وردی	بانہ
عقل، عقلمند ایک ستارہ	بدھ	دیوانہ	باول
مبارکبادی، بدھائی	بدھاوا	ہوا، کام، زندگی	باؤ
ٹڑھاتے	ٹڑھاتے	ڈالا	مایا
ٹڑھایا	ٹڑھایا	پتہ، مصیبت	رہیت
لوڑھا	ٹڑھن	بدتر	بتر
لوڑھی	ٹڑھی	بینزار ہونا	ببتنگ آنا
وقت، باری	تبراں	پٹولا، ایک قسم کا سلک	بٹولا
بچھو	برجھیک	بجالایا	بجالیا
دولائی	بردولا	لفظ، اٹل، مستحکم	بجد
برقع	برقا	پتھر	بجر
برے، برے، بلیاں، بلاؤں	برکالے	بچھے گا	بجھے گا

برہ	جدائی، ہجر	بلادور	صدقہ
برہے	ٹرہے	بلی	قوی، طاقتور
بڑائی	ٹرہی	بلیاری	بلہاری، صدقہ
بزار	بازار	بنان	دولہا، محبوب، سجن
بس	زہر	بند	بوند
بست	وستو، کپڑے، لباس، چیز	بندی خانہ	قید خانہ، زنداں
بستاں	وستو، لباس	بنگام	ہنگام، ہنگامہ، وقت
بستی کرنا	قیام کرنا، رکنا، ٹھہرنا	بنے بن	بنوں، دفعتاً
بسرنا	بھونکنا	بند بن	بن بن، جنگل جنگل
بسلانا	بٹھانا	بند بن	گھومنا
بسلانے	بٹھلانے، بٹھانے	بند بن	چٹان
بسلایا	بٹھایا	بوجن ہار	جاننے والا، سمجھدار، عقلمند
بجواس گھٹا	وسواس گھٹا، دھوکا	بوری	بری
بسیاں	لمبی	بولالیوں	بلا لوں گی
بسکین	حفظ، ایک کڑوا پھل	بونہری	چیتھ پکار
بکٹ	مشکل	بوٹری	واو پلا
بکنا	منہ بسور کے رونا	بھا	ڈال، ڈالے
بکھانا	تنگ کرنا، پھیلا کر پھیلانا	بھار	باہر، بوجھ، اعلیٰ
	سکرنا، بیان کرنا	بھان	سورج، کسمان
بیل	طاقت	بھان ہار	تیر انداز

بھانا	ڈالنا، اڈیلنا	بھجن	توڑنے والا
بھانا	حبیلہ، بھانہ	بھنور بھوگنا	مصیبتیں اٹھانا
بھانت	طرح، قسم	بھو	بہت
بھانو	سورج	بھوت	بہت
بھاؤ	انداز، ڈالو	بھوجن	کھانا
بھایاں	بھائی کی جمع	بھوجنگ	سانپ
بھایاں کرنا	نخرے کرنا	بھوکا کر	پھونک کر
بھنا ہوا	بہتا ہوا	بھوگ	ہوس، خواہش
بھتر	اندر	بھوگی	بواہوس، عیش پسند
بھتر	توڑ، توڑ	بھومان	بہت عزت والا
بھترول	بھتر، اندر	بھونڈے	بد وضع، خراب، برے
بھجنگ	بل کھانا، سانپ	بھونیں	زمین
بھدرا	کیسے زر، قبیلی	بھوسید	جادو کا جھگل
بھرت	بھروال، گھنسا	بھیں	زمین
بھری	بحری، شکاری پرندہ	بھئی پڑیاں	پامال، گرے پڑے
بھرت	بھیر	بیت	بیتنا، گزرنا
بھڑکا	شعلہ	بیتھیا	بیٹھنا، بیٹھا
بھڑنا	متقابل ہونا	بے درنگ	بلا تاخیر، فوراً
بھسم ہونا	راکھ ہونا	بے ریب	لے شک
بھاگ	بھاگ، قسمت	بہین	بیٹھا
بھگے ہات	ٹوٹے ہاتھ	بے شک	مضطرب، پریشان

یے فام

بھوچ

بگ

بے گماں

بے گنت

بگی

بیل

بی

غافل، بے عقل، بے سمجھ

بیت ہی

جلدی، جلد

بے شک

آن گنت

جلدی

نسل

بھی

پ

پا

پاچ

پاچھے

پار

پاڑنا

پاڑو

پال

پانڈر

پائی

پت

پاؤں، قدم

کاخ، زمرد

پیچھے

پھر، باہر

پھینکنا

شکار

گھاس، مینڈھ، منڈیر

پسیلا، زرد

پالیا

برابر

پتال

پتہ ورت

پٹھان

پتیا

پٹھا

پٹے

پچھیں

پچھیں

پدّم

پرابت ہونا

پران

پراویکار

پریت

پرہم

پرورد

پرین

پریش

پرین

پرشن

پرکو

پرک

پاتال

پتی ورتا

پخش کیا

بھروسہ کرنا

بھجا

کپڑے

بعد میں

بعد

کنول

حاصل ہونا

جان

احسان کرنے والا

محبت

زمین

غم گسار

پارس

آدمی

پرسند خوشی

پرشن، سوال

قاز کے پر

پرکھ، آدمی

پیرکاج کا نام رکھتے والے کا نام ابنا والا
کارستان

پیرایا جسم، دوسر کا جسم
پریم، عشق، محبت
خوشی، خوشبو

پیر وار پیر وار
پیر وار احسان کرنے والا

پرو و ده بامداد
پرو و نس غیر حبس
پندار کر کھول کر بھیل کر چار کر

پیشتر
پس میں
پشتانہ

پکارا
پن
مین

پنہار
پنہار
پنہار
پنہار

پیشتر
پیشتر

پنکھی پنکھی
بکیر بکیر

سنگٹریاں
لوت
یوح
بنیا
لوحہ

پورتنی
خیر، ممبرا ہوا،
حیثیت، پونجی

پوکارن پکارنے
پوکارنا پکارنا
پوین ہوا

لپوچ دُم
 یون سار ہو ا کی طرح
 پھا بخر چنڈا، جال

پہاںدا
پہسٹر
پہسرا

پتھر
پتھر
پتھر

پھول گئے
پھول گئے

تے سے، کے
رتری استری، عورت
تیزی گھوڑا
تیو کسی طو اسی، ایک قسم کا کپڑا
تیو بخ، تیو بخ ویسے ہی، ویسا ہی، تیوں ہی

ط

طاک (ٹک) ذرا
ٹکلیاں ٹکے سکے
ٹنگانا ٹنگانا
ٹھار جگہ
ٹھان جگہ، مقام
ٹھانک کرنا ٹھکانا کرنا، رہنا
ٹھاؤں جگہ، مقام
ٹھکریاں (ٹھیکریاں) مٹی کے برتن
یا کپڑے کے ٹوٹے ہوئے
چھوٹے چھوٹے ٹھکڑے
(ٹھکنا) ششدر ہونا
حیران ہونا
ٹھکانا دھوکے میں رکھنا
ٹھوپنے ضرب، مار

تالاب کا پشتہ
(تم + کنے) تمہارا پاس
باریک
تنب، تو اسیا، غالیچہ
تجھے
توجے
توج

تھانپ تھام
تھانپ ستون

تھانپ کھانا تھمر تھانا
تھانو (ٹھانوا) جگہ

تھینا پھین

تھنٹے تھاسے

تھنڈا ٹھنڈا، سرد

تھنڈا انیر شبنم

تھنڈگی تھنڈک، پھیر دی

تھنڈی (ا) بیل، ایک قسم کی

چیز جو چاول کے کچ اور

پینچ سے بنائی جاتی اور

ٹھنڈک کے لئے گرمائی

پی جاتی ہے۔

توبی

تھیں

ٹھیک ٹھیک
ٹھیک ٹھیک
ٹھیک ٹھیک
ٹھیک ٹھیک

ج

جواب جاب
جالا جالا
جامدارخانہ جاملہ خانہ
جان جوان
جان ہار جانہ والا
جتنا جتنے
جتنا تھا اتنا جتنا
جتے جتنے ہی
جبرس جبرس
جبرم جبرم
جبروت جبروت
جبروت جبروت
جبروت جبروت

جگ زمانہ، دنیا
جگ آدھار دنیا کا سہارا، دنیا کا پادشاہ
جگمگے جاگے ہوئے
جگمگے جب، جب تک
جگمگے ہمیشہ
جگمگے آبدار خانہ
جگمگے سچا آراستہ ہونا، سنوونا
جگمگے جانور
جگمگے جنس
جگمگے باپ
جگمگے سادھو، سنیا سی
جگمگے سدا
جگمگے جسے، جن کے
جگمگے جدا، علحدہ
جگمگے پیٹ
جگمگے جیسے
جگمگے آب جو، چشمہ
جگمگے تیش، کو
جگمگے چھپکنا، چنہ دھینا
جگمگے سوتے
جگمگے جبہ

دل، فکر	چیت	جلن، حسد، رشک	جھل
توجہ دینا	چیت دھونا	دودھنی محبت	جھل
ہوشیار	چتر	جھیللا، برداشت کیا	جھلیا
نقش و نگار، تصویر	چتر	جھکڑا	جھنکر
شہنشاہ	چترراج	جنگھو، فوجی، سپاہی	جھوچاراں
پاؤں	چرن	زور آزمائی کرنا	جھوچن کرنا
زیادہ	چڑ	جھوٹ	جھونٹ
چڑھ	چڑ	جو، اگر	جھے
چڑھ آیا، سبقت لیا	چڑ آیا	زبان	جیب
چڑھنا	چڑنا	کف، سانپ کے سے نکلنے	جینڈو
کچھ	چک	والاکف	جیو
آنکھ	چک	دل، جان، زندگی، حیات	جیوں
آنکھوں کا نور	چکا جوت	جیسے، مانند	جیونے تے
تھپیں چار ہونا	چک چار ہونا	جینے سے، دل سے	جیونی
شوخ، چنچل	چکل	جائی غریزہ، چیتا	جی
بھینچنا	چکل	جس کسی کی	
وسعت دینا	چکلنا		
بھینچنا، ہوش میں لینا			
عادت و اطوار	چکنت	بیچ	چانپ
چمن کی جمع	چمنال	دبانا	چپ
چھتا، فکر	چنت	باٹیں	چپ
فکر	چنتا	بلا وجہ، بے سبب	چپ
		خاموش	چپ

چند	چاند	چھوٹک	نجات
چندر	چاند	چھوٹیا	نجات پایا، چھوٹ گیا۔
چندرچہ	چادر، چاندنی کافرش	چیکڑ	کیچڑ
چندنا	چاندنی	چیل پیل	چیل پیل
چوب کر	چمبھ کر		
چو بے	چمبھ		

چو پھر	چاروں طرف	چھب	محبت
چو ترا	چبوترہ	چج	محبت، حیلہ، ہمانہ
چوڑ	چھوڑ	حد	سکت، مجال
چو کہ صحن	چاروں طرف	حیرص کو جلانا	نفس کو مانا لالچ سے بچنا
چونپ	اُننگ	حمیلہ	گجرے
چوندھیر	چاروں طرف	حینی کھانا	افسوس کرنا
چونے	چٹنا، منتخب کرنا		
چونیا	چیدہ چیدہ، چند، چند		
چھاچھا	چھانچ		
چھب	چھلک، ادا، انداز		

چھتر دھار	راجا	خوار	خوار
چھتر دھار	تاج و تخت والے مراد راجا	خوب ہو	خوشی، خوش خوش،
چھچھا	چھت، بالکنی	خوبے	خلقت
چھچھ	چھچا کی جمع	خوش بد	نیچ۔ بے حقیقت
چھلے	چھالے	خیل خانہ	صحت پا کے
چھند	فریب، مکر		خواجہ سرا
			خوش فہمی
			خاندان کے لوگ

دو طرف سے	دو دھرتی	دھنگ	دھانوں
برائی	دوس	داخل ہوا	دھانیا
دوڑا	دو کھا	سمت، طرف سے	دھمر
مقابلہ	دونی	دھرتی، زمین	دھرت
مقابلہ، سامنا	دوھا	زمین	دھرتری
دونوں	دوئے	طرف	دھریہ دھیر
دیکھا	دیکھا	رکھنا پھوڑنا ترک کرنا	دھرتا
دیکھ	دیک	ڈالتے والا، رکھنے والا	دھرتنہار
دے کے	دیکھ	رکھا	دھریا
دیکھ کر	دیکھت	تن، جسم، ثابت، سالم	دھڑ
دلا کر، دے کر	دیلا	آندھی	دھلارا
دین	دین	دولت، عورت	دھن
چراغ	دیوا	دھند، اندھیرا گہرا	دھندا
دو لگا	دیو لگا	کاروبار سنسار	دھندہ
دینا، دے	دیہہ	طرف، سمت، میں، اندر	دھیر
ط		دھرج، دلاسا، تسلی	دھیرک
د		دھونے	دھوونے
ٹالکا	ڈانڈ	دھواں	دھونی
بازی ہارے	ڈین باز	چارہ سحر	دوا بخش
بازی ہارنے والا		دوسرا	دو ج
ڈوبا ہوا، ڈوبا	ڈوبا	دوسرا	دو جا
ڈرشن	ڈومتی	دودھ	دود

راکھنی	کھڑاؤں
رام ہونا	غلام ہونا
رالاکو	راندرہ کر کے دھکار کے
رالواس	خل، گھسر
راوت	بہادر
راؤں	جوگی
راوال	طوطا
رائے	بادشاہ، درباری امیر
راج	راج
راج	رجا، بنانا
راج	جدید
راج راج	آہستہ آہستہ
راجیں	جہان، سجانا، آراستہ کرنا
رخن	رخ، طرف
رسید ہوئے	کامل ہوئے
رک	رکھ
رکت	خون
رکھ	درخت
رگت	رگت، خون
رندنا	پامال کرنا
ردا	جائزہ
روپ	چہرہ

ڈونگر	چٹان پہاڑ
ڈونگ	گہرے
ڈونگے	گہرے، مہرا
ڈھانک	ڈنگ
ڈھکار	ڈھیر
ڈھکار	ڈھیر
ڈھنڈ ڈھنڈ	ڈھنڈتے، ڈھنڈتے
ڈھنڈنے	تلاش کرنے، ڈھنڈنے
ڈھون بار	اٹھانے والا

رات	رات
راج بھاری	بادشاہ
راج قفل	راج ترک کرنا
راجیاں	راج کی جمع
راس	سیدھا، صاف، انبار
	راست سچ
راساں	انبار
راست راستہ	سیدھا، دائیں، دینا
راسریاں	رسیاں
راک	رکھ
راک	راکھ

سار طرح مانند

سامن سامن

ساند دراز دراز

ساندر ساند آہستہ آہستہ

ساہو دولت مندنے والا

قرض اور رین کا کاروبار

کمل کرنا ختم کرنا پورا کرنا

ختم کرے گا کمل کرے گا

پورا کرے گا۔

سراٹے سرھانے

سبھی سبھی

سببیت سببیت

سپارش سپارش

سپورن سپورن

سپین سپین

سپنا خواب

کھینچ آتا، کھینچ گیا

وقت، قیمت

ظالم ستم دھا والے

سوئے سوئے

چھوڑ گئے

مولیٰ لکڑی، عصا، دندا

روت موسم

روکھ درخت

رہواسیاں رہنے والے

رہز ہونا لٹانا

ریش زخم

ریشہ بال

ری رعیت

رین رات

زخم تازی کیا زخم تازہ کیا

زنب دم

زنگ ہونا زور

زوادو ایک قسم کی خوشبو

زور سادک کشتی، ورزش

زور سادھن ورزش، کشتی

زچ زانچہ

ص

سات ساتھ

ساتو ساتوں

ساج سچ، ساز و سامان

سات

ساتو

ساج

زینب دینا	سزنا	چھوڑنا، ڈالنا	سٹنا
پھول	سرنے	ڈالا	سٹیا
خوبصورت، خوبصورتی	مُروپ	نیک بخت، سگھر	سُجات
سرایا (مرطبی)	سُر ونگ	اچھی ذات والی	سُجین
شریر جسم	سُریر	قید خانہ، قفس	سُجین
تخت	سُریراں	بے شک پچ پچ واقعی	سُجین
خروش	سُسا	بہت زیادہ، شدید	سُجین
نیک، خوب	سُسد	دلوار	سُسد
مُسک	سُسک	پوش	سُسد
طاقت، مجال	سُسکت	سدا، بدھ	سُسد
تدار، طاقت ور	سُسکت دار		سُسدنگ
تمام، سب	سُسفی	ختم کرنا	سُسواما
سوکھ کر	سُسکھ کر	سراپنا، تعریف کرنا	سُسواون
تمام، سب	سُسیگل	سب، تمام، کل	سُسرپ
سولی	سُسلی	پھر سے، دوبارہ، سر سے	سُسرینے
اچھے اخلاق والی	سُسلکھن	سورج	سُسرچ
سلونا، خوبصورت	سُسلول	صدر خواص، خواص افسر	سُسر خواص
برابر	سُسم	کامیاب، زیادہ	سُسر س
سماچار، خبریں	سُسم اچار	گانٹھ	سُسرک
سمندر	سُسمند	سورگ، جنت	سُسرک
سمجھ	سُسج	سر، پیشانی	سُسرکھٹ
سونہ	سُسنا	سلام	سُسرک

سول	قسم
سونٹا	طوطا
سوندل	جنگ
سونڈی	جور، درار
سونے کر	سن کر
سپہنا	زیب دینا
سپہند	ایک خار دار جھاڑی
سپہ	زیب دے
سی	گاہنی، گے
سیا	کالا خرگوش (سیاہ)
سیر	سمر
سیس	سیر
سین	خواب
سینا	سینہ چھاتی
سیندھنا	کنویں یا پاؤں سے پانی کھینچنا
سیلوٹ	بے حد بے انتہا (مڑھی)
سیوک	غلام، نوکر
سیلونا	سیو کرنا، خدمت کرنا

شش
گری

سنبال	سنبال
سنبیر یا	آہٹ، آواز
سندیہہ	شک
سنگ	سنگھ
سنگات	ساتھ
سنگی	شنگھ
سموکہیہ	رو برو آنے سامنے
سنور	طریقہ
سن ہار	مستے والے
سمنے	سونے میں خواب میں
سمنے	سہنے
سننے لگ	سننے لگ
سوباں	خوشبو
سود	زیادہ نفع
سود	سود
سوزنگ	گلشن
سور	سورج
سورات	حرص
سوس	سوچ، فکر
سوس کرنا	محسوس کرنا
سوسر خال	پرنڈے
سوسکھن	اچھے صفات، نیک کردار

طَورِ طور
متغیر نقش

ع

عجائبِ لکنا عجیبِ معلوم ہونا
عرا بے ارباب، توپ گاڑی
عرق شبنم، پسینہ
عشراق اشراق
علف چاہ، خدا
عیسوی فن معجزہ عیسوی

غ

غذیر گہری
غٹکے غوطے
غلبلا غلغلہ، شور
غنمار غنوار، غم خوار

ف

فام فہم
فرخ مبارک
فرنگ بندوق
فرنی فیرنی

شباب شہاب
شبِ دیر، مشکلی گھوڑا
جلدی
شیر کا بچہ
شہرِ ابور ہوا
بھید
شید

ص

صبا صبور
صبر
صدر صدرے
صاف پاکیزہ
ثابت قدمی
صلابت

ط

طائب طائب
طبلک آسمان
طپا پچیاں طمانچہ
طشت بےسن، ہاتھ منہ دھونے کا برتن
طلخ تلخ
طنبیاں کھڑکی
طواسیاں فالین، قاپٹے

مکر، عقلمندی، سمجھ بوجھ
دھوکہ فریب

فمن
فند

ق

قیدی

قاعد

قید

قاید

اچانک اتفاقاً

قضاء اللہ

پچھے

قفا

قیل و قال

قل قال

ایک قسم کا پُر آواز و سامان

قماش

غذا

موت

ک

کا

کاج

کحل

کاخ

کے لئے

کارن

نکال

کاڑ

نکالا

کاڑیا

تانبے کا سک

کاس

کالے، کالا

کال

کلیجہ

کالچ

کام کے لئے، تقریب کے لئے

کام کارن

کھانہ
کاسٹم بازی

کال سے

کاوڑی

کبل

کپال

کپٹ

کت

گتوال

کتے

کتیاں

کتے ہی

کت

کتین

کتات

کتج

کتکول

کتوانے ہیں

گد

گدھاں

کرا

کریپ

کرتلہ

کارتاز، پروردگار

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کارتاز

کرڑی کماں سخت کمان
 گرہی کرے گا
 گر کر اس لئے اس سبب سے
 کم سوں ٹھہک قسمت کے مارے
 کرن کرنے کیا کان کرتا
 گر نش کورنش سلام
 گر ونٹ کروٹ
 رسوت کپڑے لباس
 رکت خاص خلعت
 رسوں دھیان کس کا دھیان
 لکڑی مرغی
 گلوت تدبیر برائی کی آب و سوا
 حرص، خواہش
 قفل
 کلف کلنگ کی جمع ایک پرندہ
 کن کن کیسا کوئی
 کن کان
 کن کہنا
 کنبل کبل
 کنے کلنے
 کنٹ مال کٹھ مال، گلے کا ہار
 کٹھ گر دن

کچن سونا نرد پسیلا
 کندن سونا
 کنشت ادنی سب سے چھوٹا بھر
 کنک سونا
 کنور کنور شہزادہ
 کنی کہتی ہوں
 گو کہو
 کو کوئی
 کو اتے کہلاتے
 کو اڑاں دروازے کے پیٹ
 گوپ غصہ
 کوپیاں { چینی کی پیالیاں
 چینی کیاں
 کوتری کتا
 کوٹ قلعہ
 کوٹھری کرہ حجرہ
 کورس کیا مارڈالا
 کوس دو میل کا ایک کوس
 کوک کر
 کول قول
 کول کھار، لومڑی کی طرح چالا
 کولا لومڑی

گانہارے	گانے والے	گنی ندھال	عالم، فاضل
گاؤدی	نادان، کم عقل، بے وقوف	گنے	تعلیمند
گج	ہاتھی	گوڑ	
گج متی	بڑا موتی	گون کرنا	جانا
گج مست	مست ہاتھی	گھر سنج	سنجن سنج
گرجن	بازگشت، گونج	گھنے	زیور (گھنٹے)
گرگرد	اطراف	گپنے	زیور
گٹر	قلعہ	گھابرا	گھبرایا ہوا پریشان
گلے داٹ	گلے تک	گھات	داؤ، وار، نشانہ
گلے	پگھلے	گھانا	ڈالنا
گل کار	میتری، راج	گھال لینا	چھری بھونک لینا
گل چاند	گل چاندنی	گھانٹ	گھنٹی
گل	گلا	گھانٹی	گھنٹی
گلت	کھیل تماشہ	گھاؤ	زخم، کمی
گلت گاہ	ہازی گاہ	گھٹ	کرم، کمی
گلتے	گزرتے	گھٹ پکڑنا	مضبوط پکڑنا
گمنا	گزارنا	گھرنیج	گھسیں
گن بھریاں	چرفن، سلیقہ شعار عورتیں	گھر داس	خانہ زاد
	مشکمر عورتیں	گھر گھر	گھر گھر
گنیمیر	غور، شدید	گھرات	گھریاں
گند	بدبو	گھنٹ دی	مضبوط دی
گندناویں	گوند سے ہوئے	گھیری	گھر سے زیادہ

گھوڑ گھوڑ
کچرے کی کسٹھی گھوڑا
سوسمار (ایک جانور)
خیال گیان

ل

لائپ جھانپ لائٹ کرنا
لائٹ کرنا لٹ کرنا
لاڈل لاف بد
لاگ لاک

لاچ لالچ
لب لبد
لبانا لال

لت لٹیا
لات لٹا
لوٹا واپس آیا

لک لک
لک لکاتی
لکھن لکھن

لگا لگ
لوج لوج
لکھن لکھن

لوک لوک
لوچے لوچے
لئی لئی

لیتا ہے نیل
لے جا

لجاولن لے جاتا

لجاولن لے جائیں گے

لجائی لے گئی

لیکھ لے کر

لیہ لے لیتا ہے

م

مائی مائی

مادہ مادہ

مارا مارا

مارکی مارکی

مارگ مارگ

ماس ماس

ماس ماس

ماگ ماگ

مان مان

ملا ملا

جگ جگ
نوچے نوچے
بہت بہت

غسل صحت کرتا ہے

لے جا

لے جاتا

لے جائیں گے

لے گئی

لے کر

لے لیتا ہے

لے کر

لے کر

لے کر

لے کر

لے کر

لے کر

لے کر

لے کر

لے کر

مکھ	مک
پھکتا	مک مکاتی
طرہ ہسر کا زیور	مکٹ مال
مکر و فریب	مکر و ماؤ
پہرہ	مکہ
زمین، جاگیر	مکلاک
من کی مراد	من اس
منع	مننا منال
	مناب
منّت کی جمع	منثال
منجھار، بیچ میں	منجھار
محل	مندھر
بیکری، عمامہ، شملہ	منداسا
تبیخ کے دانے	منکے
مانگنے	منگن
مانگنے والا	منگہار
مانگے	منگے
میں	منے
بند ہونا	موچا
مکھ، مہمہ	موک
جاشق	مویت
مردہ	موی

مان را کھیا	مات
ماج کر	جلا ب کر چکا کر
ماندے	تھکے ہوئے
مندی	مست
منج	میرے
منجھ	منجھے
محبوب در	در محبوب
مخا	مقام
مد	مشراب
مدوری	کال کی بالی
مدن بان	پھول
مدھم	اوسط
مرگ	پرن کی کھال
مرگ	موت
مرگان کر	تروک کر کے سنیاں
مرگ پوست لاش، جنازہ	
مستعد ہونا	تیار ہونا
مسخرگی	مسخر اپن
مسلم	بالکل، واقعی
مشافت	مشقت
مشاہدہ	مشاہدہ
مقار	مندی

موتے تن	مترہ جسم	برنجھل	صاف، خالص
پہراٹے	مرہٹے	پچل سک	نہ چل سکے مر سکا
مٹھلدار	محل دار	ند	ندی
ہمتہ	طعنہ	ندھال	خزانہ
میگھ	بادش، بادل	ندے کر	نادے کر
میل کر	مل کر	نردھار نردھاک	بکے سپہارا
مسیلا	ملا	نرمل	صاف شفاف
مین	ادنی، ذلیل	نر بکھار	جس کی صورت نہ ہو، بکھشل
میہوی	میہنہ	نرہ شیر	شیر نر
		نر نیک	نر نیک
		نرس	رات
		نرسوں کر	نہ محسوس کر
		نقا	نفع
		نقرہ	جاندی
		نقل	نخل، کھجور کا درخت
		نک	ناخن
		نک	ناک
		نکو	نہیں
		نگو کرو	مت کرو
		نکھیتہ	ستارے
		نکھند	کمل
		نلاجا	بکے شرم بے صیاء
ناٹے	جشش نہیں کی حرکت نہیں کی		
نازنی	نازنین		
نافام کر	نہ سمجھ کر		
نالو	نام		
نائب			
نیاڑے	بنائے لکھلے		
نیت	بہمیشہ		
نپٹ	فوراً بالکل تمام سلسلہ		
نپاڑا	تصفیہ کیا		
نچھا	غور سے		
نچھانے	غور سے دیکھنے		

نما	بتا، دکھا	نیر سیدھن	باوئی سے پانی کھینچنا
ننھیے	چھوٹے، کم سن	نیر طرنا	لٹکنا، فکر میں لگے رہنا
نوا	نیا	نیکا	بھلا، چنگا، درست، صاف
نول	عجب، الزکھا، نیا جدید		شہر، عمدہ، نیک، خوش
نوپید	لوٹہ، نوبت		اچھا
نوراناتن	نورانی تن، حسین	نیک فن	خوش اخلاق
نوکھٹ	نہ، فلک	نیکلی	کل
نویا	جھکایا	نیکھا	نیک، اچھا
نہنہ	محبت	نیل کنہ	نیل کے کنارے
نہ کرسی	نہ کر سکے	نیں	ہیں
نہ کسی خیر	کسی کی نیکی بھی		
نہ کہہ سکے	نہ کہنے سے		
نھاٹنا	چھوڑنا، بھاٹنا		
نھاس	دوڑ		
نھاسنا	دوڑنا، بھگنا		
نھالی	تو شک		
نھنوا دین	بچپن		
نیاؤ	انصاف		
نیب	نیم		
نیر	پانی		
نیر اس	نراس، نا امیہ، مایوس		
نیر پان	باوئی کا پانی		
		وازا آئی	باز آئی
		والا	ایک قیمتی ہار ایک کپڑا
		وال	وہاں
		و تیاں کو	آنٹنوں کو
		ور	حاوی
		ور اس	پلٹ
		ور تمان	زمانہ حال
		ور ہونا	حاوی ہونا
		وزا	وضع
		وضا	وضع، طرح

یکس کو یکس ایک سے ایک
 یکوجی شواجی کا علاقہ بھائی جو
 ملازم سرکار بیجا پور تھا۔
 شاہ جی کا دوسرا بیٹا
 یکتا۔ منفرد، اکیلا

یکہ

یکیاں
 یکٹ
 یو
 یعنی

معاوضہ قیمت
 تن تنہا
 یہ، ال
 یہ ہی۔

